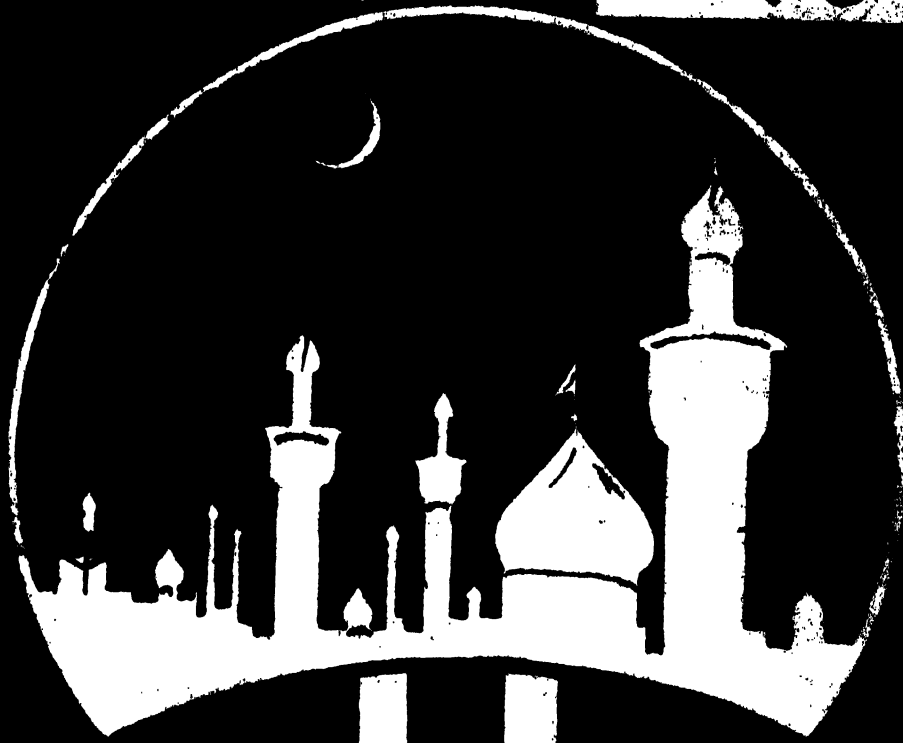


الفضل العباس بن ہبر



ایڈیٹر حسین شامی
فضل نقوی

میرزا قوی

امامیہ مذہب کی کتب کا سب سے بڑا ذخیرہ آپ کو نظامی پریس لکھنؤ میں ملے

قرآن بغیر ترجمہ سفید موٹا کاغذ جلی قلم ضیف سر کیلے قیمت
نہایت صاف چھپائی بڑی تقطیع مجلد پندرہ روپیہ
فختار المسائل تمام مسائل ضروری کی مکمل کتاب غیر مجلد
عملیہ سرکار آقا علیہ السلام کی صفحہ ہائی
کتب مینات مولانا فرمان علی صاحب قبلہ
شیعہ بخون کی نماز..... دوکانہ دینیات کی پہلی کتاب ۱۰
دینیات کی دوسری کتاب آٹھ روپے دینیات کی تیسری کتاب ۲

حاصل شریف مترجم مولانا فرمان علی صاحب مجلد ۵
وظائف الابرار کامل مترجم جلی قلم دستخطی علام
اس وظائف الابرار میں ۹ سو اور ۲۶ دعائیں ہیں
تختہ احمدیہ علیہ سرکار ناصر الملتہ و سرکار سعید الملتہ قلم
اعمال ہ محرم و رمضان بلکہ ماہ ماہ کے اعمال تختہ احمدیہ جلد سوم

حسینی قاعدہ فضل لکھنؤ
راہ حق بچوں کی ہدائی کتاب

جانب اور انکی ہادہنگی ۳
ہمارے رسول..... ۲
رسالہ نماز مولانا ولی حید صاحب ۲
اصول دین مولانا سید جبار صاحب ۵

تکمیل حکیم مرتضیٰ حسین صاحب للہ
اکمال..... ۵
حدیث غدیری کی سرگزشت
مولانا سید سبط حسن صاحب قبلہ ۸
الاماتہ و اخلاق نواب صاحب راول ۷
سیرت ائمہ بارہ بروج ۸
نور ایمان مولانا خیرات احمد للہ

صراط یقیم مولانا صاحب احمد صاحب ۸
محاربہ حق و باطل حکیم علی صاحب ۸
سلسلہ مصائب..... للہ

روضۃ الکرام تاریخ بلگرام ع
پچھتہ سہر متھنہ کالہ

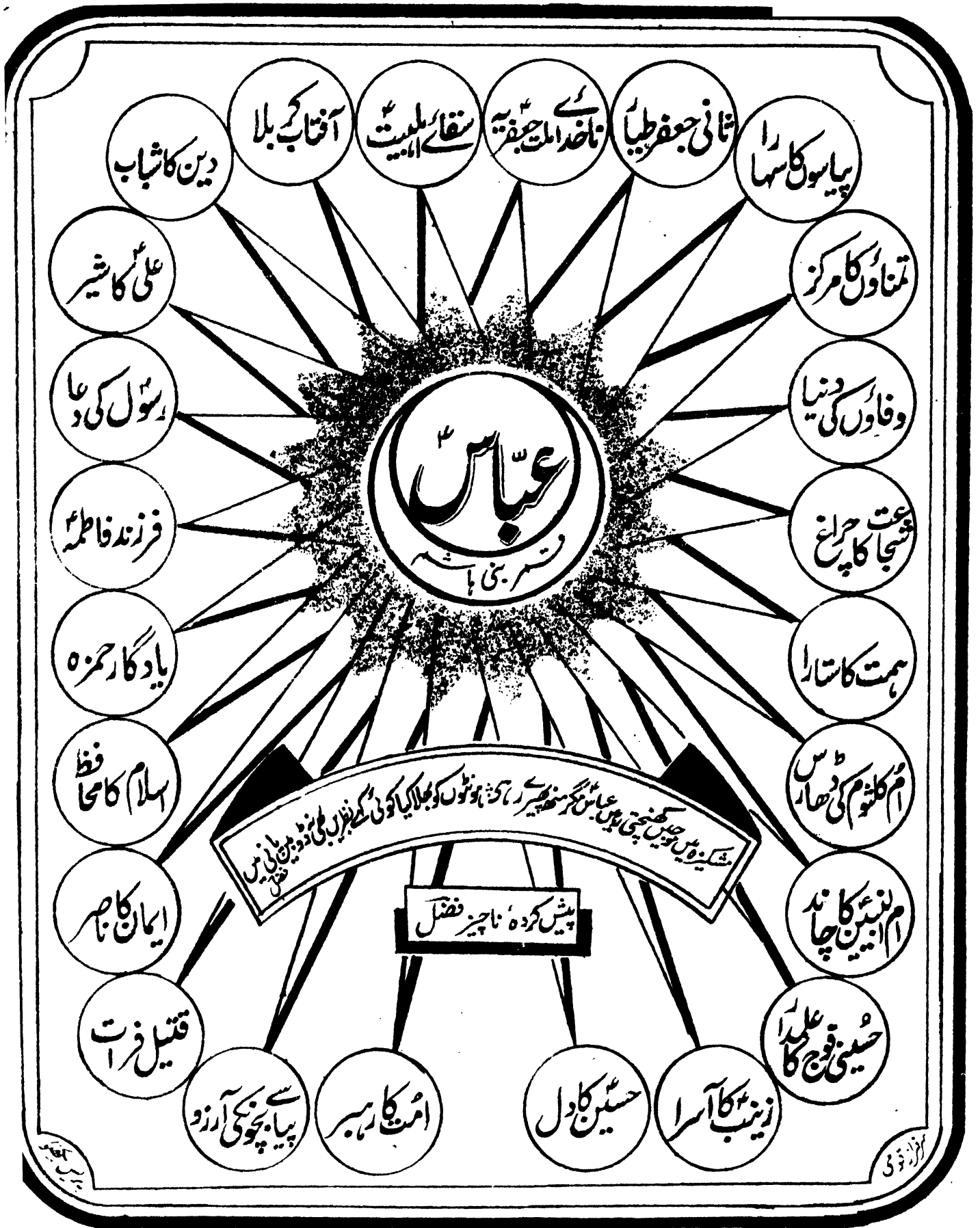
تختہ العوام معتبر مع آقا و
باصناف حصہ سوم دستخطی علام کرام
موافق فتاویٰ صد الشریعہ سرکار آقا علیہ السلام کی صفحہ ہائی قبلہ مجتہد اعظم
وحجۃ الاسلام باقر العلوم مولانا الیہ محمد باقر صاحب قبلہ مجتہد اعلیٰ امام مقامہ
وحجۃ الاسلام مولانا الیہ محمد باقر صاحب قبلہ مجتہد اعلیٰ امام مقامہ
وحجۃ الاسلام مولانا الیہ محمد باقر صاحب قبلہ مجتہد اعلیٰ امام مقامہ
وحجۃ الاسلام سرکار مولانا الیہ محمد صاحب قبلہ مجتہد العصر الزمان دام ظلہ
وحجۃ الاسلام و المسلمین سرکار مولانا الیہ محمد حسین صاحب قبلہ مجتہد العصر الزمان دام ظلہ
مع جلد تاریخ سید سرکار ناصر الملتہ مولانا ناصر حسین صاحب قبلہ علی مقامہ
و سرکار سعید الملتہ مولانا سید سعید صاحب قبلہ مجتہد العصر الزمان دام ظلہ
جلد نمبر اول للہ مجلد نمبر دوم ۸ بغیر جلد تین روپیہ

البلاغ لمبین نوشتہ آغا محمد سلطان مرزا صاحب ریاض الرحمن جلد اول ۱۰
فلسفہ آل محمد علامہ ابن عربی فلسفہ آل محمد ۵
فلسفہ مذہب شیوہ از مسعود بن جرمنی ۳
آئینار علیہ علویہ واصل ہند مولانا سید سبط حسن صاحب قبلہ ۲
نظامی جنتری ۱۹۴۷ء ۸
۱۹۴۸ء ۸
۱۹۴۹ء ۸
خواب بیداری..... جنتیاران کی خوابیدہ زندگی میں بیداری کی روح بچھوڑی ۸

تختہ احمدیہ جلد سوم.....
تختہ احمدیہ جلد دوم..... للہ
چہارہ مصوم علیہ السلام کی
سوانح عمریاں
بالکل سادہ سہل آسان زبان
مولفہ

شمس العظیمی مولانا ظفر حسین صاحب قبلہ
(۱) سوانح عمری خاتم الانبیاء غیر مجلد
(۲) سیدہ طاہرہ ۱۲
(۳) سیدہ ام ۵
(۴) دو سہرامام ۱۰
(۵) تیسرے امام ۵
(۶) چوتھے امام ۱۲
(۷) پانچویں امام ۱۰
(۸) چھٹے امام ۱۲
(۹) سید زین الدین ۱۲
(۱۰) آٹھویں امام ۱۳
(۱۱) نویں امام ۹
(۱۲) دسویں امام ۱۲
(۱۳) گیارھویں امام ۹
(۱۴) بارہویں امام کے حالات ۱۲
غیر مجلد لکھنؤ
آپ کے خاندان کے بچوں کا مطالعہ

شہید حق = حسینی دنیا = تاریخ احمدی = قصائد چہارہ مصومین = ملنے کا پتہ



چند سالانہ
تے

نظارہ لکھنؤ

ہفتہ وار

ابو الفضل عباسی نمبر
۸

جلد ۱۶

۲۱ نومبر ۱۹۴۶ء

نمبر ۳۳

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون نگار	مضمون	مضمون نگار	مضمون
۳۲	سرورش بلج آبادی	حقیقت ہے تعزیر	ایڈیٹر	عباس علیہ السلام
۳۳	ذیدی بگرای	ظلم سے انتقام	"	ایڈیٹر ریل نوٹ
۳۴	خیر کھنوی	عبد اللہ بن عودہ	ذ آخر کھنوی	نوحہ
۳۶	رفیق جابر	دفاعی عباسی	شہید یار جنگ بہادر	سلام
۳۷	تشنہ بگرای	انسانیت کی رہنما	سید صدر الاسلام صاحب	مرثیہ کے چند بند
۳۸	سید شمیم حیدر صاحب	دانش خداداد و قاپیں عباسی	مرسلہ سید محمد موسیٰ صاحب	سلام ملیک
۳۹	خیر کھنوی	مرثیہ کے بند	"	"
۴۱	شیخ محمد مختار صاحب	ملہ دار کا شاندار کارنامہ	عہد اہلی صاحب بگرای	چھ لٹاک رات
۴۲	انصار حسین صاحب ہمدان	صبح امامت	آغا انبالوی	نوحہ
۴۳	نثار پورانی	نوحہ	ذ اب محمد عباس صاحب	حسپارہ دل
۴۴	مولانا سید علی محمد صاحب	اصحابِ حسینی	سید صدر الاسلام صاحب	نوحہ
۴۶	سید صدر الاسلام صاحب	سلام	آغا اشہر کھنوی	فوج حسینی کا جبریل ہمدان
۴۷	شامین نقوی	حسینی سیاست	انیس بانو صاحبہ	نوحہ
۵۰	سید علی حسن زیدی و ساحر نجی	نوحہ	نسیم امروہوی	شیعیان کو فک کی سرفروشیوں
۵۱	عبد اہلی صاحب بگرای	نگاہ مرد محسن	رضا انصاری	حیات دوام
۵۲	سید ارشاد علی صاحب	شہداء حسینی کی صداقت	بیباک ماہلی	دنیا کا بے نظیر ایملی
۵۶	قربان حسین صاحب قربان	سلام	سید احمد علی خاں صاحب	سقا کے سکینہ
۵۷	مولانا محمد تقی صاحب	چھہ شہید	مولانا مرزا یوسف حسین صاحب	سید الشہداء

سید ظفر عباسی نقل پر نظر پلشر ایڈیٹر نے سرفراز قادیانی میں چھپو کر دے خواہاں نظارہ د کٹو یہ اسٹریٹ لکھنؤ سے شائع کیا۔

صفحہ	مضمون نگار	مضمون	صفحہ	مضمون نگار	مضمون
۸۶	محمد باقر صاحب	نصرت اسلام	۶۰	مولانا محمد باقر صاحب	عباس
۸۸	مولانا کاشف	محرک عاشق	۶۱	صدر الملت مظلہ	سید المحدثین
۸۹	مولانا وصی محمد صاحب	حیات شہید	۶۳	غلام جعفر صاحب سرشار	عقیدت کے آئینہ
۹۳	ہدایت اجتہادی	ربا می	۶۴	منشی کامل صاحب	سلام
۹۴	آغا صاحب بی اے	حسین اور اسلام	۶۵	حکیم سید محمد قاسم صاحب	انوار حقیقت
۹۵	فخر شیرازی	نوحہ	۶۶	سید حسین صفر صاحب	سب سے بڑا فاتح
۹۶	یاور رائے پوری	شافع محشر ہیں حسین	۶۹	مظفر د ارشد	سلام
۹۷	مولانا سید علی صاحب	راہ شہادت	۷۰	راہی ہلگرای	سیاسی نقطہ نگاہ
۹۸	عزت باقر	سلام و نوحہ	۷۲	خاور و ہدایت	سلام و نوحہ
۹۹	مولانا قائم ہمدی صاحب	افضل الشہداء	۷۳	صابر رضوی	تاجدار مملکت و خاکی سبق آموز زندگی
۱۰۰	زاہد جعفری	رہبر انسانیت	۷۹	نثار بوتراہی	رباعیاں
۱۰۱	شیر النساء	سلام	۸۰	مولانا سید نجم الحسن جٹا کرادی	نوحہ
"	شراف حیدری	"	"	ڈاکٹر منظور ہمدی صاحب	سلام
۱۰۳	مجتبیٰ حسین صاحب مہر	بیکس نمازی	۸۱	آثر جاسی	حسینی پنٹہ
۱۰۴	راؤن و نسیم	سلام	۸۵	حسن زید پوری	شاہ شہیدان
۱۰۵		شہادت و اعلان	۸۶	صغیر ہمدی	محرم کی نعمتیں

پر نور جبین سے لپٹا ہوا معبود کا کعبہ ہوتا ہے۔ شیر جھکی تلواروں میں کس شان سے سجدہ ہوتا ہے (فضل)

سورج فرات

== (جلد سوم) ==

== حسینی شاعر کا چھٹا روحانی شاہکار ==

جس کا آپ کو سال بھر سے انتظار تھا

جلوہ گاہ و کر بلا کی حقیقی تجلیاں فرات کی چمکتی ہوئی موجوں کے دودھ بھرے اثرات ۷۲ پیاسوں پر چمکتے ہوئے آنسوؤں کی نچھاور اور پھر حسینی شاعر فضل نقوی کے مخصوص رنگ اور فرات کی موجوں میں ڈوبی ہوئی زبان سے نکلے ہوئے نئے نوحوں کے وہ شہاد ہیں جو سال بھر تک آپ کو غم حسین کی یاد دلاتے رہیں گے۔ اس سال کے بالکل نئے نوحے جو اب تک طبع نہیں ہوئے۔ سورج فرات کی تیسری جلد میں ملاحظہ فرمائیے۔ آج ہی منگولینے دودھ لکھن ہے بعد کو ہم آپ کے آدھ کی قیاس نہ کر سکیں۔ قیمت فی جلد عس (علاوہ معمول ڈاک)

== منیجر نظارہ بک ڈپو کھنڈو ==

ANAR JUNG ESTATE LIBRARY

(Oriental Section)

URDU PRINTED BOOKS:

Session No. ۱۱۱۱ Cat. No. ۱۱۱۱

Book No. ۱۱۱۱

نظارہ کھنڈ

ہفتہ وار

جلد ۱۶ | ۲۱/۲۸ نومبر ۱۹۴۶ء | نمبر ۴۴

مسلم اتحاد

جس طرح رمضان المبارک اخلاق کو سدھارتا غبار میں ہیت اور دھار میں انکسار از جذبات پیدا کرتا ہے عین اسی طرح ماہ محرم بھی عظیم الشان عین ہے جو مسلمانوں کو متحد دہنے سیل جول بڑھانے کی ہر سال علی قلیم دیتا ہوتا ہے۔ یہ عین اس واقعہ عظیم کی یاد دینیکے دنوں میں تازہ کر دیتا ہے جو نہ صرف اسلام میں اپنی آپ نظیر ہے بلکہ عالم میں کہیں بھی کر بلا جیسا خونیں مرقع پیش نہیں کیا جاسکتا۔

یزیدیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب نے نہ صرف اسلام کو گھیر لیا تھا بلکہ انسانیت اخلاق محبت اور اخوت اس ظالم منکبر اور خود غرض بادشاہ کے ہاتھوں میں دم توڑ رہی تھی۔ یزید انسانیت کا حیوانیت کے روپ میں دنیا سے تعارف کرار ہا تھا۔ عبادت گھر سار کر دیئے گئے تھے، اذانوں کی آوازیں باجوں کی صدائیں دب چکی تھیں، علی الاعلان شراب نوشی ہو رہی تھی، مسجد کے ٹمٹاتے ہوئے چراغ خدا سے لو لگا ہوئے تھے۔ دولت کی بجلی میں ایمان پس رہا تھا جو اہرات کی چمک نے حقیقی جلوں پر پردے ڈال دیئے تھے۔ نہ رسول اللہ تھے نہ حضرت علیؑ نہ حضرت فاطمہؑ تھیں نہ حضرت امام حسنؑ پر آخر کون تھا جو اس طوفان حیوانیت کو روک کر ہلام اور امت کی کشتی کو صحیح راستے پر لگا دیتا؟ اور وہ ہستی سوائے مولائے کائنات آقائے دو جہاں بید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے دو سری نہ تھی۔ آپ نے وہ مضبوط دستہ اور مستحکم جادہ اختیار فرمایا کہ دشمن انسانیت کے عانت کھٹے کر دیئے۔

یزید تو یہ جانتا تھا کہ کربلا کی جنگ ویسی ہی کوئی لڑائی ہو کر ختم ہو جائیگی جیسی کہ دنیا میں آئے دی ہوئی رہتی ہیں۔ لیکن امام حسینؑ نے اپنے علم سے بتا دیا کہ یہ جنگ دو بادشاہوں کی نہیں بلکہ حق و باطل دولت اور غربت حیوانیت اور انسانیت کی لڑائی ہو کر رہے گی۔ اور سچی بات یہ ہے کہ وہ ہی ہوا جو حضرت کا نظریہ تھا۔ عین امام نے وہ تمام راستے ترک کر دیئے جو سرمایہ داری کی جنگ کے لئے ہو سکتے تھے۔ آپ نے نہ تو فوجیں جمع کیں نہ آلات حرب اکٹھا کئے نہ دوتوں کے انبار ذخیرہ کئے نہ اجناس کی فکر کی۔ کچھ بھی نہیں چند افراد کو ساتھ لیکر آپ نے مدینہ چھوڑ کر پہلے مدینہ کا تحفظ کیا پھر حج کو عمرہ سے بدل کر خدا کے گھر کی حفاظت فرمائی۔ لطف تو یہ ہے کہ ان متبرک مقامات کے علاوہ بھی آپ نے عوب کے کسی دوسرے شہر یا قصبے میں بھی قیام نہیں فرمایا تاکہ خدا کی مخلوق اور خصوصیت سے مسلمانوں یا ان کی آبادی کو ہمدرد نہ پونچے کہ بلا کا جنگل اور آبادی سے دور ہمارے خیال میں تو حضرت کو مذکا اورادہ بھی صرف اس لئے فرما رہے تھے کہ حجت ختم کر دیں تاکہ دنیا یہ نہ کہے کہ ہم نے بلایا تو تشریف نہ لائے۔ امام تو یہ دکھانا چاہتے تھے کہ میں تو صرف خدا کی مخلوق اور دین حق کا تحفظ چاہتا ہوں۔

یہ گھر بلا پہنچنے سے پہلے ہی امام کا یزیدی فوجوں نے عامرہ کر لیا اور امام نے لاکھوں میں گھر جانے کے بعد جس ثبات و عزم و صبر کا ثبوت دیا ہے اس کی مثال دنیا کے کسی گزشتہ واقعہ کو پیش کرنے کے بعد نہیں دی جاسکتی۔ گو یا کہ حضرت نے بتا دیا کہ جان دی جاسکتی ہے مگر اسلام کی موت نہیں دیکھی جاسکتی۔ اپنی اولاد دین خدا پر نثار دی جاسکتی ہے لیکن مسلمانوں میں پھوٹ اور افتراق نہیں دیکھا جاسکتا۔ اپنے جسم کا ہر قطرہ خون بہایا جاسکتا ہے مگر یزید جیسے فاسق کی بیعت کر کے رسول اسلام کی تعلیم کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔ یہ محرم وہی محرم ہے جس کے وس روز میں اتحاد کی عمارت امام حسینؑ نے تیار فرمائی تھی۔ آج بھی محرم کا عینہ اتحاد کا سبق دے رہا ہے۔ ہندوستان کے مختلف صوبے فرقہ وارانہ فساد میں مبتلا ہو چکے ہیں لیکن اب وہ ماہ محرم آگیا ہے جس میں حضرت امام حسینؑ کی تعلیم پر نظر رکھ کر ہر انسان کو متحد ہو کر راستہ چلنا چاہیئے۔ امام حسینؑ کی عرواد ہی نہ صرف شیعہ اور مسلمان کرتے ہیں بلکہ براہمن و دھرم ہندو بھائی امامؑ

حاصل کرتا ہے۔ مومنین کرام مدد کرتے ہیں مضمون نگار حضرات قلمی اعانت فرماتے ہیں اور ہم یہ متحدہ ہر یہ بارگاہ شہدائے کربلا خصوصاً حضرت ابو الفضل عباس علیہ السلام کے مدد میں پیش کر دیتے ہیں۔ ابکی جن مشکلات کا سامنا کرنے کے بعد یہ نمبر شائع کیا جا رہا ہے اس کو ہمارا دل ہی جانتا ہے۔ بہر طور ہمیں یقین ہے کہ ہمارے آقا اس ناچیز پر یہ کہ قبول فرما کر ہمیں دونوں جہان میں عزت عطا فرما یمدگ۔

مضامین اور نظمیں خدا کا شکر ہے کہ ابکی مضامین اور نظمیں حضرات شہداء اور آدابائے قوم نے اولاً ہی کے ساتھ روانہ فرمائے کہ کثیر تعداد میں پہنچ رہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ کچھ حضرات نے تاخیر سے روانہ کئے۔ اگرچہ ابکی آٹھ صفحے حجم میں ہم کو انھیں مضامین کے لئے بڑھا نا پڑے لیکن اس کے بعد بھی جب مضامین اور نظمیں باقی رہیں تو ہم نے بعض قوی اخبارات کے محرم نمبروں کو دیدیئے کیونکہ ہمارا مقصد بہر طور متحدہ ہے خواہ نظارہ میں شائع ہوں یا کسی اور اخبار میں۔

اعلان تعطیل ایک تو عشرہ محرم میں کارکنان نظارہ منہمک رہتے ہیں۔ دوسرے کاغذ کی پابندیوں کی وجہ سے بھی ہم مجبور ہیں کہ اتنے ہی پاؤں پھیلائیں جتنی ہماری چھٹکنا ہے اس لئے یہ ۳۱ نومبر ۱۳۸۵ء کا یکجائی نمبر شائع ہو رہا ہے اور سرد سمبر کا نظارہ شائع نہیں کیا جائے گا۔ ناظرین نظارہ فرمائیں انشاء اللہ ۱۴ سرد سمبر کا نظارہ حب محمول حاضر خدمت ہو گا۔ (منبر)

دلی شکر ان تمام حضرات مومنین و سادین کا شکر ہے جنہوں نے اس نمبر کی مالی اعانت فرمائی۔ ان اوبار اور شعرائے کرام کا شکر ہے جنہوں نے قلمی مدد فرمائی۔ جناب صاحب برسن دیلی کا شکر ہے جنہوں نے ٹائٹل اور دوسرے صفحے کے ڈیزائن فیئر کسی سادہ صنف کے بنائے اور ان تمام حضرات کا شکر ہے جنہوں نے کسی طرح بھی اس ممبرک نمبر کی امداد فرمائی۔ (ادارہ)

یادگار عہد اربترین شعراء کے ذہن کا لاجواب مجموعہ ہائے ادب و ادبیات جس کی اشاعت اسکول آباد قیمت ۳۰ روپے کا پتا۔

بذریعہ جناب فی الدین حیدر صاحب ام اے سکرٹری یادگار جیسی ہیکول الدہ

کی عظمت کا کاغذ کرتے ہیں اور تعزیر داری کرتے ہیں۔ اندوہ ہو یا بھرت پور دتیا ہو یا گوالیار۔ یہ سب ہندو ریاستیں ہیں لیکن محرم کے مہینے میں لاکھوں روپیہ عزاداری پر صرف کیا جاتا ہے۔ محرم کا ہر جلوس غم انگیز طریقے سے گزرتا ہے۔

موت لعالم موت لعالم آہ آغا ابو الحسن اصفہانی

ہم نظارہ کا ابو الفضل العباسؑ برتیا د کرنے میں مصروف تھے اور ہمیں خبر بھی نہ تھی کہ یہ نمبر اگر ایک طرف مصائب امام پر آسوا ہائے گا تو دوسری جانب اس کو امام زمانہ کے سب سے بڑے نائب آغا ابو الحسن اصفہانی کا ماتم بھی کرنا پڑے گا۔

بد نصیب ہو ہماری قوم جس کے ممتاز افراد کے بعد دیگرے اٹھ گئے۔ ہندوستان میں جب سے سرکار ناصر اللہ اعلیٰ اندر مقامہ کا سایہ اٹھا اس وقت سے کوئی ہمارے دکھ درد پر رونے والا باقی نہ رہا اور آغا ابو الحسن اصفہانی کو دنیا بھر کے شیعوں کی روح رواں تھے۔ فہوس۔ ہم تک یہ خبر سرکار سعید اللہ مدظلہ کے اس تاد کے ذریعے سے پہنچی جو موصوف نے سرکار نصیر اللہ مدظلہ کو دیا ہے۔ تاد پہنچنے کے بعد ہی مومنین میں غم و اندوہ کی ایک لہر دوڑ گئی۔ سرکار عہدہ اعلیٰ مدظلہ اور دیگر علمائے کھنڈ نے شیعان ہندوستان سے اپیل کی ہے کہ وہ ۲۷ ذی الحجہ کو یوم غم منائیں۔ جلسیں اور قرآن خوانی کریں۔ یقیناً شیعوں کے لئے یہ وہ غم ہے جو کسی وقت بھی دلوں سے جو نہیں ہو سکتا۔ معلوم ہوا کہ کوالپن میں انتقال ہوا اور نجف اشرف میں اُفق شیعیت کا یہ چاند ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جنازے کے ساتھ لاکھوں کا مجمع تھا جس میں علمائے عراق و ایران کے علاوہ حکومت عراق کی سربراہ آدودہ شخصیتیں بھی شریک تھیں۔ اس عاودہ عظیم میں حکومت ایران نے دو یوم کی تعطیل کا اعلان کیا اور عراق میں بھی دو کانیں اور کاروبار بند کر دیئے گئے۔

متحدہ پیشکش ابو الفضل العباسؑ نمبر کی تحریک آج سے دس سال قبل سرکار سعید اللہ مولانا سید محمد سعید صاحب جنت نے فرمائی تھی جب سے الحمد للہ نظارہ آج تک ہر سال یہ نمبر آقا کے دو جہاں حضرت ابو الفضل عباس علیہ السلام کے اسم مبارک سے معنون کرنے کا فخر

اکبر ابھی آرام کرو رات بڑی ہے

از استاد الاساتذہ دعبل ہند جناب ذاکر نقوی غفرلہ اللہ

۵۴ سال قبل کا ایک یادگار نوحہ

اک غم کی سناں قلب میں زینب کے گڑی ہر	بیگور جو میت شہ والا کی پڑی ہے
کرتے ہیں غبار چھپوں والوں سے جو اکبر	ماں دل کو سنبھالے درخیمہ پہ کھڑی ہے
جب کھینچتے ہیں شہ تو تڑپ جاتا ہے میٹا	کس قہر کی برہمی دل اکبر میں گڑی ہے
اے شمر جو کر ذبح تو دے شاہ کو پانی	سوکھی ہیں رگیں حلق میں تکلیف بڑی ہے
رہیں علی صغریٰ کد دھوپ میں پا کر	ماں بالوں کا سایہ کئے تربت پہ کھڑی ہے
شہ کہتے تھے کیا شان میں عباس کی تہلاؤں	اک شیر کی میت ہو جو ریتی پہ پڑی ہے
اک شمع لئے کہتی ہر ماں یہ شب عاشور	اکبر ابھی آرام کرو رات بڑی ہے
دیتی تھیں صدایہ علی صغریٰ کو سکینہ	مقتل سے چلے آؤ بہن درپہ کھڑی ہے
غربت میں نہ ڈوبے کہیں سادات کا بیڑا	بعد شہ دیں ناؤ تلام میں پڑی ہے

ذخیرۃ قبر آ کے علی فیصلہ کر دیں

تکرار فرشتوں سے سوالوں میں پڑی ہے

صبح عاشور

جناب نواب شہید یار جنگ بہادر شہید (حیدر آباد دکن)

— عظیم خاص —

عالم پہ ہر اک سناٹا سا کیا صبح قیامت آئی ہر
اٹھتا ہر بگولا صحرا میں یا آہ نکلتی ہر دل سے
کیا آج یہ ہونے والا ہر تھم جاتا ہر پانی بہہ کر
پتھر جو سرک جاتا ہر کوئی بہتا ہر یہ کیسا تازہ لہو
کیوں آج شجر ہیں پژمردہ کیوں آج حجر سب زراں ہیں
کیا زلزلہ آئی والا ہر کیا حشر بپا ہے دنیا میں
کیا آج کسی مظلوم کا رخ بے شیر کے خوں سے لال ہوا
کیا آج کسی کا شیر جواں دیرا کے کناٹے ٹوتا ہر
کیا آج کوئی پردہ والی بے پردہ ہوئی بازاروں میں
کیا آج بہن نے دیکھا ہر سر کٹتے اپنے بھائی کا
کیا آج کسی کے اہل حرم قیدی ہو کر جاتے ہیں
کیا آج غم کی شہزادی پھر ملک عرب میں لٹتی ہے
دنیا میں کسی پیغمبر کا گھریوں نہ کبھی تاراج ہوا

ماتم کی صدائیں آتی ہیں ہر سمت اُداسی بھائی ہر
دریا میں تلاطم ہر پر پانکراتی ہیں موجیں ساحل سے
خورشید کے تن میں لرزہ ہر تھراتے ہیں فتنے رہہ کر
آتی ہر اگر جنگل سر ہوا آتی ہر ہوا میں خون کی بو
کیوں آج درندے سمے ہیں کیوں آج پرندے حیراں ہیں
جنش ہر زمیں کو آج یہ کیوں اٹھتے ہیں بگولے صحرا میں
کیا آج کسی بیوہ کا پسر مقتول ہوا یا مال ہوا
کیا آج کوئی تنقیدہ جگر ہاتھوں سے پسر کو کھوتا ہر
کیا آج کوئی مظلوم گھرجم و خطا تلواروں میں
کیا سجدہ حق میں آج کٹا سر حق کے کسی شہیدائی کا
کیا آج کسی بیمار و حزمین کو طوق گراں پہناتے ہیں
کیا آج کوئی ننھی بچی محبوب پدر سے چھٹی ہے
ہر گز وہ نہوگا اور نہ ہوا جو ظلم جہاں میں آج ہوا

دل شمر سے بدتر ہے اُس کا جو آج کے دن رنجور نہ ہو
اسلام پہ چھائے تاریکی اگر صبح شب عاشور نہ ہو

مرثیے کے پانچ بند

== از جناب خان بہادر صدق شہر اسید صدر الاسلام صاحب صدر ==
 == (کو تو ال شہر آگرہ) ==

زینت دہ اور نگ شجاعت ہیں علمدار ☐ اعدا کو دم جنگ قیامت ہیں علمدار
 حیدر کی طرح مظہر ہیبت ہیں علمدار ☐ بھائی کے لئے باعث نصرت ہیں علمدار
 شہید پر قسبان ہوں حسرت یہ ہے دل میں
 عالم سے نہیں کام محبت یہ ہے دل میں
 ہر سانس میں مشتاق شہادت ہیں علمدار ☐ میدان میں تصویر شجاعت ہیں علمدار
 شہید کو خالق کی عنایت ہیں علمدار ☐ ہر شکل سے حیدر کی شباہت ہیں علمدار
 تلوار جو لیں مسم کہ خیبر کا دکھا دیں
 تاحد نظر مر حب خود سر کو بھگا دیں
 یہ زور شباب اور یہ آفت کی لڑائی ☐ ہر ہاتھ میں دکھلائی ید اللہ کی صفائی
 اک شور تھا اعدا میں دہائی ہے دہائی ☐ تلوار کی ہر ضرب سے ملتی تھی خدائی
 نعرے تھے کہ میں فاتح خیبر کا جگر ہوں
 عباس مرا نام ہے حیدر کا پسروں
 ہشیار لعینوں میں چلا جانب دریا ☐ رو کے جو زمانہ بھی تو اب ترک نہیں سکتا
 ہے پیاس میں کچھ اور مرے دل کا ارادہ ☐ لوں سانس تو دیکھو گے دریا اُسنڈ آیا
 کچھ پیاس بگھانا مجھے مشکل ہی نہیں ہو
 پانی پیوں یہ مصلحت دل ہی نہیں ہو
 یہ کہہ کے بڑھا نہر کی جانب دلاور ☐ ہر گام پہ نعرے تھے یا ساقی کوثر
 یوں بھیڑ چھٹی جیسے پھٹے پانی کی چادر ☐ تسلیم پہ تسلیم کی موجوں نے بھی بڑھ کر
 دریا پہ سپاہی جو تھے جی چھوڑ کے بھاگے
 جاں اپنی لئے پردوں سے منھ موڑ کے بھاگے

عرش و کرسی وارض و سما سلام علیک

(از جناب سید صاحب عالم صاحب مارہروی سجادہ نشین سرکار خوردارہرہ)

جناب سی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اپنے والد ماجد مولانا حافظ ابید عبد بھلیل صاحب مرحوم اعلیٰ الشہ مقامہ کے نانا صاحب سید صاحب عالم مارہروی سجادہ نشین سرکار خوردارہرہ کا ایک سلام جو جناب صاحب عالم مرحوم کے روزنامہ دہم محرم ۱۳۶۹ھ ہجری کے ایک ورق پر لکھا دیکھا بغرض اشاعت محرم بفرنظارہ ارسال خدمت ہے جناب غائب مرحوم جناب صاحب عالم صاحب کے ہمعصر تھے اور انتہائی عقیدت رکھتے تھے خطوط غائب سے ہنس کی تصدیق ہوتی ہے۔ اسی روایف میں جناب سروسش ملیح آبادی کا سلام سال گزشتہ کے سالنامہ میں شائع ہو چکا ہے۔ موجودہ سلام ۹۶ سال قبل کا ہے۔

سرور خاطر خیر الوری سلام علیک
خلیفہ و خلف مرتضیٰ سلام علیک
بشاشت دل خیرنہار سلام علیک
برادر حسن مجتہد سلام علیک
چراغ دودہ آل غیا سلام علیک
بتو بود شرف انبیا سلام علیک
نمونہ حرم کبریا سلام علیک
ز عرش و کرسی وارض و سما سلام علیک
ز آب و آتش و خاک و ہوا سلام علیک
شہ و لایت کرب و بلا سلام علیک
نہ خویش ماندہ و نہ آشنا سلام علیک
نگفتہ تو برنج و عناب سلام علیک
نودہ تو بصدق و صفا سلام علیک
سوار دوش و بر مصطفیٰ سلام علیک
شفیع برحق روز جزا سلام علیک
سر مبارک از تن جدا سلام علیک
روانہ کردہ شط از دیدہ ہا سلام علیک
کھن ز خاک بدست صبا سلام علیک
بنام تو دل و جانم فدا سلام علیک

نشاط روح رسول خدا سلام علیک
خالق تو رود بے خلاف در دوزخ
غم تو ساختہ بے تاب جان عالم را
توئی کہ خاتمہ پنجن بود بر تو
منور است ز نور تو سر بسر آفاق
ز تو سرگز او لبیا علیک صلوة
حریم کوئے تو باشد چشم اہل یقین
توئی کہ بہر تو آید صدا صبا و سما
رسد بروضہ پاک تو ہر نفس آواز
بکر بلاچہ مصائب کہ بر تو نگذشتہ!!
ترا بوقت شہادت شہا سربالیں
سوائے صبر و بجز شکر ہیچ حرف، دگر
فلک جنا با تسلیم صبیح صادق را
بہ طفلی اے کہ تو بودی ز فرط ناز و نعیم
ترا چگونہ ندانم کنوں بن عامی
چکیدہ خون ز فلک ہر گہ اشتیاق کردند
شہادت تو جگر ہا نودہ شق شاہا
برائے سرمہ چشم ز کربلا بفرست
زیارت تو نصیبم ز بخت فرخ باد

خوشا کہ صاحب بے پاؤں سر بدرگاہت
رسیدہ عرصہ دہر جدو ما سلام علیک

سوار دوش رسول خدا سلام علیک

از جناب سید مقبول عالم صاحب اعلیٰ الشرف

جناب سید صاحب عالم صاحب کے صاحبزادہ جناب سید مقبول عالم صاحب اعلیٰ الشرف مقام تھے آپ نے بھی اپنے والد ماجد کے اتباع میں منہ وجہ ذیل سلام لکھا ہے

سوار دوش رسول خدا سلام علیک
دلِ علی جگر مصطفیٰ سلام علیک
شد از تو خمسہ آلِ عباس سلام علیک
شدی نشانی تیر جفا سلام علیک
ندار سدر ہمہ انبیاء سلام علیک
فغان و شیون و آہ و بکا سلام علیک
شدی تو باعث خلقِ رضا سلام علیک
ز تست رونق بیتِ عز اسلام علیک
صبحِ حشر و بروز جز اسلام علیک
تختِ است و صلوة و ثناء سلام علیک

مقربِ م کبریا سلام علیک
شدی نشانی تیر جفا سلام علیک
رباعی ز نبی تا حسن بصفہ دہر
مقامِ عالی جد تو قابِ تو سین بہت
بر تو عرصہ دہند اولیا علیک صلوة
بہ مجمع کہ رود ز کر تو بود کارش
برائے تو بہماں آفریدہ شد تسلیم
دلِ حزیں مرا ناخند جلوه گشت
بہ اہلِ شام سیہ سخت پس چہ خواہی کرد
بر مریحِ پاک تو ہر دم ہزار بار از ما

تو جہے نظر سوئے شکل مقبول

حسینِ نائبِ مشکشا سلام علیک

ایک ہولناک رات

از جناب سید عبد العلی صاحب بلگرامی

بلکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں پر اور کانوں پر نشان کر دیلے اور انکی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔ اس فرمان الہی کے مصداق تھے۔ ہر شبہ میں جنس تھا رندی وستی کا دور تھا آلات حرب کی نمائش تھی۔ تھے تھے سرسبز تھیں اور عیش تھا۔

یہ آخری رات ہے کل جنگ ہوگی اپنی نوعیت کے محاذ سے منفرد اور دنیا میں پہلی اور آخری جنگ جس میں اصول جنگ اور قانون حرب پر عملدرآمد نہیں کیا جائے گا۔ ظلم اور مظلومیت کا فرق نہیں دیکھا جائے گا کمزور اور طاقتور کا امتیاز اٹھ جائے گا۔ انصاف اور عدل کو مٹا دیا جائے گا صرف حکم حاکم باقی رہے گا اور کچھ نہیں۔

حاکم نے اپنے سپاہیوں کے لئے ہر طرح کی سہولتیں مہیا کر رکھی تھیں جنگ جیت لینے پر بے لے وعدے تھے ادنیٰ ادنیٰ مہربانیاں اور بڑی بڑی جاگیریں۔

سپاہیوں کے چھوٹے چھوٹے ٹیپوں کے درمیان ایک عالیشان خیمہ ہے اس میں سرداران فوج بیٹھے ہوئے بوجہ وہ حالات پر غور و خوض کر رہے ہیں مگر ان کے پیش نظر کچھ زیادہ پیچیدہ مسائل نہیں ہیں سب سے بڑا مسئلہ ہے جنگ یا صلح۔ وہ طے شدہ ہے یعنی صرف جنگ۔ اب قابل غور صرف یہ بات ہے کہ کس جنگ کی کامیابی کا سہرا کس کے سر ہو یہ تو سب ہی کو معلوم ہے کہ مقابل بہ محاذ قتلہ کچھ نہیں ہے۔ مگر یہ محاذ شخصیت وہ کون ہے؟

جنگ لڑ لینا تو کوئی بات نہیں مگر چاند کو چھو لینا اور آفتاب کو پکڑ لینا بہت مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے ویسے چاند سورج تعداد میں زیادہ نہیں ہوتے اور ایسے ہی ایک پاند کو سہ کرنے کا تجویز سب کے پیش نظر ہے۔ چنانچہ پر پیسے کے تقاریر لکھ رہے

دنیا میں ایک ایسی ہولناک رات بھی گزری ہے جس کا تصور خوف و وحشت کے وہ اثرات دلوں پر منقوش کر جاتا ہے جسے انسان لاکھ بھلا بنا چاہے مگر نہیں بھلا سکتا۔ وہ رات اپنی تاریکی حیثیت سے اتنی منفرد تھی جس کی کوئی مثال دوسری پیش کرنے سے تاریخ قطعی قاصر رہی۔ قاصر ہے اور قاصر رہے گی۔ وہ رات وہ تھی! جس رات کو تمام کرہ ارض کی انسانیت ختم ہو کر صرف ایک وادی بے آب و گیاہ کے ایک گوشے میں سمٹ آئی تھی اور اس قحط اور جاح انسانیت کے مقابل دنیا کی عظیم ترین حیوانیت و درندگی اپنے تاثر تشدد انداز افعال اور جذبے کے ساتھ ہنگامی اہل کی طرح مٹھ کھوٹے پڑی تھی اور اس ہیبت حیوانیت کی دستانیں اپنے دامن میں لذت کام و دہن سٹے ساتھ ساتھ اہل و لعاب اور حظ نفس کے سامان بھی سیٹے ہوئی تھی۔

ریت کے بے کراں میدان میں خنک و شیریں پانی کا دریا بہا رہا تھا اور اس کی ترائی میں دور تک خیمے پڑے ہوئے تھے اور ان خیموں میں وہ لوگ تھے جن کے دلوں سے بشریت اور جذبہ انسانیت فنا ہو چکا تھا۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ اصول انسانی کیا ہے اور حقوق بشریت کیا ہیں انھیں صرف ایک بات معلوم تھی۔ حصول دنیا اور اس حصول دنیا کو انھوں نے اپنا مقصد زندگی قرار دے رکھا تھا۔ وہ لوگ وہ تھے جو صرف چند پیسوں میں غویدے جا سکتے تھے بس لے کر انکی فطرت اُن کی فطرت نہیں رہی تھی اُن کے دلوں میں ہمدردی و محبت کا کام بھی نہیں تھا۔ وہ پتھر تھے جس میں جو تک بھی نہیں لگا کر تو۔ ہاں جہاں تک ظاہری حالات کا اندازہ ہے اس لئے تو یہی ظاہر ہوا تھا مگر حقیقتاً وہ اقدار انسانیت اور جذبہ حقیقت کو بھولے نہیں تھے

ایک دوسرے کو تلقین استقامت کرو کر کل کے دن ابتلا و مصیبت کی آزمائش میں وہ مستقل اور غیر متزلزل رہے۔

نرنا نے خیوں میں مائیں اپنے بچوں کو ہمیں اپنے بھائیوں کو اور بیویاں اپنے شوہروں کو ان کے فریضہ عظیم کی طرف متوجہ کر رہی ہیں دیکھو ایسا نہ ہو کہ آقا کی آنکھیں تم کو خاک و غول میں تڑپا دیکھنے کے عوض خود جام شہادت نوش کر لیں تم سب پر واسطے ہو اس شمع رسالت کے اس لئے ۲۔

”شمع گل ہونے سے پہلے کیوں نہ پروانے میں“

اور مرد ۹

اُن کا گردن جھکا ہوا ہے انگلیوں میں تسبیح کے دانے گردش کر رہے ہیں جب ذکر خدا میں متحرک اور قلب آلام و مصائب کی آزمائشوں سے بے خوف ڈالو کے آگے تلواریں دھری ہیں۔

”بیٹھے ہیں سب تہیہ طوفاں کے ہوئے“

صدر میں ایک ایسی ہستی متکلم ہے جسے فرشتہ کے سوا سب کچھ کہہ سکتے ہیں۔ پُر جلال اور پُر نور مقدس اور عادت با مشد قلم ایمان اور تقویٰ کا شہنشاہ اور نگ صداقت اور حق کا تاجدار آنکھوں میں معرفت کا نور جبین پر عشق الہی کی نشانی بڑوں پر عزم و استقلال کی مسکراہٹ انگلیوں میں مجازی تسبیح کا ندھ سے پر مین جا اور سر پر ہاشمی حمامہ — وہ خوب جانتا ہے کہ ہنس پر آج کتنی عظیم اور بلند ذمہ داری ہے۔ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ ہنس کی نظروں کے سامنے جو نقوش تنیدہ گردن بیٹھے ہیں۔ اُن کی جانوں کی حفاظت ہنس کے ذمے ہے وہ سمجھ چکا ہے کہ اُسے جام شہادت نوش کرنا ہے اس لئے وہ چاہتا ہے کہ اپنے ساتھ دوسروں کو بلا کر مین ڈالے ہنس کی اپنی جان صرف خدا کے لئے ہے اور اپنی جان کی حفاظت کے لئے وہ دوسروں کی جانیں لینے کا خواہش مند نہیں ہے وہ انجام سے بھی باخبر ہے۔ اور مقصد شہادت کو بھی اچھی طرح سمجھتا ہے وہ بہت کچھ غور کر چکا ہے اتنا بہت کچھ کہ ہنس کے دشمن بھی انزا خدا نہیں کر سکتے۔ اُس نے اس رات سے بہت پہلے جب اس میدان بلا کا ارادہ کیا تھا تو اپنی ذمہ داریوں کے پیش نظر اُس نے اپنے ہمارے ایوں سے کہا تھا۔

ہیں وقت کی اہمیت اور معاملے کی نزاکت پر غور کرتے کرتے معلوم ہوتا ہے وہ لوگ تھک چکے ہیں اور اب تھک کر شاید وہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں ۲۔

”ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبراہٹیں کیا“

== (۲) ==

ان جاہ و قلب اور رنگ انسانیت انسانوں کے خیوں سے بہت دہ جہاں دنیا کی خنک ہو قلب کو سکون نہ بخش سکے جہاں دوختوں کے سائے آرام نہ پہنچا سکیں وہاں چند چھوٹے بڑے نیچے نصب ہیں جن کی تعداد انگلیوں پر گنی جاسکتی ہے ان خیوں کے گرد خندق ہے جس میں آگ روشن ہے اور اس آگ میں علاوہ دوسری چیزوں کے شمشیروں اور خنجروں کی نیا میں بھی توڑ کر ڈال دی گئی ہیں۔ ان خیوں میں نہ تعیش کسماں ہیں نہ تہقے اور نہ سریتیں ہیں محض تسبیح و تہلیل عبادت و تقویٰ یہاں بھی ایک شاندار خیمہ ہے مگر اس خیمے میں جنگ کو جیت لینے کے منصوبے نہیں ہیں بلکہ پسند و نصحائے تشکر و امتنان ہیں اور دوسرے خیوں میں درندہ صفت سپاہی نہیں ہیں بلکہ ضعیف و کمزور انسان ہیں اور کچھ نیچے ایسے بھی ہیں جن میں عورتیں اور بچے ہیں اور ان سب کے چہرے پیاس سے کھلائے ہوئے اور غمیدہ ہیں۔ آنکھیں شکبار ہیں اور زبان شہول دعا۔ یہاں کی دنیا ہی نئی ہے۔

اُن ذوات ہائے مقدسہ کے پُر نور چہروں پر جو بڑے خیوں میں بیٹھے ہوئے ہیں ہر اس اور خوف کا نشان تک نہیں ہے اُن کے قلوب کی گراہیوں سے صداقت کے طوفاں اُمتڈلتے چلے آ رہے ہیں اُن کے ہر بن سے تسبیح و تہلیل کی آوازیں اس طرح گونج رہی تھیں جیسے کھیروں کے چھتے سے بھجنا ہٹ پیدا ہوتی ہے۔ حصول سلطنت اور طلب دولت کا ذکر بھی اُن کے پاس نہیں ہے مجموعی طور سے اُن خیوں کے کلیوں پر ایک خاص قسم کا اطمینان تھا وہ سب جانتے تھے کہ انھوں نے اس رات کو عارثاً حاصل کیا ہے صرف عبادت کے لئے خدا کی عبادت کے لئے اور کل..... اس کے آگے بہت ہو لٹا کہ قصداً تھے۔ ان کو کرن سوچے اس وقت تو صرف وہ باتیں پیش نظر تھیں جو وقت ہے اُسے غیبت جان کر ذکر خدا میں گزار دو اور آپس میں

یہ تھے وہ مستقل ارادے جن کی مثال دنیا کی تاریخ میں کبھی نہیں مل سکتی اور جن کے ارادوں کو دیکھ کر ہی باقی اسلام کے نو اسے نے اس رات کو اس داری موت میں اتمام حجت کے تمام ذرائع ختم کر کے جنگ کا سودا مول لیا تھا اور آج کی وہ ہولناک رات اُس قیامت خیز دن کا مقدمہ بجیش بنی تھی جس دن میں انسانیت مہانت اور ایمان کو بیخ و بن سے اُکھڑ پھینکنے کے لئے شقاوت اور بے رحمی نے اپنی انتہا کر دی تھی۔ سچ تو ہے۔

مقام شوق تو سے قدسیوں کے بس کا نہیں
نہیں کا کام ہے یہ جن کے جوہلے ہیں زیادہ (اقبال)

نوح

(جناب سید نصیر حسین صاحب اُترنا ہوتا ہے)

شبیر توری ہر ایک ادا میں حق کا بلوا ہوتا ہے
تلوار سے جلد ہوتا ہے یا ناک پہ بھرا ہوتا ہے
صغرا کے مواسب آل نبی ناچا رہا نہ چھوٹ گئے
افسوس بھرا گھر نہرا کا ایک کونہ میں سونا ہوتا ہے
شبیر پہ نرغہ چار طرہ ہر ارض و سما اُتار دے ہیں
پیا س کی بھوک کی شدت میں وہ غائب ہوتا ہے
شہ رخصت ہو کر چلتے ہیں کچھ سوچ کے کھڑک جاتے ہیں
جب خیمہ کا پردہ اُٹھتا ہے محشر کا نونا ہوتا ہے
سقاے سیکھ دریا میں پیاسا ہی رہا مشکیزہ بھرا
خود جان چھڑک کر پانی پر کوثر کو رواں ہوتا ہے
اکبر آخری رخصت کو جب دخل خیمہ ہوتے ہیں
اک شور قیامت اُٹھتا ہے محشر کا نونا ہوتا ہے
میدان کو چلا ہشکل نبی مرنے کی دعا شبیر نے کی
جب پرچی کھا کے گرتا ہے یاں شکر کا سجدہ ہوتا ہے
ہر ہاتھ سے ماتم ہوتا ہے ہر آنکھ سے آنسو بہتے ہیں
حضرت کے نقدق سے یہ آخر الفاظ میں پیدا ہوتا ہے

”خدا کی قسم اگر میں کسی جانور کے سوراخ میں بھی پوشیدہ ہو جاؤں تب بھی یہ مجھ کو ہنس مقام سے بھی باہر نکال لیں گے اور جو چاہتے ہیں وہ کر کے رہیں گے۔ واللہ یہ لوگ مجھ پر وہ سختی و شدت کریں گے جو یہودیوں نے یوم السبت کے متعلق کی تھی۔“

آج پھر اس نے اپنے ساتھیوں کے سامنے آخری بار اپنا خیال ظاہر کر دیا چاہا کہ آئندہ دنیا اُس کو مورد الزام نہ ٹھہرائے۔

”دیکھو کل کا دن میرے لئے سخت ہو لناک ہے اس لئے میں تم لوگوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ کسی اس و امان کی جگہ چلے جاؤ کہ جہاں تمھاری زندگیاں محفوظ ہو جائیں۔“ (اور اگر تم لوگوں کو میرے عزیزوں کا خیال ہو تو)۔ ”تم خود جاتے وقت ایسا کرو کہ تم میرے ہر شخص میرے ایک ایک عزیز کا ہاتھ تمام کو اس کو اپنے ہمراہ چلا کر پھر تم متفرق مقامات میں ہر وقت تک منتشر رہو جب تک کہ تمہیں بنی امیہ کے عذاب سے امان ملے۔ یہ لوگ تو صرف میری جان کے خواہاں ہیں جب یہ مجھے قتل کر چکیں گے تو پھر تمھارے نقاب کی ان کو پرواہ نہ رہے گی۔“

اور جب زبان صداقت نشان خاموش ہوئی تو مجمع پر ایک یحییٰ کن خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ سکوت میں کچھ ایسی بے چینی تھی جس سے عزم و ارادہ کی ہمہ گیری ظاہر ہو رہی تھی۔ چہرے کی کیفیات حساسات قلب کی غماض کو کر رہے تھے۔ اس دلی مقدس نے تمام بیٹنے والوں کی طرف دیکھا وہ سب ایک بھاری چٹان تھے جسے بڑے سے بڑا طوفان بھی متزلزل نہیں کر سکتا۔ وہ سب سد سکندری کی طرح اپنی اپنی نشست گاہوں پر جمے بیٹھے رہے۔ وہ پاکیزہ جذبات جو ان کے دلوں میں بہہ رہے تھے اُسے کون سمجھ سکتا تھا یا کون ہی زبان ان کا نقد کھینچ سکتی تھی۔ علی الترتیب کئی آوازیں بلند ہوئیں۔

”ہم نے ارادہ کیا ہے ہم اس سے نہیں پھر سکتے۔ ایسی ایک زندگی کیا اگر ہمیں ہزار زندگیاں ملیں تو اصول صداقت پر قربان کرنے میں ہم کبھی پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ ہمارا مقصد زندگی کچھ اور ہے موت ہم کو نہیں ڈر سکتی اور وہ زندگی جس میں ہمارے ضمیر کی موت ہو ہم اس کے لئے زندہ نہیں رہ سکتے۔“

شیپارہ دل

== (نواب محمد عباس صاحب طالب صفوی آتش شمس آباد) ==

کہ ہر دنیا و مافیہا سے اب عزم پر افشانی
 طلسمِ عالمِ امکاں ہر دل ہر اور حیرانی
 بنایا طائرِ آزاد کو پابند زندانی
 جلا سے کم نہیں ہوتی ہر آئینے کی حیرانی
 سراپِ دشت کو اک عمر سمجھا آپ حیوانی
 روایت سے کبھی رو کر دیئے حکامِ قرانی
 جسے دل چاہا جھٹلایا پسند آئی تو وہ مانی
 کبھی مطبوع ہر اک جو رو ظلم و جبرِ سلطانی
 کبھی کی وضعِ بلغ کی نئی تفسیرِ قرانی
 کہ سمجھا مہر کو حق دار اور نگِ سلیمانی
 کبھی القائے شیطانی کو سمجھا وحی ربانی

معاذ اللہ میرے عالمِ دل کی پریشانی
 دقائق کی نہ کچھ پروا حقائق سے نہ کچھ مطلب
 دلیلِ عقل نے خضرِ طریقت بسکے بہکایا
 خرد سرگھٹ نہ سکتی تھی دل دیوانہ کی وحشت
 فسونِ سامری پر نطقِ عیسیٰ کا ہوا دھوکا
 درایت پر کبھی ترجیح دی منکر روایت کو
 روایت کو گر پابند رکھا اپنی رائے کا
 کبھی جمہوریت کی آڑ میں منکرِ امامت کا
 کبھی لادِ اختلاف کے منوں میں حجت کی
 کبھی مفضول کو اس طرح دی ترجیحِ فضیل پر
 کبھی اجماع سے نصِ جلی کو رد کیا دل نے

ضلالت پر کبھی دھوکا ہوا ارشد ہدایت کا
ملوکیت کو کہتا ہوں کہ بہتر ہے خلافت سے
خلافت اور ملوکیت میں فرق حق و باطل ہے
ملوکیت میں مضمرفوع انسان کی غلامی ہے
ملوکیت ہر سایہ اصل میں نادر جہنم کا
خلافت کا سہارا نور چشم ثانی ہاروں
ملوکیت کا وارث جانشین تبصر و کسر ہے
وہ خضر نسل انسانی حسین ابن علیؑ یعنی
دبیر ملک حزن و غم شہ قلیم رنج و غم
مثال موسیٰ عمراں مثال عیسیٰ دوراں
عطش پر تیری صدقے کو ٹرو تسنیم کی لہریاں
نفس سے تیرے روشن ہو گئی مشعل ہدایت کی
ترے گھر سے غلاموں کو ملی شاہد کی سدا رہی
محبت تیری اصل میں بھی ہر اور حالت بھی

کبھی غول بیا بانی کو سمجھا خضر انسانی
جہاں گیری کو دیوانے نے سمجھا جہاں بانی
یہ بوہلی وہ سلمانی طاعوتی وہ یزدانی
غلاموں کو خلافت بخشی ہر تاج سلطانی
خلافت در حقیقت پر تو انوار ربانی
ملوکیت کا طیار بدترین نسل سفیانی
خلافت کا علمبردار خضر نسل انسانی
شریعت کو بچانے کا سبب تھی حبکی قربانی
خدیو کشور عزم و امیر انسی و جانی
شریعت تجھ سے جانی اور طریقت تجھ سے بچانی
شہادت پر تری قربان عمر خضر انسانی
قدم سے تیرے چھوٹنے اپنی قدر پہچانی
ترے در سے گداؤں کو ملا دیہم سلطانی
اطاعت تیری واجبے زرے نص قرانی

ترے اسوہ پہ جینا عینِ نشِ اصل ہے
تری جی داریوں سے بڑھ گئی رونقِ شریعت کی
ترے نقشِ قدم پر جان دینا فرضِ کیا نی
تری قربانیوں سے گھٹ گئی ظلمت کی طغیانی
تری خود داریوں نے لاج رکھ لی آدمیت کی
بسم اللہ ترا مداح بھی عالیِ طبیعت ہے
اسے دُھن ہی نہ شاہی کی نہ ہر کچھ فکرِ سلطانی

ہباک اہل دنیا کو ہوس جاہ و حکومت کی
ترا نقشِ قدم ہوا اور ترے طالب کی پیشانی



خان بہادر صدر اشعار جناب سید صدر الاسلام صاحبِ رُکوعِ توالیہ گره

عترتِ احمد ہے قیدِ شام ہے
میہماؤں پر جفائیں نو بہ نو
آئی ہیں سیدانیاں سب بے ردا
اللہ اللہ کر گیا کیا خوب کام
عابد بیمار پہننے بیڑیاں
شہ طلب کرتے ہیں پانی شمر سے
لٹ رہے ہیں خیمہ ہائے شاہ دیں
طشت میں سر حضرت شہید کا
تین پہلو کا وہ تیر حشر ملد
افتلاب اے چرخ اسی کا نام ہے
شام والو کیا یہی اسلام ہے
اور قیامت یہ کہ بزمِ عام ہے
آج تک دنیا میں حشر کا نام ہے
کوئی پوچھے ان پہ کیا الزام ہے
ہاں مگر حجت کا یہ اتمام ہے
شام عاشورہ بھی کیسی شام ہے
بزمِ فاسق اور دُورِ جسام ہے
اور اک بے شیر تشنہ کام ہے

صدر کو کیا ڈر ہو روزِ حشر کا
نفسِ لب پر عشی کا نام ہے

فوج حسینی کا جنرل (علیہ السلام)

(جناب آغا شہر صاحب لکھنؤی)

آخری مذہب اسلام کی حقیقی لڑائی جسے مسیح منوں میں حفاظت کا
کی جنگ کہا جاسکتا ہے معرکہ کربلا میں اس کے نقوش ہر ایسے
معرکہ سے کہیں زیادہ ابھرے ہوئے ملتے ہیں۔

حق پر قند بھی ہے جس کے نتائج پر غور کر لینے کے بدستقلال
بھی اور اپنی سی کر گزرنے کا عزم۔ ہاتھ میں تلوار ہے اور دل میں رحم
مجبوری اور مظلومی کے آخری خط سے جو چیز پیدا ہوتی ہے وہ صبر
ہے۔ کربلا والوں میں وہ بھی مکمل موجود۔ اعوان و انصار دامن گردا
جنگی نقل و حرکت پر آمادہ ہیں۔

ایسے ماحول میں ضرورت و وقت کا یقینی اقتضا ہے کہ اس
مختصر گروہ میں ایک ایسے فرد اکمل کا وجود پایا جائے جو ان
تمام افراد میں جنگی نقطہ نظر سے امتیازات خصوصیت کا حامل ہو
جس طرح ہنس دور میں حکومت کی جانب سے ایسے مواقع پر ایک
نمایاں سپاہی کی ضرورت ہوتی ہے جو تمام امتیازات حربیہ کے
مدارج کامیابی کے ساتھ ملے کئے ہوتا ہے۔ اور اپنے تجربات جنگ
اور ذاتی جلالت سے دوسروں کے جنگی جذبات کو اپنے قابو میں
رکھ سکتا ہے۔

امام عالی مقام کا وجود ایک حاکم روحانی کی حیثیت رکھتا تھا
اور ان کے مطیع فرمان تابین چشم و ابرو کے اشاروں پر چلنے کے
لئے تیار تھے۔ لیکن جس طرح رسول کو غزوات میں علی ابن ابیطالب
ایسے شجاع کی ضرورت تھی جو قدرت کی جانب سے پوری کی گئی۔

اسی طرح امام حسین کو بھی من جانب اللہ ابو الفضل العباس کا مسافر و فو
عطا کیا گیا تھا۔ اگر غور کی نظر ڈالی جائے تو امام حسین کے جد و قار معرکہ کربلا
کا سہرا جناب عباس ہی کے سر پہٹا ہے۔ اور جناب عباس موجود ہیں

میں اپنی انفرادی شخصیت کے تنہا مالک ہیں۔

جنگی نقطہ نظر سے ان پر حسین کے بھائی ہونے کی حیثیت سے کم نظر
پڑتی ہے اور جنگی لیڈر ہونے کی حیثیت سے بہت زیادہ کیونکہ صادق
آل محمد نے جناب عباس کے چار خصائل یہاں فرمائے ہیں ان میں
سب سے پہلے ناقد البصیرۃ کے لقب سے یاد فرمایا ہے اور دوسرا
صلت الایمان۔ پختہ اعتقاد وغیرہ۔

اگر ایک مورخ کے سامنے واقعات کربلا کا نقشہ پیش کیا جائے
تو وہ سب سے قبل اپنی نظریں اس فرد پر دوڑانے لگے گا جس کے زیرِ علم
لڑنے والوں کا گروہ تھا اور ہر پھر کے اس کی نظر عباس ہی کے نام پر
پڑے گی جس نگاہ میں فوجی کمانڈ کرنے کا ملکہ موجود جس کے بازو میں
علم جنگ کا تسمہ آویزاں تھا اور جب اس کے کارنامے جنگی
دیکھ بھال اور ذاتی خط و خال کا نقشہ اس کی نظر سے گزرے گا جو
مجبوراً اسے کنا پڑے گا کہ عباس معرکہ کربلا کا جنرل تھا۔

خاندان بنی ہاشم کے بے بدل سوار مانے (عباس جس کے
فرزند تھے) پہلے ہی سے اہتمام کیا تھا کہ اگر فرزند نہ ہو تو ایسا تو ہو
جو اس متاخر خاندان کے روایات قدیمہ کے برقرار رکھنے والوں
میں کھپ جائے اور اس کی تلوار اسی تلواروں سے دگڑپا کے ایسے
روشن جو ہر پیرا کرے کہ ذوالفقار کی ہر رنگ ہو جائے۔

تھے ہاتھ میں سب نیچ یہ اللہ کے جو ہر

چہرے سے ہو یہ اللہ کے تیرے

جناب فقیر ایسے نصاب قبائلی کی تلاش پھر قبیلہ بنی کلاب کا خاتون
شریۃ الاصل و طبیۃ الولادة جس کا سلسلہ نسب عنایت تک پہنچتا
تھا۔ بھلا اس کے بطن سے شہسوار، شہسب جاعت کیوں نہ پیدا ہوتا اور

منظر اصحاب شافہ کا سچا نمائندہ کیوں نہ ہوتا؟

ہاں تو جناب جناب عباس میں کوئی ایسے ذاتی جوہر تھے جن کی بنا پر انھیں فوجی سینی کے جنرل ہونے کا استحقاق حاصل ہوتا ہے وہ خصوصیات یہ تھیں:-

دارت عمر کے محاذ سے کامل جوان۔ خطہ خال کے محاذ سے قربانی ششم۔ چہرے سے رعب داب کے آثار نمایاں۔ دشمن تعلقا میں دوسروں پر چھا جانے والی شخصیت۔ زیر دست افراد پر جب کوئی نازک دقت آپڑے تو خود بڑھ کے سینہ سپر اور سب سے زیادہ زمانہ قدیم کے محلات جنگ کے محاذ سے قربت قبیلہ قائم رکھنے والا نشان قبیلے میں یعنی علمبردار لشکر۔ باجماع مورخین۔ کان عباسی شمع عباس فی اصحابہ داہل بینہ۔ دوکان و جہا۔ غیور۔ ضرغانات مجاہدین کر بلا میں کسی دوسرے میں یہ امتیازات مشکل سے ملیں گے۔ رہے حضرات علی اکبر قاسم، تیرہ دونوں بقتضائے عراپہ چہروں پر مصومانہ مناظر رکھتے تھے جن میں نظر تارعب داب کے آثار ابھی اپنے ارتقائی منازل طے کر رہے تھے اور فوجی جنگ کے محاذ سے اپنے خاندان کے ایک بچہ کا رجوان کے زیر نظر جس نے اپنے پدر بزرگوار کی آخری لڑائیاں اپنی آنکھوں سے دیکھی تھیں۔ یعنی جنگ صفین و جمل وغیرہ۔

نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لشکر حسینی میں جناب عباس کے سوا کسی اور ایسے فرد کا وجود مفقود تھا جسے حربی ذمہ داریوں کا مرکز بنایا جاسکتا حتیٰ کہ خود امام کا بیعت نام کا جس کا احساس تھا چنانچہ داخلہ کر بلا کے وقت نصب خیم کے مقام کے متعلق بھی جناب عباس ہی سے مشورہ لیا گیا اور انھوں نے احتمال جنگ پر نظر رکھتے ہوئے وہی مقام تجویز کیا جو اول تو نہ فرات کے قریب تھا۔ دوسرے وہاں کی زمین بھی قدرے بلند تھی جس سے تیر اندازوں کو دشمن سے جنگ کرتے وقت سطحی تفوق حاصل رہے۔ یہ نظریوں مل ہو جانا ہے کہ جس وقت حضرت علی اصغر کو امام کا بیعت نام بفرض حصول آب میدان میں اسے لے آئیں ایک بلند مقام پر نمایاں فرمایا تھا معلوم ہوا کہ ایک بلند مقام بھی حسینی لشکر کے دسترس میں تھا۔

حسینی کیمپ میں جنگ کرنے والوں کے لئے جو چیزوں کی ضرورت تھی وہ بہت اختصار کے ساتھ موجود تھیں وجہ یہ تھی کہ سردار قبیلہ جنگ کے

ارادے سے اپنے وطن سے چلا ہی نہیں تھا ورنہ ممکن تھا کہ فوج کی تعداد بھی بڑھ جاتی اور پورا اسلحہ خانہ جناب عباس کی زیر نگرانی موجود ہو جاتا۔ سپرد بھی جس قدر سامان تھا اُسے اچھی حالت میں لڑنے والوں کے پاس دیکھنے کی ذمہ داری تھی تا مگر اسی فساد نظر کے سپرد تھی۔

ممکن ہے کہ یہ شائبہ کا زرا ہو جائے کہ معرکہ کر بلا میں جناب عباس کی جنگی ذمہ داریاں حثیت بڑھ جانے سے وجود امام مظلوم بھی ہوا جاتا ہے ایسا نہیں ہے۔ بزرگ قبیلہ اگر کسی فوجان میں کسی ذمہ داری کی اہلیت دیکھتا تو اُسے اپنے دائرہ عمل میں خود مختاری دیدی جاتی تھی۔ صرف اس طرز عمل پر تو قوت یا بزرگانہ نظر کافی ہوتی تھی اور پھر تابع و تبع کا متحد الادوات ہونا تو ایک بدیہی امر ہے۔

حسین کو عباس کی وفاداری موقع شناسی سپہ گری اور تجربہ کاری پر کافی اعتماد تھا اس لئے جس طرح انھوں نے چاہا نظام جنگ قائم کر دیا۔ احساس تھا کہ ہماری تعداد کم ہے۔ معلوم تھا کہ نتیجہ یہ ہو رہا ہے مگر ہر جنرل نے اپنے مجاہدوں میں ایسی اسپرٹ آخری دم تک قائم رکھی جس میں ناامیدی و شکست کا شائبہ تک نہ تھا جس سپاہی کو دیکھتے ہتاش ہتاش نظر آتا ہے۔ دشمن کی کثرت تعداد سے دل میں ذرا ہراس نہیں۔ ذرا ماتھے پر شکن نہیں لگتی ذرا غم نہیں یہ کیوں؟ یہ اس وجہ سے کہ سمجھ لیا تھا چنانچہ لیا تھا کہ جب تک ہمارا جنرل عباس موجود ہے۔ اصل ذات مقصود (امام حسین) پر پانچ نہیں آسکتی۔ ہم اپنی سی کر جائیں آگے ہمارا جنرل جانے اور اس کی ذمہ داری۔

دشمن سے لڑنے زخم کھائے اور شہید ہو گئے لیکن قدم آگے بڑھ کے پیچھے نہ ہٹا۔ تلوار حماقت حق میں ایک مرتبہ نکل کے پھر نیام میں نہیں گئی۔ روح جم سے جدا ہوتے دقت ایسی نام کو رٹی رہی جس ہمتی کی عظمت جناب عباس نے ان کے دلوں میں بٹھادی تھی۔ یہ اسپرٹ جان دینے والوں میں کیوں پیدا ہوئی؟ صرف اس وجہ سے کہ انھوں نے اطاعت و فرمانبرداری حسین میں ذاتی مثالیں ان کے سامنے پیش کر رکھی تھیں حتیٰ کہ حسین کو حسرت رہی کہ عباس کی آخری سانس سے بچائے "خادم" کے بھائی کی آواز سنائی دے لیکن نہ سنائی دی۔

جس جنرل کا اپنے سے مافوق ہستی کے ساتھ ایسا اطاعت گوارا د

طرز عمل ہو تو خود بھی کے زیرِ فرماں افراد کس طرح اپنے قدمِ جاوہرِ پتلا سے ہٹا سکتے تھے۔

خدا کی ہزاروں رحمتیں جنرل عباس اور اس کا حکم ماننے والوں پر جس نے بقائے دوام میں ابد الابد تک اُن کے ناموں کو بھی اپنے نام کے ہمراہ لے لیا اور خود کو شہید کر بلا میں ایسے ضم ہو گئے کہ بغیر ذکرِ عباس سانچہ کر بلا نامکمل سا معلوم ہوتا ہے اور جنگ کر بلا میں تاریخی اہمیت رکھنے والوں کی فہرست میں ایک فرد کی کمی محسوس ہونے لگتی ہے۔ طرہ یہ کہ جہاں جہاں علمِ حسینی کا وجود پایا جاتا ہے وہاں ایک علمِ عباس کا پایا جانا بھی ناگزیر ہے اور جہاں کہیں جس جس صورت میں مظاہرہ و اقامات شہید کر بلا کی گرما گری ہوئی ہے وہاں قلیل فرات کے متعلق بھی کوئی نہ کوئی شعبہ یادگار ملتا ہے حتیٰ کہ اُن مقامات پر بھی جہاں شیعوں کی آبادی خالی ہے اور عزاداری امام صرف رسمی طور سے ہوتی ہے وہاں بھی خواہ وہ کسی حد تک ہو اس میں جناب عباس کا حصہ بھی ہشتم محرم کو جہادِ لائفک کی حیثیت رکھتا ہے چنانچہ اس وقت میں بند لکھنؤ کی چند ہندو ریاستوں میں عزاداری حسین و یاد آورِ جناب عباس کو حوالہ قلم کرتا ہوں۔

ریاست گوالیار مالیر ریاست کی طرف سے نہایت شاندار مراسم محرم میں آتے ہیں اور ہزاروں درپہ اس ضمن میں خوب ہوتا ہے۔ آٹھویں کو جناب عباس کا علم اٹھتا ہے جس میں اکثر اوقات خود صاحب ریاست کی شرکت عمل میں آتی ہے۔

ریاست دتیا اگرچہ شیعوں کی تعداد بہت مختصر ہے لیکن عزاداری میں سید علیہ السلام کے زیرِ اہتمام علمِ جناب عباس اٹھتا ہے اور کامیابی کے ساتھ موجودہ دیوان ریاست جناب سید عین الدین صاحب بالقابہ کو ذکرِ حسین میں خاص شغف ہے۔

ریاست چرکھاری جب تک سید علی عباس صاحب مرحوم صاحب اقتدار رہے وہ عوام کے محرم مکمل طور سے کرتے تھے اب سید غلام عباس صاحب کے یہاں مجالس وغیرہ ہوتی ہیں اور علمِ جناب عباس بھی سجایا جاتا ہے۔

یہاں بھی شیعہ خال خال ہیں لیکن کچھ مہتمما **ریاست دھولپور** مرحوم کی اولاد میں پنجو جان صاحب کے یہاں اچھی خاصی عزاداری ہوتی ہے۔ اور علمِ عباس بھی نہایت شان سے نکلتا ہے۔ رئیس وقت اکثر اوقات اس مجلس میں شرکت کرتے ہیں۔ **ریاست چترپور** ریاست ٹیکم گڑھ اور پٹنہ میں دو ایک غریب شیعہ ہیں لیکن برادرانِ ایمانی نسبتاً زیادہ تعزیہ داری تو کرتے ہیں لیکن علمِ خصوصی نہیں نکالا جاتا۔

جھانسی میں چند سال سے انجن عباسیہ کی جانب سے علمِ جناب عباس اٹھتا ہے اور معمول تعداد شیعوں کی ہمراہ ہوتی ہے۔

از غفلت رئیس باورضویہ بنت — **نوحہ** شہید حسین رضوی ہدایتِ نیاں لکھنؤ

زینب کا دشت میں ہی رورو کے تھا بیاں
اکبر بتاؤ سینے پہ برچھی لگی کہاں
کیا بیخبر ہو نیند میں دسواں ہے مجھے
زخمِ جگر سے خون کی ندی ہو اک رواں
ارمان تھا کہ بیاہر چاتی یہ دلفگار
جوڑا شہانا موت نے پہنایا میری جاں
صفرانے خط میں لکھا ہے لینے کو تم نہ آئے
اب ہے قریب مرگ یہ بیمار نیم جاں
جلتی زمین ہے زخمِ جگر میں نہ ہو جلن
آؤ جگر کے زخم کو ماں دھوئے میری جاں
بھگی ابھی مسیں تھیں کہ موت آگئی تھیں
دو لہا بنانے کی تھیں حسرت تھی میری جاں
پانی کو تیرے پانی پلایا نہ وقتِ ذبح
گردن کٹائے نہیں پڑے ہیں وہ خستہ جاں
پانی دیا نہ اصفیٰ تشنہ دہن کو آہ
پیکاں گلے پہ کھا کے گیا خلدِ نیم جاں
کیا لکھے حالِ گیسوؤں والے کا اب ریش
جو کر بلا کے دشت میں سوتا ہے نوجواں

شیعیان کو فہ کی سفر و مشیاں

ایک زیر تصنیف مرثیہ کے چند بند

شاعر آل محمد جناب سیم ہر وہوی

حاصل جو فطرت بشری پر ہوئی ظفر □ بولے غلام سے یہ حبیب ملک سیر
 راہ و فایں اب مجھے درپیش ہو سفر □ جا اور بروں شہر مرا انتظار رکھ
 پنچوں گا جب میں خدمت مولا میں دور سے
 تیرا سلام عرض کروں گا حضور سے
 سُنکر رہ ولا کے مسافر کا یہ کلام □ گھوڑے پہ زین کس کے روانہ ہو غلام
 نزدیک باب شہر پہنچ کر قریب شام □ آقا کے انتظار میں ٹھہرا وہ نیک نام
 شوق سفر جو منزلِ بیم ورجا میں تھا
 آنکھیں لگی تھیں راہ میں دل کربلا میں تھا
 آقا کے انتظار میں ہونے لگی جو دیر □ بولا فرس سے بیشہ ہر وہ و فاکا شیر
 میں بھی خدا کی راہ میں ہوں زندگی سے سیر □ رہتے نہیں کسی کے سہارے کبھی دیر
 تبدیل ہو گئی ہے جو نیت حبیب کی
 جاؤں گا میں مدد کو امام غریب کی
 کھا کھا کے پیچ و تاب یہ کہتا تھا وہ غریب □ ناگاہ آئے مثل صبا مسلّم و حبیب
 سُن لی جو گفتگوئے غلام و فانا نصیب □ شاہ کھ کے رونے لگا شاہ کا حبیب
 بڑھکر کہا کہ سبط نبی کا فدائی ہے
 تو آج سے غلام نہیں میرا بھائی ہے
 قدموں پہ سر کو رکھ کے پکارا وہ با و فانا □ عاصی ہوں سو رتن کی مجھے دیجئے سزا
 بولے کہ دیر ہم سے ہوئی تیری کیا خطا □ لے الوداع جاتے ہیں ہم تو بھی گھر کو جا
 کی عرض میں تو جاؤں گا پھر کہ نہ راہ سے
 اب تو سنانی آئے گی گھر قتل گاہ سے

سُکر کلامِ عبد و نادار و ذی ہم □ خادم کو ساتھ لیکے مجاہد چلے ہم
 تاریخی نے زمیں کے ورق پر کیا رقم □ اب اعتراض کرنے کے شیعوں پہ ہے ستم
 جن کو دلا تھی فاطمہ کے نور عین کی
 چھپ چھپ کے یوں گئے ہیں مدد کو حسین کی
 زنداں میں جو اسیر تھے اُن کا گلہ ہی کیا □ جو بیچ گئے تھے قید سے جا کر ہوئے فدا
 قدرت کے باوجود نہ پہنچے جو کر بلا □ ان کو کہے گا دوست کوئی اہل دل بھلا
 قاتل پہ لعن کہنے میں کیا ہم کو باک ہے
 یوسف کی طرح شیعوں کا دامن تو پاک ہے

= حیاتِ دوام =

(رضا انصاری از دہلی)

ہم زندگی کی چاہ تو دلدار زندگی	لے کر بلا سے درس طلبگار زندگی
سُن کر بلا کے حلقِ بریدہ کی یہ صدا	مرجانا سیکھ ہے جو طلبگار زندگی
اس طرح مرکہ موت ہو پروانہ حیات	دارِ فنا ہو تیسکے لئے دارِ زندگی
کر زندگی کے واسطے مٹنے کی جستجو	مٹتے ہیں زیرِ خاک ہی آثارِ زندگی
چاہے تو نقدِ جاں سے حیاتِ دوام لے	ہر ذرہ کر بلا کا ہم بازِ زندگی
پھل ہے یہ نامِ زندہ ولی اُنکی موت کا	سینچا جنھوں نے خون سر گلزارِ زندگی
منزل کی آرزو ہو تو کانٹوں میں چلے دیکھ	زمینِ اعبا سے پوچھ لے رفتارِ زندگی

مزارِ رضا جو عزم پہ جینا سکھا گیا
 سوتا ہے کر بلا میں وہ غمخوارِ زندگی

دنیا کا منتظر ابلیحی

(از جناب بیباک ماہلی)

اسلام کو دنیا میں شکن جو اب دینے پر آمادہ ہے۔ ان کی رشتہ رسانی ہے کہ کوئی کہہ کی ہلائی نکھائی یزیدی دخل اندازی وہ کسی قیمت پر بھی گوارا نہ کریں گے۔

== (۲) ==

قاعدہ ہے کہ شریک رو میں وقت و موقع کی منتظر رہتی ہیں۔ وہ ظلم و تشدد کی فراوانی سے شہر دہ کو قتل ادوا آبادیوں کو دیر ان دیکھنے کی تمہنی پائی جاتی ہیں ان کے محبوب ترین افکار خیالات فریب کارانہ و فتنہ انگیزانہ لباس پہنکر میدان وجود میں آتے ہیں اور اپنے مل و محرکات سے پیچ و مسلسل سہر کو شمش میں ہتے ہیں کہ دسٹ انسانیت فنا ہو کر رہ جائے اور ایمان و ضمیر کا سودا سونے کے سفر بھگدوں پر کرنے کی عادی دنیا ہو جائے چنانچہ اہل کوفہ کی یہ حالت دیکھ کر کہ لوگ حق کا ساتھ دینے کے لئے جو ق در جو ق مباہلہ حضرت مسلمؑ کرتے جاتے ہیں عبد اللہ بن مسلم خضریٰ عمارہ بن ولید اور عمر بن سعد بن دقاص نے یکے بادیگر سے یزید کو درود مسلم و مباہلہ اہل کوفہ کے واقعات لکھ بھیجے یزید نے ان حالات سے مطلع ہو کر سر جو ن روی کو بلایا اور کہنے لگا۔

یزید۔ بڑا غضب ہو گیا!

دوی۔ جہاں پناہ خیر تو ہے؟

یزید۔ خیر کیا ہے۔ حسین بن علیؑ نے خروج کر دیا۔ حکومت کو غم ہاتھ سے جا پا جاتی ہے۔

دوی۔ کیونکر

یزید۔ حسینؑ کا بھائی مسلم بن عقیل وہاں پہنچ گیا اور اٹھارہ ہزار آدمیوں

نواسہ سول کا سر فردش قاصد خط پارتے ہی اپنی خوبی قسمت پر ماہ سے خوشی کے باغ باغ ہو گیا اور بس کے دل میں عزائم کا ایک دریا بہر میں لینے لگا۔ کیا عجب جو انھوں نے خیال کیا ہو کہ آقا حسینؑ مدینہ منورہ سے حبشہ کی کسی کے ساتھ نکلے ہیں اور کا مظر میں ان کے لئے جو شورش و فساد دہائیں (قاتل مہاجروں کے لباس میں پوشیدہ ہیں) کو نہ کہ قاتل دارانہ اطاعت پس کا نعم البدل ثابت ہو بس لئے منزل پر منزل طے کرتے ہوئے کوفہ میں داخل ہوئے۔ داد بخدا میں ٹھہرے۔

جب لوگوں نے ان کے آنے کی خبر پائی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت مسلمؑ نے امام حسینؑ کا خط پڑھ کر سنایا۔ لوگوں نے عاشق کا فرہ بلند کیا۔ ایک جماعت کثیر نے اظہار اطاعت کیا اور کوفہ کی جماعت کثیرہ دائرہ بیعت میں داخل ہوئی۔ جناب حضرت مسلمؑ مطمئن ہو گئے۔ ان کو کیا معلوم تھا کہ بس وعدہ کے پردہ میں یو فائی اور عداوت کی آوازیں پوشیدہ ہیں۔ وہ ایک حامی حق کے ابلیحی تھے صدیقوں کی گود میں پرورش پائی تھی۔ صادق الوعد گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کی صحبتوں سے دن رات فیض اٹھایا تھا حقیقی مسلمان تھے اپنی فطری شرافت کے باعث ہر انسان کے اخلاق کا مطالعہ اپنے ضمیر کی آنکھوں سے کرنے کے عادی تھے پس لئے جھوٹے وعدوں پر اکتفا کر لینا ان کی نیک فیت کا موثر و در دار امان تھا۔ آقا حسینؑ کو لکھ یا کہ اب تک اٹھارہ ہزار جنگی جوان بیعت کر چکے ہیں اور اہل کوفہ کی رغبت بڑھتی جاتی ہے۔ لہذا جس وقت خاطر مبارک میں آئے تشریف لائے پھر ان کا بگڑہ آپ کی آنکھ کے ہر سہ پر حق و ایمان کو اپنی آغوش میں لینے کے لئے تیار ہے اور ہر دشمن دین

نے ہنس کی بیعت کر لی۔

رومی۔ ہنس رفتار سے تو چند دنوں میں حسینؑ کے پاس ایک ہزار لشکر پہنچا کر
 بڑید۔ ہنس میں کیا شک ہے۔

رومی۔ معلوم نہیں نعمان بن بشیر حاکم کو فہ کیا کرتا ہے جو مسلم قبیلہ
 کامیاب ہو رہے ہیں۔

بڑید۔ وہ ایک کمزور خیال کا آدمی ہے ہنس میں سیاسی فریبکاریاں
 نہیں ہیں دیکھو یہ کوفہ کے خطوط ہیں جو خیر خواہان سلطنت نے
 لکھے ہیں (خط پھینک دیتا ہے)

رومی۔ (خط پڑھ کر) آٹ! چند دنوں میں کوفہ کی یہ حالت ہو گئی۔
 بڑید۔ پھر کیا ہونا چاہیئے؟

رومی۔ جہاں پناہ! ایسے ماحول میں کسی ایسے سخت دل ستم کش
 بے رحم اور جو رو جفا و مکر و فریب کے پتلے کو وہاں کا حاکم مقرر
 کرنا چاہیئے جس کے پونچھتے ہی کوفہ میں ایک طرف بے اطمینانی پریشانی
 جبر و تشدد ظلم و تعدی کا سیلاب اُٹھ اٹھے۔ دوسری طرف
 انعام و اکرام کی ترغیب و تحریص سے ملت فردشی کا ہانڈا گرم ہو جائے
 یقین ہے کہ ایسی صورت میں نتیجہ خاطر خواہ نکل آئے گا لوگ مسلم
 سے بھر جائیں گے کیونکہ وہاں زور و جاگیر کا نام تک نہیں ہے۔

بڑید۔ اچھا تیری رائے میں کسے بھیجنا چاہیئے؟

رومی۔ مجھے ہنس کام کے لئے عبداللہ بن زیاد سے اچھا کوئی اور نظر نہیں
 آتا۔ کیونکہ امیر معاویہ نے اس جوڑ توڑ کے لئے اور ایسے ہی صد ترقوں
 کا امداد کے لئے زیاد سے عز و زور کا رشتہ قائم کیا تھا اس لئے اس کے
 بیٹے کو لکھا جائے کہ جو توقع امیر معاویہ کو تیرے باپ سے تھی بھائی عبداللہ
 وہی تجھ کو تم سے ہے۔ اولاد ملی کی بیچ کئی کے لئے تم سے اچھا میرے پاس
 کوئی نہیں ہے لہذا تم فوراً کوفہ کی گورنری قبول کر کے ہنس فتنہ و فساد کو
 فرو کر دو جو حسینؑ کے قاصد مسلم نے وہاں برپا کر رکھا ہے اور مسلم کا سر
 کاٹ کر میرے پاس بھیج دو۔

بڑید۔ رومی ٹھیک اور بالکل ٹھیک، لہذا جلدی کرو۔

رومی۔ ابھی ابھی!

غرض فوراً نامہ پر طلب ہوا۔ عبداللہ بن زیاد کے نام کو فہ کی گونڈی

کا زبان لکھا گیا۔ فرمان کے پاس تھے ہی حکومت کو فہ کی خوشی میں ابن زیاد
 ایسا مسرور ہوا کہ اسی وقت بصرہ کی حکومت اپنے بھائی عثمان کے سپرد
 کر کے چل کھڑا ہوا اور بجزازی لباس میں رات کے وقت کوفہ میں اس
 عنوان سے داخل ہوا کہ لوگوں کو حسین علیہ السلام کے آنے کا دھوکا ہو گیا
 لوگ استقبال کے ساتھ ساتھ سلام سنت سلام کی نذریں گزارنے اور
 کہنے کہ اسے! فرزند رسول خدا! مر جیو! آپ خوب آئے۔ ابن زیاد
 بجز سلام کے اور زبان سے کچھ نہ کہتا۔ حتیٰ کہ دارالامارہ تک پہنچ گیا۔
 نعمان بن بشیر حاکم کو فہ پہلے تو دروازہ بند کر کے اوپر چڑھ گیا اور
 کہنے لگا کہ اے فرزند رسول! یہاں کیسے فتنہ مچا رہے ہیں۔ آپ ہنس
 شہر کو بڑید سے نہیں لے سکتے۔ ہنس وقت آپ کسی اور جگہ جا کر قیام
 کیجئے صبح جو کچھ ہونا ہو گا ہو جائے گا جسے سن کر فی نعمان کو دشنام
 دیتے اور کہتے کہ تو فرزند پیغمبر کے لئے دروازہ نہیں کھولتا کھول دے
 لیکن جب مسلم بن عمرو یاہلی کی زبانی معلوم ہو گیا کہ عبداللہ بن زیاد ہے۔
 نعمان نے دروازہ کھول دیا اور کوفہ کی جماعت منتشر ہو گئی۔

ابن زیاد تمام رات غیظ و غضب میں رہا۔ کسی سے کلام تک کیا
 صبح ہوئی تو لوگوں کو چیم کر کے کہنے لگا۔ کو فیو! یاد رکھو اگر بڑید کے
 خلاف تلوار انعام سے نکالی تو ہنس کی موت کے خفاں اُٹھانے کے لئے
 شاہی نو میں بلائی جائیں گی۔ جن کی تیغ آزمائش اور ی کے جہر کو فیوں سے
 پوشیدہ نہیں ہیں۔ میں مطلق العنان حاکم کی حیثیت سے کوفہ کے
 سیاہ و سپید کا مالک بن کر آیا ہوں۔ میں اپنے وقار میں اغیار کا
 اثر و سرخ دیکھنے سے پہلے کہ فہ کے ایوانوں کو شعلہ خاکستر کا لباس
 پہنا دوں گا اور اگر تم اپنی بساط پر قائم رہو، میری مائیکلڈ مرداریوں
 کو نہ نظر رکھا کیجئے مسلم کے برائے ہوئے نند و فساد کے فرد کو فہ
 میں مدد دے تو تم اپنے ایک طرف اثر فیوں کی بارش اور دوسری طرف
 انعام و اکرام و جاگیر کا سرگرمیاں بن کر رہو گے۔

== (۳) ==

حضرت مسلمؑ ابھی زیاد کے کہنے کی خبر پا کر دارالہمار سے نکل کر
 ہائی میں سرورہ کہ اس دعا نیت میں چلے گئے۔ اور ابن زیاد اپنے انوائس
 پر سے کہنے کے لئے میلہ دکر سے کام لینے لگا اور تمام کوفہ میں جا موس

حضرت ہانی - خدا کی قسم اگر تو مجھ پر توہین حقوت بعد از کے تہی
میں حضرت مسلم کا پتہ نہ دوں گا۔ کیا تجھے سلام نہیں کہ جب سے میری
حبت اہل بیت کی راہ میں قدم رکھا تمام دنیا کی مخلیق اپنے اوپر
گو ادا کر لیں۔

ابن زیاد - پانچ سو کوڑے لگاؤ (ہانی بیہوش ہو گئے)

حاضرین - اے ابن زیاد یہ صحابی رسول ہیں انھیں لکڑیوں سے
کھول کر نیچے اُتارنے کا حکم دے ورنہ.....
راوی - چنانچہ ہانی نیچے اُتارے گئے اور بعض رعایتوں سے ہی وقت
ان کا انتقال ہو گیا۔

(دوسرے شہادت پر خائف ہو گئے)

== (۴۴) ==

حییٰ کا جان نثار اہل بیعت کا شیر جن کی دگوں میں ہاشمی خون
بھرا ہوا تھا۔ ہانی کی شہادت کے بعد ضیاء کے سارے گمیت کو
جنس ہوئی فدا اپنے بچوں کو قاضی شریک کے یہاں بیچ کر گھر سے
باہر نکل آیا۔ ہوا خواہوں کو اطلاع دی اور ہسین ہزار آدمیوں
کو لیکر قسرات کو گھیر لیا ابن زیاد محصور ہو گیا۔ قریب تھا کہ مسلم
کا لشکر قصر پر قبضہ کر لے کہ ابن زیاد نے دوڑ کر کچھ بن شہاب اور
محمد بن اشعث و شمر بن زید بن اشعث بن دہی سے کہا کہ قصر پر
چڑھ کر اہل کو فہ کو خوف کو دہانہ کو فہ ہاتھ سے جا رہا ہے۔ یہ لوگ
بالائے بام گئے اندر کھنڈے گئے۔

اُسے کو فیوہد یکو شام کا شکر دم بدم پہنچتا جا رہا ہے فوج
کا سبیل ہے کہ بڑھتی جاتی ہے۔ امیر نے حکم دیا ہے کہ اگر تم لڑائی سے
باز نہ رہو گے تو سارا شہر فشو کے ڈیر سے اٹ جائے گا۔ خون کا
ندیاں جو جیں مارتی دکھائی دیں گی۔ سیکڑوں بچے ماؤں کی گودیوں
میں میٹھی نیزہ سٹا دیئے جائیں گے۔ ہزاروں فوجیوں کے سر صحن مسلم کا
ساتھ دینے کا وجہ سے دھڑ سے جدا کر دیئے جائیں گے۔ کوئی کھانسی
جالت پر دھننے والا باقی نہ رہے گا۔ بے گورد کفن قشیدہ زبان حال
کو بیوں کا ماتم کریں گی اور کیا تمہیں ہے جو کہ جیسے عظیم اٹان شہر
میں حکم نریہ سے ایسی آگ لگادی جائے کہ نہ ہو اسے اڑنے والی

پھیلا کر انسانیت سوز عمل جاری کر دیئے۔ جب دیکھا کہ اب بھی مسلم کے
حواریوں کی اعتقادیت اختلاف خاصیت کاؤخ اختیار نہیں کرتی
تو اپنے غلام معقل کی فریب کاریوں سے مسلم کا پتہ لگا کر محمد بن شہب
اور ہسین خادجہ کے وسیلہ سے حضرت ہانی کو بلا کر کھنڈے لگا۔
تین تیری حیات چاہتا ہوں اور تو میرے قتل کا ارادہ رکھتا ہے۔

حضرت ہانی - مجھ سے کوئی خطا تو نے ایسی دیکھی؟

ابن زیاد - اس سے زیادہ اندک کیا خطا ہو گی کہ تو مسلم بن معقل کو اپنے
یہاں رکھے ہوئے ہے اور پوچھتا ہے کہ کوئی خطا دیکھی۔
حضرت ہانی - یہ غلط ہے۔

ابن زیاد - معقل موجود ہے پوچھ لو۔

حضرت ہانی - میں نے ٹھہرایا نہیں، بلایا نہیں، بلکہ وہ خود بلا اطلاع
شب میں میرے یہاں آئے میری حیاتی اجازت نہ دی کہ میں انھیں
نکال دوں۔ اب جا کر نکال دوں گا۔

ابن زیاد - نہیں، انھیں میرے پاس حاضر کرنا ہو گا اور جب تک
حاضر نہ ہو گئے میں جانے نہ دوں گا۔

حضرت ہانی - یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا کہ جسے میں نے پناہ دی اسے
دشمن کے حوالے کر دوں۔

ابن زیاد - انھیں ایسا کرنا ہو گا۔

حضرت ہانی - یہ ہرگز نہیں ہو سکتا (یہاں تک کہ بات بڑھ گئی ابن زیاد
نے حضرت ہانی کو مجروح کر دیا جسے دیکھ کر اسام بن خادجہ کھنڈے گئے)

اسام بن خادجہ - اے خداوند میرے کہنے سے ہم ہانی کو کائے توان کے
صحن فداوی سے پیش آیا تیری یہ کیا حرکت ہے؟

ابن زیاد - اسما کہ اس قدر زور کہ کو کہ زندہ نہ بچے۔ پھر ہانی
سے مخاطب ہو کر۔

اے ہانی! تم اپنی جان کو دوست رکھتے ہو یا مسلم کی؟

حضرت ہانی - مجھ جیسی ہزار جانیں حضرت مسلم پر فدا ہیں۔

ابن زیاد - انھیں برہنہ کر کے تانے پانے لگاؤ۔

(لوٹشی برس کے ضیعت: سر صحابی رسول پیدا دی تار پائے)
تھرچوں سے بندہ ہوا کہ مسلم کو لاؤ تو پھر دوں۔

راکھ ہی کر رہ جائے گی۔

پھر کیا تھا بے وفا کو فی زہد کی طرف جھک گئے ہوں کے خوف نے
ہلائے ناگہانی بنکر حواس باختہ کر دیا۔ وہ ان بلاؤں سے بچنے کے لئے
بھاگ نکلے۔ حضرت مسلم نے مذکور دیکھا تو اپنے آپ کو تنہا پایا بہت
مضطرب ہوئے ارادہ جنگ فسخ کر کے شہر کے گلی کوچوں میں سرگردا
پھرنے لگے۔ جائے امن ملتی نہ دیکھ کر ایک ضعیف سے جو وہ واڑہ پر کھڑی
مٹی سلام کے بعد پانی مانگا اور پانی پی کر اسی جگہ بیٹھ گئے۔

ضعیف۔ یہ شہر پر آشوب ہو رہا ہے اور رات زیادہ گزر گئی۔

مسلم۔ پھر؟

ضعیف۔ تم اپنے گھر کیوں نہیں جاتے؟

حضرت مسلم۔ میں غریب الوطن ہوں۔

ضعیف۔ کہاں کے رہنے والے ہو؟

حضرت مسلم۔ مدینہ کا۔

ضعیف۔ مدینہ کے کس محلہ کے رہنے والے ہو؟

حضرت مسلم۔ بنی ہاشم۔

ضعیف۔ کس خاندان سے تعلق رکھتے ہو؟

حضرت مسلم۔ شریف خاندان سے۔ اگر تم مجھے اپنے گھر میں جگہ دے
تو خدا تجھے اس کی جزا آخرت میں عطا کرے گا۔

ضعیف۔ تمہارا نام و نسب کیا ہے؟

حضرت مسلم۔ مجھے مسلم بن عقیل کہتے ہیں۔

یہ سنتے ہی ضعیف اذیاد محبت و مسرت سے بے چین ہو گئی
اور قدموں کو آنکھوں سے لگا کر کہنے لگی آپ شوق سے چلے اور میرے
گھر رہاں ہو جائیے۔ خدا کرے کہ آپ کا آنا میرے لئے مبارک ہو۔

== (۵) ==

رات گزر چکی ہے صبح کے آثار نمودار ہیں حسین علیہ السلام کا
ایلی ابھی فریضہ سحری میں مشغول ہے کہ ابن زیاد بد نہاد نے تین ہزار
سواروں کی جمیعت محمد ابن اشعث کی ماتحتی میں گرفتاری کے لئے یحجدی
پہنچا ہوا اس لئے کہ لوہے کے (راکے) نے صبح ہونے سے پہلے ہی ابھی
کو خبر کر دی کہ مسلم میرے گھر میں روپوش ہیں۔

غرض حضرت مسلم گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنتے ہی فوراً
ہتھیار لگا کر باہر نکل آئے اور فوجوں کو آمادہ پیکار دیکھ کر شیرازہ
حملہ شروع کر دیا چند حملوں میں ابن زیاد کی فوجیں تتر بتر ہو گئیں
کئی کو اپنے سرو پیر کا ہوش نہ رہا بھاگ بھاگ کاغل ہو گیا۔ محمد ابن
اشعث نے اہل ملک مانگی جسے شکر ابن زیاد نے کمایا بھاگ تین ہزار
جنگی آدمیوں کے دینے کے بعد محمد ابن اشعث سے ایک شخص گرفتار
نہیں کیا جاتا جس کا جواب محمد ابن اشعث نے یہ دیا کہ ابن زیاد سے
کمد و کرہس نے مجھے کسی بقال کی گرفتاری کے لئے نہیں بھیجا ہے بلکہ
بہذا ایسے شیر بر کے مقابلہ کو بھیجا ہے جو اپنی تیغ انتقام سے بڑے
بڑے بہادروں کے خون گراتا ہے اور جس کے بزرگوں کی تیغ نے
مرحوب و معتر کو فنا کے گھاٹ اتار دیا۔ خیر کا در ہلا دیا۔ صفین کا
جنگ میں شام کی فوجوں کے چٹکے چھڑا دیئے اور امیر شام سے
بجز مکر و فریب کے کچھ نہ بن آئی۔

چنانچہ جب کچھ چاہو کار نظر نہ آیا تو اشعث کے سپاہیوں نے
کوٹھوں پر چڑھ کر پتھر پھینکنا شروع کر دیئے اور اس قدر ہرج و مرج
کیا کہ حضرت مکہ کی طرف رخ کر کے کہنے لگے۔ آئے ابن رسول اللہ
کچھ آپ کو اپنے پسر عم کی بھی خبر ہے کہ اس پر کیا گز رہا ہے خیر و اہم
میں سب گواہا ہے۔ پھر دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اب کیا تھا کوئی
بھڑیٹے ٹوٹ پڑے اور نیرزد و تلوار سے گھاٹل کر کے ابن زیاد کے
پاس لائے۔ اس وقت ابن زیاد تخت پر بیٹھا تھا۔ حضرت مسلم نے
اسے سلام نہ کیا جسے دیکھ کر ایک درباری کہہ اٹھا۔
درواہی۔ تم نے امیر کو سلام نہیں کیا۔

حضرت مسلم۔ اوزر و سیم کے غلام۔ دنیا کے کتے خاموش! میرا
امیر و مالک! امیر آقا راکب و دشمن رسول و جنگ گوشہ علی و بتول
ہے۔ اہل دل و اہل ایمان کے نزدیک آج دنیا میں اس کے سوا کوئی
امیر نہیں میں ان دنیا کے ذلیل کتوں کو سلام نہیں کرتا۔
ابن زیاد۔ تم سے سلام کہانا تو نہایت آسان ہے بشرطیکہ سلام نہ
کرنے کے جرم کی سزا سزا کے موت سنائی جائے۔

حضرت مسلم۔ اور مردود تجھ سا گنہگار البتہ موت کو قابل ہر اس شے

کئے جانے والوں کو عبرت ہو اور وہ قارحکومت کا باعث ہو۔

حضرت مسلم (عمر ابن سعد سے چند وصیتوں کے بعد بالائے بام پونچ کر جانب مکہ رخ کر کے کہنے لگے) "اے رسول اللہ کے پیارے فرزند آپ پر سلام ہو۔ فاطمہ کی گود کے پالے سلام قبول ہو علیؑ کے دل بند میرا آخری سلام لینا۔ آنکھیں زیادت کو ترس رہی ہیں۔ دل شوق زیارت سے لرز رہا ہے مگر مولا آپ کے اچلی پر زوال آگیا سر پر شمشیر ظلم لٹک رہی ہے۔ کیسے حق خدمت ادا کروں۔ ہر شاعر سر ہاتھوں پر لئے کھڑا ہوں۔ یہ پہلی نذر قبول ہو۔ آقا آپ کی بہن کی امانت دو گدو اور ماہوش گیسوؤں والے زعفران اعدا میں چھوڑے جاتا ہوں۔ انھیں کلبہ سے دیکھا بھی نہیں۔ کیا جانے کہاں ہیں اور کیسے ہیں؟ پانی دانہ ملایا نہیں۔ اللہ کے بعد انھیں آپ کے حوالے کرتا ہوں آئندہ ان کی تقدیر اپنے خیال سے تو ایسے تو غلام ہوں تو آپ کے قدموں پر نثار کرنے کو تیار ہوں۔

اشہد ان لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ"

کہ یکایک بکر کا بھر پور ہاتھ پس پشت سے آپ کی گردن پر پڑ گیا۔

نصیر کرتا ہے مگر ہم جاں نثار حسین کے لئے وہ ایک تماشا اور ہمارے بچوں کے لئے ایک کھیل ہے۔

ابن زیاد۔ مگر بھاری موت کا باعث تو وہ فتنہ و فساد ہو گا جسے تم نے اجماع امت میں خلل ڈال کر عیت کو فہ کو خلیفہ وقت سے باغی بنا دیا۔ حضرت مسلم۔ یہ افترا ہے بہتان ہے کذب ہے کیونکہ علیؑ کا حق خلافت حسین کے لئے اس طرح یقینی ہے جیسے آج کے بعد کل۔ رہا میرے قتل کا بہانہ اس کے لئے بھی کیا کم ہے کہ میں نسل بنی ہاشم سے ہوں۔ حسین کا بھائی۔ عقیل کا بیٹا اور ہس کا قاصد ہوں جو وراثت سے قانون سے لیاقت سے انتخاب سے اور خدا و رسول خدا کے حکم سے دین و دنیا دونوں کا اس وقت بادشاہ ہے اور تیری رعایا ہے یہ سمجھ کر اسے بلایا تھا کہ معاویہ کی خلافت کے لئے کوئی اجماع نہیں ہوا ہس نے دغا بازی سے وصی رسول کی خلافت چھین لی۔ جسے معاویہ و زید و تویسرا باپ سب جانتے تھے تیسرا باپ بھی معاویہ کا فتنہ فساد میں ویسا ہی طرفدار رہا جیسا کہ آج تو زید کا ہے میرے نزدیک معاویہ و زید اسلام کے دشمن فاسق و فاجر اور ہواد ہوس کے بندے ہیں اور تو ان کا سونے کی زنجیروں کا جکڑا ہوا کتا ہے۔ ابن زیاد۔ مسلم ابن عقیل کیا اس سخت کلائی کے یہ معنی نہیں ہیں کہ قتل سے پہلے بھاری زبان قطع کر لی جائے۔

حضرت مسلم۔ قتل ہونے تک تو تجھ جیسے حیلہ ساز کے پاس میرے جرائم کی ایک کمن فرست تیار ہو جائے گی کیونکہ پہلا جرم سلام کو دو سرانفادت تیسرا سخت کلائی جو فتنہ اور کچھ ہو رہے گا۔ ابن زیاد۔ اچھا میں تمھیں ہس طرح قتل کروں گا جیسے آجنگ کوئی قتل نہیں ہوا۔

حضرت مسلم۔ بہتر خوب جو طریقہ تیرے نفس دل میں آئے اس سے قبل مجھ سے اچھے بہت سے بندے تجھ سے بدتر آدمیوں کے ہاتھ قتل ہو چکے ہیں۔

ابن زیاد۔ (بکر بن عمران سے) چونکہ ان کی زبان درازیاں حد سے متجاوز ہو گئیں۔ لہذا سفوف بام پر لیجا کر سکاٹ ڈال دیا جس کو نیچے پھینک دو پھر گلی گلی تشہیر کر کے دروازہ بن سعد پر ٹھکا دو تاکہ

ہم تمھارے ہیں

(خواجہ اسد اللہ صاحب)

نزع میں ان سے یہ اشارے ہیں

آپ نہ ہمارے ماہ پائے ہیں

موت منظور ہے یہ کہہ دیجئے

تم ہمارے ہو ہم تمھارے ہیں

سقائے سکینہ شریف جعفر طیار

== (جناب سید احمد علی خاں صاحب احمد ریٹائرڈ ویٹری کلکٹر پٹنہ) ==

چشم شمع در خواب ز رستم شدہ دوچار
بودہ بہ مکر تیغ شرر بار حمل
چوں دیو زودہ گام دزدین گفتہ تر قید
دزخیرہ سری لاف شجاعت زدہ آن گرد
گفتم کہ چرا ایں ہمہ بے جا تو زنی حرف
یک کار نمایان تو بد کشتن سراب
شاید ز ہمیں قتل پسراے یل خود سر
گفتہ کہ منم فخر زمانہ یہ شجاعت
گفتم توئی مغر در چہ بر گفتہ شاعر
آں قوت بازوئے فلک مرتبہ شیر
شیرے کہ زدہ پنجہ بہ ضرغام غضناک
از بیم ثریاں شیر گریزاں خود از غاب
بے ہوش پلنگست چو رہ بہ نیستاں
اے زبدہ اعیان زماں جمع اوصاف
مشکیزہ سر دوش و علم دریدہ زور
نے بطن زمین زاد مشال تو برادر
شہل تو دلاور نہ میر بود اصلا
دردشت و غات تیغ تو صومار و شہد یز
ہر حاجب ایوان تو فخر کئے و فغفہ
بل ناصیہ فرسائے درت خود ملائک
بے ہر تو احرام فلک کے بود انور
ال لطف عیم تو بہیم با ہمہ طوفاں

بر دوش سپر بود بکف گرز گراں بار
بر پشت کندے چو یل آمادہ پیکار
لر زید سمک مثل اسد کرد چو رفتار
از نشہ نخوت چو گراں سر برد سرشار
آگاہ بکن کردہ در جنگ چسا کار
نور نگہت ناز جوانان خوش اطوار
وصف تو تہمتش شدہ مشہور در امصار
درد مدح فرم گفتہ خدائے سخن اشعار
کردست ملک مدحت عباس علمدار
آں وادث زور ہم حیث بد کرار
مردے کہ زدہ تیشہ سر گنبد دوار
دزخوت دماں پیل ہراساں بود دزار
دوہوش نہنگ ست تہہ تسلیم زخار
دے عمدہ اخیار جہاں مرجع ابرار
سقائے سکینہ شریف جعفر طیار
نے چشم فلک دید ہمالی تو وفادار
ہم چوں تو غضنفر بود اے شیر نہ زہار
ہنگام سخا دست تو در بار بہ در بار
ہر حاضر در بار بہ از سحر و قاجار
قرباں بہ سرت خضرہ وادی پر خار
بے فیض تو اشجار ارم کے دہد اشار
در بطن صدف پردہ دے شہہ در شہوار

ایوب شفا یافت بہ لطف تو ز امراض
یوسف شدہ از قید رہا ز امر تو شاہا
عیسیٰ شدہ صاحب نفس ازین تو دور ہر
دانند و قاب خدیم تو اولوالباب
بدخواہ تو لاریب بود خارج از اسلام
شرمندہ شدہ خنگ فلک لے شدہ زیباہ
از حملہ شیرانہ تو بر صعب اعدا
پر ساختی از آب فرات و بکروفر
لب تر نہ نمودی بہ ہمہ تشنہ دہانی
پیکار تو چون عمدہ اخبار مصدق
ہر حملہ تو فر کند حیدر صفدر
صد حیف کہ آوردہ ہجوم اہل شقاوت
باز دے چپ دراست بریدہ شدہ ہیبات
بر خاک قتادی تو مع راہب اسلام
بد تادم آخر بہ لب وائے سکینہ
آمد سر بالیں تو شیر جگر ریش

یعقوب بصریافت ز نور تو و گر بار
یونس شدہ جانبر ز تو اے خاصہ غفار
موسیٰ شدہ ناطق ز فر تو سبر کسار
بہند فروغ حشم تو اولوالبصار
مراح تو بے شبہ بود مردم دیندار
باد بدہ چوں خدی اسوار بہر ہوار
پس پا شدہ از علقمہ انواع ستم کار
بشتافتی از نہر سوئے سرور اخبار
صدر روح بقرباں تو لے شیر دل انگار
اذکار بہ شبہ نامہ بود بدتر از اسماء
بر غزوہ تو ناز کند احمد مختار
کردند تقاب بہم اشارہ زبون کار
بجروح سراپا شدی اے شیر جگر دار
غلطیدہ بہ غوں چوں در احد حمزہ جو آر
وز تشنہ دہانیش بدہ چشم تو خونبار
چشم تو ز غوں پاک نمودہ پے دیدار

احمد بکند ختم شہا چامہ پیکر درو
بسنگر شدہ بے تاب ز اندہ دل حصار

اے شاہ عطا پاش چنان کن کہ بود جاش
بے پرشش و پر خاش بر میثم تمار

گھوڑی جھڑ

== جملہ امراض شکم کا واحد علاج ==

درد شکم، بطنی درد جگر، باؤ گولہ، خونی بواسیر، ریاحی بواسیر، سٹریا، دم جگر، نفخ، معدہ اور
جگر کے لگاؤ سے پیدا ہونے والی تمام بیماریوں کیلئے اکیسیر ہے۔ ایک شیشی ۴ دوشیشیاں ہے
مینجر کوئی فیکٹری مرتضیٰ حسین روڈ قاضی باغ لکھنؤ

شہداء

جناب مولانا مرزا ابوسف حسین صاحب — از بلتستان



دنیا میں وہ کوئی دن اور رات نہیں جب ہزاروں بلکہ لاکھوں انسان طوفانِ کربا چار و ناچار اس موت کا شکار نہ ہوتے ہوں جو قدرت کی طرف سے ہر ذی حیات کے لئے مقرر اور مقدر ہے لاکھوں گھروں میں بیک وقت صعب ماتم بھیجی ہے یا م لڑات ہر روز بلکہ ہر وقت ہزاروں انسانوں کی امیدوں کو ہشتمائے حیات کے ساتھ قطع کرتا ہے وہ ماں جس کا اکلا تا بیٹا اسکے سامنے موت کی چمکیا لے رہا ہو وہ باپ جس کا کرل جو ان فرزند اسکے روبرو موت کی انگڑائی لے رہا ہو وہ بھائی جس کا برابر کا بھائی قوت بازو ہمیشہ کے لئے اُسے داغِ فراق دے کر اس سے رخصت ہو رہا ہو اس کے خیال میں اس سے بالاتر کوئی غم اور اس سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں ہے مگر اس کے باوجود کوئی غم رسیدہ اپنے مرنے والے کو شہید نہیں کہہ سکتا۔ اور نہ اس میں شہید کے صفات اور اختیارات پیدا ہو سکتے ہیں۔

میدانِ جنگ میں ظلم و ستم سے قتل کئے جاتے ہیں بے آس کی موت مرتے ہیں مگر وہ شہید کے لقب سے طعن نہیں ہو سکتے بلا کسی شرعی اور دینی مصلحت کے اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال کر ہلاک کر دینے والے شہید کے بجائے اکثر عوام موت مرتے ہیں دین و ملت کے بقا و حیات کے لئے اپنی جانِ خدا کی راہ میں قربان کر دے جیسے شہداءِ شہداء اور شہداءِ اجل شہداءِ صغیر وغیرہ۔

شہداء کی منزل اس قدر بلند ہے کہ خداوند عالم نے قرآن مجید میں ان کا شمار انبیاء و صدیقین و صالحین کے صف میں کیا ہے جو عیسیٰ پر خدا کے سبب بندوں کے سوا کوئی نافر نہیں ہو سکتا چنانکہ شہداء کا درجہ ہے، قدرِ رفیع اور بلند تھا اس لئے قدرت نے ان کا ذکر صدیقین

اور صالحین کے عین وسط اور درمیان میں کیا ہے اس کے بعد جو خصوصیت شہداء کے لئے بیان کی ہے وہ کسی منصبدار کی نہیں فرمائی۔ یعنی عالم کے تمام مرنے والے مرجاتے ہیں مگر شہید مرنے کے بعد بھی نہیں مرتے۔ بلکہ حیاتِ ابدی کے مالک ہوتے ہیں۔ خدا کی بارگاہ میں خوش بھی ہیں اور اس کی جانب سے ایسا رزق بھی مرحمت ہوتا ہے جس کا ہم تصور نہیں کر سکتے اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ شہادت کا درجہ اگر نبوت سے زیادہ نہ ہو تو کم بھی نہیں ہے۔

اسی سبب سے ہم دیکھتے ہیں کہ انبیاء و مرسلین منصبِ نبوت پر فائز ہونے کے بعد درجہ شہادت کے شوق میں محو ہیں سیکڑوں بلکہ ہزاروں پیغمبر ہیں جو اعدائے دین کے ہاتھوں درجہ شہادت پر فائز ہوئے اور جنھوں نے بقا و ملت کے لئے موت کو اپنی حیات پر خوشی سے ترجیح دی آج ان شہداء کی فرست بھل یا مفصل قرآن مجید میں موجود ہے۔

ان انبیاء و مرسلین میں وہ بھی ہیں جن کی شہادت خاص اقدار رکھتی ہے اور جو مظلوم ان پر ہوئے وہ یادگار زمانہ ہیں جیسے حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ کی شہادت مگر اس کے باوجود قرآن مقدس نے ان پیغمبروں کو شہید کیا ہے یہ شہداء نہیں تسلیم کیا۔

البتہ عہدِ اسلام میں یہ لقب ہم رسولِ اسلام حضرت محمدؐ کو پارگاہِ رسالت سے عطا ہوا زبانِ درخشانِ نبوت سے یہ فرمان کچھ ایسا اور اہم کہ شہدائے تک یہ لقب حضرت حمزہؓ علیہ السلام سے مخصوص رہا حالانکہ حضرت حمزہؓ شہداءِ احد سے ہیں جو سب سے داغ ہوئے اس کے بعد متعدد غزوات ہوتے رہے اور سیکڑوں مسلمان شہید ہوئے مگر شرفِ میادت حضرت حمزہؓ کے لئے مخصوص رہا۔ اسی طرح ہر حضرت

امیر المؤمنین علیہ السلام میں ہزاروں اہل ایمان لکڑ شام کے ہاتھوں تہ تیغ ہوئے اور شہید کھلائے مگر سید الشہداء کے لقب سے لقب نہ ہو سکے حضرت عمار یا سر کے زبان رسالت سے خالص مومن ہونے کی تصدیق ہو چکی مگر سید الشہداء کا خطاب نہیں مرحمت ہوتا۔

ان حالات کے باوجود آج سید الشہداء کا لفظ جب کسی کی زبان سے ادا ہوتا ہے تو بیباختہ ہر شخص کی نگاہ دل میدان کی بلا کی طرف اٹھ جاتی ہے اور اس میں ایک بسند رسیدہ سافر بیکس یکہ و تہا پے پایہ مددگار مگر انوار حسن و جمال سے آراستہ لباس نور خدا و اوستہ میریت کے سرافندس پر تاج سید الشہداء نظر آتا ہے خواص ہوں یا عوام الناس علماء ہوں یا بسند رسیدہ ہوں یا اطفال خود سال مرد ہوں یا ضعیف نازک ہر فرد سید الشہداء کا نام شکر سے طرح اپنے امام کو پہچان لیتی ہے جیسے امام حسین کے نام سے پہچان لیتی ہے۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ اب حضرت حمزہ علیہ السلام سید الشہداء نہیں رہے نہیں اب بھی وہ سید الشہداء ہیں مگر شہداء احد کے سردار ہیں بہت سے بہت عہد رسول کے شہداء کے سردار ہیں۔ حد یہ ہے کہ کتب تک کے عام شہداء کے سردار ہو سکتے ہیں لیکن رسول اسلام کا چھوٹا نواسہ تمام شہداء عالم کا سردار ہے۔ جناب آدم سے لیکر آج تک جن شہید گز سے یا قیامت تک گزریں گے ان تمام شہداء کے سردار اور سردار ہیں۔

ممکن ہے کہ یہ اعتراض کیا جائے کہ عہد رسول کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام کو سید الشہداء کہنا بدعت ہے اس لئے میں یہ عرض کرتے ہیں نہیں وہ سکتا کہ اولاً حضرت امام حسین علیہ السلام کا یہ لقب سردار کائنات کے متعدد اور متفقہ فریقین کتب سے ثابت ہے جن سے کسی مسلمان کو انکار کی گنجائش نہیں ہے اس کے علاوہ درجہ شہادت پر فائز ہونے اور شہید کے شرائط جس قدر اہم ہیں وہ اباب نظر سے مخفی نہیں ہیں۔ حضرت حمزہ کو سید الشہداء کا جو لقب ملا ہوا اس کے وجہ یہ تھا ہو سکتے ہیں کہ آپ جناب سردار کائنات کے ایک صلیح پاک ہوں اور ہمارے تھے۔ دوسرے یہ کہ حضرت حمزہ نے میدان احد میں اس وقت جب ان کے ساتھ رہ کر جنگ کو نہ دے اے صرف معدودے چند رہ گئے

تھے اس دیریں اور بے ادبی سے نفرت اسلام کر کے اپنے آپ کو راہ خدا میں قربان کر دیا جس کی مثال شکل سے ملے گی۔ تیسرے یہ کہ کفار کو خاندان رسالت اور مذہب اسلام سے اس قدر عداوت تھی کہ حضرت حمزہ کو شہید کرنے کے بعد آپ کی توہین کے لئے ناک اور کان جدا کئے گئے آپ کا سینہ چاک کر کے ہند اور معاویہ نے چھایا سینے بعد شہادت بعض اعضا جدا کئے گئے۔ چوتھے یہ کہ شہادت کے بعد مدینہ کی عورتیں شہداء احد پر ماتم کر دی تھیں مگر اپنے وطن میں بھی حضرت حمزہ کے گھر میں ہیں کہ سو کوئی روئے والا اور ماتم کوئے والا ڈھٹا چنانچہ اس حالت پر سرور کائنات کو بھی انفوس ہوا اور دودا بچہ لہم میں فرمایا کہ انفوس میرے بچا حمزہ پر کوئی روئے والا نہیں ہر شکر نور اصحاب نے اپنے اپنے گھر جا کر اپنی عورتوں کو حضرت حمزہ کے گھر بھیجا اور سب نے حج ہو کر حضرت حمزہ پر ایسا زور دیا کہ ماتم کیا ہو یا دغا دہے گا سردار عالم نے جب ماتم کی آواز سنی خوش ہو کر روئے والیوں کو دعا پڑی۔ اگر حضرت حمزہ اپنی خصوصیات کی بنا پر سید الشہداء ہیں تو حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے ہوائی ترین خصوصیات سے ہے وہ جیسی شہادت کے واقعی اور اصل خصائص وہ ہیں کہ انبیاء و مرسلین کی شہادات میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

جناب سردار کائنات کے امام میں سے بیشک حضرت حمزہ مومن خالص اور فاداد اور جان نثار اور بہت سے خصوصیات کے مالک تھے مگر امام حسین علیہ السلام کو جو خاندانی اور ذاتی خصوصیات حاصل تھے وہ حضرت حمزہ کے لئے کہاں تک ہے اور طالب کے پوتے خاتم النبیین کے نواسے علی المرتضیٰ کے فرزند خاتون جنت کے دہندہ بنی ہاشم کی یادگار قریش کا فخر عرب کے سردار جن والسن کے بادشاہ ملائکہ کے خدمت جنت کے مالک و مقرر دین اور حق کے آفتاب آسمان شریعت کے ماہتاب جن پر سردار دو جہاں بھی اکو فرزند ناز فرمایا کرتے تھے حضرت امام حسین علیہ السلام کو اپنے خاندان میں جو اتمائات حاصل ہیں وہ آنحضرت کے ارشادات اور ولہاء بحث سے واضح ہے اور کتب فریقین میں پرمٹق ہیں جہاد فہم نامکمل و محال ہے۔

اس کے علاوہ حضرت حمزہ علیہ السلام نے اس وقت اپنی جان قربان کی

ہیں کے علاوہ حضرت حمزہ کے مرت ناک اور کان جو اسکے گئے اور
قلب قطع کر کے جایا گیا مگر امام حسین علیہ السلام کے جسد اطہر پر نہ لباس نہ بکا
اور نہ اعضاء و جوارح جسد اطہر کے ساتھ رہ سکے جسد کربلا میں قمار و کدو
پر یا طشت طلاء میں تھا کر بند اور انگشتری کے لئے اعضاء قطع ہوئے
اسی سے امام دواؤد ہم زیارت ناحیہ میں ارشاد فرماتے ہیں:-
اسلام ملیک علی الاعضاء المقطعات سلام ہو ان اعضاء و جوارح
پر جو قطع کئے گئے۔

حضرت حمزہ علیہ السلام کے صغیر ماتم پر اگر پردہ داروں کا ہجوم نہ تھا
تو کم از کم ان کی ہمشیرہ ماتم کر رہی تھیں اور آنحضرت کے ارشاد کے بعد
عودت مدینہ لے اپنے ماتم جوڑ کر حمزہ کے غم کو زخمد ماتم کرنے سے
نوشن کر دیا اور یہ ترنا بھی پوری ہو گئی مگر امام حسین علیہ السلام کے بعد
ان پر رونے اور ماتم کرنے کے لئے بنیں بھی تھیں بیٹیاں بھی تھیں سب
موجود تھے مگر کسی کو رونے کی اجازت نہ تھی ہاتھ پس گردن سے بندھے
ہوئے تھے کہ وہ دشنام کی بازار میں تھیں یاد بار بار ہی یاد اور دہر بار بار
کی پیشیاں تھیں اور یاد سجن شام تھا۔

حضرت حمزہ کے جنازہ پر خود سرود کائنات نے ستر مرتبہ نماز جنازہ
اور افرامی خود لیں فرمایا اور قبر پر بیٹھ کر فاتحہ پڑھی اور دعا سے غریب
فرمائے اور امام حسین علیہ السلام کی میت بے لباس و چادر صحرا میں پڑی
رہی جس کا کوئی دفن کرنے والا بھی نہیں ہے۔ آخر میں دو ذکے بعد اہل قرۃ
لے دم کھا کر دفن کر دیا۔ ان خصائص کا مختصر سا خاکہ اگر نظر کے سامنے
ہو تو دوست اور دشمن یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ بیشک آج مرت
امام حسین علیہ السلام سید الشہداء کہلاتے کے خدا وادہ شہداء وادہ خدا
کے تاجدار ہیں۔

یہ تو بعد اسلام کے شہداء کا ذکر تھا وہ ہزاروں انبیاء و مرسلین
جو اس سے قبل درجہ شہادت پر فائز ہوئے ان کی شہادتوں میں بڑے
سے بڑے غصو صیات ملتے ہیں۔ مگر انھیں کوئی ایسا مظلوم یا شہید نہ
تھا جس کے خصوصیات سے بالاتر خصوصیات امام حسین علیہ السلام کی
شہادت میں موجود نہ ہوں بیشک حضرت ایوب تشریف لائیں اور اپنے
مصائب ادا ان پر مبرک داستانیں سنائیں بیشک حضرت نوح تشریف

جب اپنے وطن میں مدینہ سے قریب تھے جہاں اس وقت بھی ہزاروں مسلمان
موجود تھے۔ ضروریات و سبب راحت جمی تھے میز و سراب پر کھڑے مسلمان
میں تشریف لائے تھے اگر امام مسلمان ساتھ چھوڑ کر چلے بھی گئے تھے
تو حضرت امیر المومنین اور ابو جہانہ اور خود سرود کائنات میدان میں
موجود تھے اور ہر وقت کمر مضبوط کرنے کے لئے تیار تھے حضرت حمزہ کو
یہ بھی یقین تھا کہ اگر میں میدان میں مارا بھی جاؤں محمد مصطفیٰ اور علی نقی
ایسے دو بھتیجے موجود ہیں جو میرے بعد وارثوں کا خیال کرنے کے لئے
کافی ہیں لیکن حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے وطن مدینہ سے دو سو میل
ہزاروں دور زمانہ ایسا نازک جبکہ حکومت دولت ہر چیز دشمن کے
اختیار میں تھی سفینہ سلام شردھار میں تھا زمین مذہب تزلزل میں تھی
حقیقی اسلام ایک ایک دروازہ پر جا کر سوال کر رہا تھا کہ کوئی اہل ذمہ
ہے جو مجھے پناہ دیے مگر اسے کہیں پناہ نہ ملتی تھی۔ نہ شاہو کے
درباروں میں اور نہ غریبوں کے چھوڑوں میں کہیں اسلام کے ٹھہرنے
کی جگہ اور قدم رکھنے کی اجازت نہ تھی ساری دنیا میں اندھیرا چھایا
ہوا تھا۔ کافر نہیں بلکہ مدعیان اسلام آل محمد کے خون کے پیاسے تھے
کہنے کو مسلمان تھے مگر اسلام کا خاکہ کا نام اسلام رکھا گیا تھا لافان پالا
کہلاتا تھا۔ فاسق و فاجر صانع متقی کہلاتے تھے جہل کو علم اور دنیا کو دین
کہا جاتا تھا نہ کوئی سرپرست تھا نہ نگہبان نہ وطن تھا نہ احباب تھے
وہ سبب راحت تھے۔ دلوں میں سامان جنگ تھے نہ لشکر تھا نہ ہتھیار
سفر تھا غربت تھی بیکسی تھی تنہائی تھی بے سر و سامانی تھی بھوک تھی پیاس
تھی اہل دیال تھے اطفال خود سال تھے چند غربت نصیبوں کے نیچے
تھے یا چند بوڑھوں جو انوں اور بچوں کا لشکر تھا۔ جنھیں ضرورت پانہ نہ تھی
اور لازم بقا و حیات کا فقدان تھا پانی کا قحط تھا۔ ہر طرف دشمنوں
کی لا تعداد فوج تھی نہ پرے تھے وہیں مسدود تھیں نصرت و اعاد
ناممکن تھی ان سے محبت رکھنا بھی جرم تھا وہ پرے کے بعد نہ احباب تھے نہ
انصار تھے نہ رشتہ دار تھے نہ بھائی تھے نہ اولاد تھی بس کہ بلا کامیدان
تھا اور اکیلے حیثیت تھے اور پردہ داروں کا خیال تھا جن کا حیثیت کے بعد
کوئی والی و وارث نہ تھا۔ یہ وہ خصوصیات ہیں جن میں سے سند کا ایک فقرہ
اور صحرائے ریگ کا ایک ذہ بھی حضرت حمزہ کے لئے حاصل نہ تھا۔

اہل بیت اور زریخت پرید طشت طلا میں سر حسین اور شہاب کے دور اور
ابو ولید دیکھ کر ہر غیر کو شرمندہ ہونا اور یہ اقرا کرنا پڑے گا کہ بیشک
امام حسین اور مرت امام حسین علیہ السلام سید الشہداء ہیں۔ اور یہ لقب ان کے
لئے اس طرح مخصوص ہے کہ اس میں آپ کے جد بزرگوار آپ کے پدہ نامدار آپ کی ادب عالیہ
آپ کے برادر والا تبار بھی آپ کے سہم اور شریک نہیں ہو سکتے
اس لئے دنیا کے انصاف مجبور ہے کہ جب سید الشہداء کا
نام لیا جائے تو اس سے مرت حضرت امام حسین علیہ السلام
کی ذات سمجھ میں آئے۔

لائیں اور اپنے ادب پتھروں کی بادشہ پیش کریں بیشک حضرت صاحب
تشریف لائیں اور اپنے ناقہ کے ذبح ہونے اور قوم کی بیدردی کی وجہ سے
پیش کریں بیشک حضرت ذکر یا تشریف لائیں اور آہ سے اپنے پریم
کو دکھلائیں بیشک حضرت یحییٰ تشریف لائیں اور اپنا سر بریدہ بادشاہ
ظالم کے دربار میں پیش کریں، تسمیر جو حسن کا لٹا ہوا باغ اور پامال ہوا
ہوئی سرسبز و شاداب کہتی امام حسین کی وحدت و تنہائی اور بہتر داغوں کے
بعد دیرانہ حملے اور کس بے آسے سراطر کی حق سے جدائی اہل حرم کے
جلتے ہوئے غمے لٹی ہوئی چادریں چھٹا ہوا زور بندے ہوئے ہاتھ کو خد
شام کی بازار میں ہجوم عام اور اس میں بے پردہ اہل حرم دربار شام میں رسد بستر

حقیقت ہے تعزیه

(از جناب سروش ملیح آبادی)

محراب باب گلشن جنت ہے تعزیه
سرچشمہ معانی و حکمت ہے تعزیه
یعنی گواہ خون شہادت ہے تعزیه
گویا امین راز مشیت ہے تعزیه
باطل کے سر پہ تیغ کی ضربت ہے تعزیه
اک شمع بزم ختم رسالت ہے تعزیه
اک قاطع زلات و بدعت ہے تعزیه
اک دہ درج بھر شجاعت ہے تعزیه
اسلام کی نظر کی جلالت ہے تعزیه

جنت جو چاہتے ہو کرو اس کا احترام
عظمت کو اسکی پوچھے کوئی جبریل سے
یہ اک زباں ہر کہتی ہر جودستان غم
یہ ایک یادگار ہے ذبح عظیم کی
مومن کے واسطے ہر جگہ ستہ جلال
پھیلی ہر تابیہ قصر فلک اسکی روشنی
یہ اک جرس ہر قافلہ حق پرست کا
کھولے نہ کیوں رگوں میں ابوسکو گلہ
ٹکرا رہی ہے اسکی جبین لوح عوش سے

منہ دیکھتے ہیں اس میں فرشتے بھی لے سروش

۲ یکنہ جمال حقیقت ہے تعزیه

ظلم و مظلومیت کا انتقام

جناب ممتاز اشرا، پروفیسر — سید مہدی حیدر صاحب مدنی بکراچی

اے مصطفیٰ کی گود کے پروردہ انقلاب فتح و ظفر کا تاجہ سے کھلایہ جدید باب
حق کی شکست خوردہ و مقتول کامیاب طاقت کے اقتدار غلط کو بھنبھوڑ کے
باطل کی تو نے رکھ دی کلائی مڑوڑ کے

اے انیس مطلق! تراشیاں حسین ہے عبد قریب منزل یزداں حسین ہے
حقاکر بولنا ہوا شراک حسین ہے طاقت کے اقتدار غلط کو بھنبھوڑ کے
باطل کی تو نے رکھ دی کلائی مڑوڑ کے

اے زینب حزیں جگر انگار مرجا! نے شہر خون حق میں مددگار مرجا!
اے سر برہنہ حق کی رضا کار مرجا! طاقت کے اقتدار غلط کو بھنبھوڑ کے
باطل کی تو نے رکھ دی کلائی مڑوڑ کے

اے آلی پاک وہ جو بلا در بلا گئی! اونٹوں پہ بے کجا وہ گئی بے روا گئی
لیکن جہاں گئی صفت ماتم بچا گئی! طاقت کے اقتدار غلط کو بھنبھوڑ کے
باطل کی تو نے رکھ دی کلائی مڑوڑ کے

بے چارگی کی قید کو گواہ سپر لیا تو نے یہ انتقام ستم بھی مگر لیا
ظلم کے گھر میں ماتم مظلوم کر لیا طاقت کے اقتدار غلط کو بھنبھوڑ کے
باطل کی تو نے رکھ دی کلائی مڑوڑ کے

اے مسجد دمشق کے قیدی خطیب راہ جب تیرے جد کی بانگ موذن ہوئی گلو
حق پر ظلم ہوئی تری تنبیہ انتباہ طاقت کے اقتدار غلط کو بھنبھوڑ کے
باطل کی تو نے رکھ دی کلائی مڑوڑ کے

رگ رگ سے پختا خون شہادت بھڑکے
جاں اپنی نے کے اپنی جگہ لیجھوڑ کے
باطل کی تو نے رکھ دی کلائی مڑوڑ کے

اے کربلا! ہزار بلاؤں کی کربلا! اے سرفروش راہ ناؤں کی کربلا!
اے ماتا بھری ہوئی ماؤں کی کربلا! طاقت کے اقتدار غلط کو بھنبھوڑ کے
باطل کی تو نے رکھ دی کلائی مڑوڑ کے

اے فجر! جس میں عزم شہادت کیا گیا اے نذر! جو حسین نے کی خوف میں ادا
اے عصر! جس کے سجدے میں پختی تیغ ادگلا طاقت کے اقتدار غلط کو بھنبھوڑ کے
باطل کی تو نے رکھ دی کلائی مڑوڑ کے

اے فوج حق! کہ جس میں تھے مفصل مزاج اے کس دھواں دھن مستقل مزاج
شبیر سے ملے ہوئے اپنے دل مزاج طاقت کے اقتدار غلط کو بھنبھوڑ کے
باطل کی تو نے رکھ دی کلائی مڑوڑ کے

اے جن! اے حبیب مظاہر و فاشرشت! اے قین و عوسجہ کے سپر با خدا سرشت!
حق سے ہوئے جد دست و گریبان جفا شرت! طاقت کے اقتدار غلط کو بھنبھوڑ کے
باطل کی تو نے رکھ دی کلائی مڑوڑ کے

اے اٹھی حقیقی و علوی و جعفری! پروردہ کنار حسینی و دنا طمی!
انسانیت کی لاج کو معراج تم نے دی طاقت کے اقتدار غلط کو بھنبھوڑ کے
باطل کی تو نے رکھ دی کلائی مڑوڑ کے

اے قتل گم! حیات کا اک مدعا ہو تو لذت چشیدہ عسیم کرب و ہلا ہو تو
ذیہدجی کے دل میں درد ہو تیرا دوا ہو تو طاقت کے اقتدار غلط کو بھنبھوڑ کے
باطل کی تو نے رکھ دی کلائی مڑوڑ کے

عبداللہ بن عمرو غفاری

(از جناب مزار علی صاحبہا بسم اللہ)

وہایت کا اقرار کرنے والے۔ یہ اسلام کے سچے علم بردار اور خاص آل عبا یعنی حسین بن علی کے اصحاب و انصار تھے جنہوں نے دین مبین کی کشتی کو ظلم و نفاق میں طوفانی دیکھ کر اپنی جانوں کو خدا کی راہ میں قربان کر دیا تھا۔ وہ پارس گھوڑوں کی وادوں کو غیورانہ کرتے کرتے گئے تھے۔ مسکلات و پہیڑ راستوں کی سختیاں جھیلے و مریسی سخت گیر لوگوں کا مقابلہ کرتے اور حکم مسد کے سامنے چڑھتے جو کپڑوں کی دور رس چٹا پوں سے بچتے پھرتے فرزند رسول کی خدمت میں بار بار پھرتے تھے۔ پھر جب تک انانیت کی جبین پر سنگ کا ٹیک ٹکانے والے شخصوں نے جاہلانہ و احمقانہ کافرانہ کردار یا غیر معمولی مہوسوں کے وقت کا انتظار کرتے رہے۔

صلح کی گفتگو تو شدہ رہے جہاں ہی وہی اور کوئی شبہ نہیں کہ رسول کے پس منہ اپنی جانب سے ملے شعلہ پیش فرمائیں ان میں سے کوئی ایک شرط بھی اس قابل نہ تھی جیسے قدمے قیل و قیل دیکھنے والا بھی سرور کر سکتا لیکن جہاں ظلم و ستم کا دیوتا انسانیت کا گلا گھونٹنے کا تہیہ کر چکا ہو وہاں معقولیت کا گذر ہونا محال ہے۔ ابن زبائج کا قیامت قلبی اور تہذیبی ہوا شتم سے بعض نفی نے کسی کوشش کو بار آور نہ ہونے دیا۔ انجام کار جنگ ناگزیر ہو گئی۔

حسین بن علی کی تربیت کا فیض اٹھائے ہوئے تھے۔ وہ اسی جاہ و سلطہ پر نگاہ ڈالنا بھی کسر شان تصور فرماتے تھے لیکن جہاں ان کے نانا کا پھیلا یا چھوڑا ہوئے میں پڑنا دکھائی دے وہاں وہ عزیز و اقارب، ذوق و فخر، اصحاب و انصار فرض کسی کی بھی پوچھ نہیں کر سکتے تھے۔ کربلا میں بھی تو تھا؟ یہ نہ کہ کلمہ کھلا اسلام کی نفی کر رہا تھا۔ اس نے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دیے میں نے شریعت کا پاس کیا نہ خدا و رسول سے خاکٹ ہوا۔ باوجود ایسے فسق و فجور کے رسول زادے سے بیعت کا طلب گار چاہے پادشاہ، نائب، یا شیعہ، یا سنی، یا جہاد چاہتا تھا؟ حسین نے اس کے ناپاک ہاتھوں پر اپنا طیب و طاہر ہاتھ رکھنے سے قطعی انکار کر دیا اور جلد ہی تدبیر کی جہاد راہیں مسدود پا کر ایسے جہاد پر کمر بستہ ہو کر کسی بی جا وادی النظر میں ہریت و شہادت

تیز گرمیوں کی فصل، محرم سالہ کا مہم مینہ اور عاشور کا ہولناک دن تھا صولت کر کے بے برگ و گیاہ میدان میں، فرات کے راس سے کچھ ہٹ کر عراقی و حجازی لشکر باہم گتھے ہوئے تھیں نیز جنگ میں معروف تھے۔ آہن پوش سپاہ کے گنگھڑ بادل میں فداوی تلواروں کی رہیلیاں چمک چمک کر عبرت بخش و ہیبت زان منظر پیش کر رہی تھیں۔ کما وادی کی کمانوں سے تیر نکل نکل کر موت کی بارش کر رہے تھے نیزوں کی زبائیں انسانی خون کی چاٹ میں دراز ہو گئی تھیں اور جیتے جیتے لہر کی گل کاریوں سے متعل کی زمین دنگن ہو چکی تھی۔

دراصل یہ جنگ بربریت و مظلومی کی آئینہ دار تھی۔ ایک جانب دشمن کے جاہر سلطان کا خون خوار لشکر جبرانی حروبوں کی امداد سے امام ان مظالم کی نائش کرنے میں مشغول تھا جسے کوئی امداد پرست و طاقتور بادشاہ اپنی مند پوری کر لینے کا وصف میں بردے کا رلا سکتا ہے اور جبر شریعت و امکان سے خارج نہیں ہے۔ یہ عظیم لشکر حضرت الامام کی طرح حد نظر تک پھیلا تھا۔ وہ ایک انسان کامل کے مستقل عزم کو پادہ پاؤں کر کے اپنے بادشاہ کے سامنے سرنگوں کروینا چاہتا تھا اس واسطے کثرت کے زعم میں فرات پر قبضہ کرتے ہوئے ایسی فصل میں پانی پر قیدی مان کر دی تھیں مہم و عیثیٰ انفراد ایک ایک طور آب پر اپنے جہم کا قیمتی لہو بہا دینے میں مطلق تامل نہیں کر سکتے۔ آتش بزرگرمی میں تیس شبانہ روز گزر چکے تھے کہ فریق ثانی کو نہ تو پانی کی ایک ہونہ نصیب ہوئی تھی نہ غذا کا کوئی ذائقہ ان کے منہ تک پہنچ سکا تھا۔ یہ تصفیہ بہت دشوار ہے کہ ان کی بیوک ڈھمکی ہوئی تھی یا پیاس کی سوزش زیادہ تھی؟ یہ اندازہ تو اس وقت ممکن تھا جب اس گروہ کے کسی چھوٹے بڑے کا زبان سے کوئی نکایت آئینہ جہاد پر کفر و فحاشی از قاش پھیر سکا ہوتا۔ مسلک عبور و خاک ختمی کے ساتھ پابندی کرنے والوں نے تو لشکر کا فیصلہ وہ کر لیا تھا۔ اتہا یہ ہے کہ قاتل کی تلوار کے سامنے یہ بھی انہوں نے شہادت ملی تھی مگر بہترین نعمت حصول ہونے کا شکر یہ ہی ادا کیا۔

یہ جان باز کون تھے؟ بغیر کراہی ان کے حقیقہ کلمہ گو، صدق ولی سے خدا کی

تھے۔ ان کے دادا اسی الفخاری وہ بہادر شخص تھے جنہوں نے امیر المومنین علی بن ابی طالب کے زیر قیادت گروہ منافقین سے شیراز جنگ کر کے خدا کی بارگاہ میں اعزاز حاصل کیا تھا۔ یہ وہ دنوں (عبداللہ بن عروہ اور عبدالرحمن بن عروہ) کو نہ بھل کر کہلا میں عینی لشکر کے قتل ہوئے تھے۔ اس وقت سے ایک لمحے کے واسطے بھی انہوں نے حقوق رفاقت کو نظر انداز نہ کرنے دیا تھا۔ صبح سے انک دماغی جنگ میں کہ وہ کلاش کرتے رہتے تھے لیکن اب عروس شہادت سے ہاتھوں پچا کا جذبہ میدان سے ہٹا کر امام کی خدمت میں لہا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ وہ امام سے مرنے کی اجازت لے کر وہی جنگ اختیار کریں جس کا خاتمہ شہادت پر ہو۔

اگرچہ اب سیمہ و سیرہ یا ثلب و جناح کی ترتیب باقی نہ تھی پھر بھی وہ مقام بھے قلب فوج بننے کی عزت نصیب ہوئی تھی ہندو لہا شمشیر جواڑوں اور امام حسین کی قدم پستی کر رہا تھا۔ امام ذوالجناح کی پشت پر رونق افروز تھے۔ ہاشمی جوان پروازوں کی طرح قریب استاد تھے کہ عبداللہ اور عبدالرحمن پہلو بہ پہلو حاضر ہو کر آہ اب بھالائے بڑے بھائی عبداللہ نے آگاہے کہ نین کو منہ بوجہ اپنے عرض کی "یا ابا عبداللہ! ہم خاموشی کا آئینہ جواڑوں فرمائیے کیونکہ دشمن برابر آگے بڑھے چلے آتے ہیں اور ہمارا کوئی زور نہیں چلتا اس واسطے ہم چاہتے ہیں کہ آپ کے سامنے لا بہرہ کر قتل ہو جائیں اور آپ کی صفات کا حق چارے ذمہ لے لیں اور اگر دیں۔"

"خدا تم کو جزائے خیر دے،" امام نے دعا دیتے ہوئے فرمایا "آؤ، میرے قریب" اس عزت افزائی نے دونوں خدا کاروں کے قلوب میں تازگی اور جوش پیدا کر دیا۔ وہ امامت کے احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے حضرت کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ دونوں پر ایک جذبہ طاری تھا۔ وجہ یہ اشیاں ان کی زبان پر تھیں۔ یوں کہ پہلا مصرع عبداللہ نے فرما کر کہ تھے اور دوسرا مصرع عبدالرحمن نے فرما کر شعر تمام کر دیتے تھے۔ فضا اس مضبوط سے چھلک رہی تھی۔

"در حقیقت تمام ہی غفار، خندت اور نبی نزار کے قبائل اس امر سے آگاہ ہیں کہ ہم فاسق و فاجر گروہ پر حملہ کریں گے ہر پرہیزگار و پاک و دلور شمشیر" "کے ساتھ! اسے میرے ساتھ! اثرات خاندان کی طرف سے شمشیر و سنان کے ساتھ کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرے گا۔"

امام نے ان کے حقیقی جوش کا اندازہ کرتے ہوئے فرمودہ شہادت کے ساتھ ساتھ دعا کا لافن عطا فرمایا۔ "میں بھائیوں کی مراد یہ کہ انہوں نے دو گام آگے بڑھ کر دھاب کو بوسہ دیا آخری سلام عرض کیا اور یہ ان قتال کی سمت روانہ ہو گئے۔"

پہنچے ہاتھ لیکن اس ہزیمت و شہادت کے پس پردہ سردی فتح و ظفر نیز تھا اسلام کی تین مضرتیں امدت کے لئے یہ وہ ظاہر ہو کر رہیں۔

بندہ چوتھا آفتاب تندہ نیز نظروں سے ان لوگوں کو گھور رہا تھا جہاں کی پاک زمین کو بے گناہوں کے مقدس خون سے رنگین بنانے میں مادی طاقتیں بے درہن صرف کر رہے تھے۔ ہر چہ حق کے طرفداروں کی تعداد گھٹتے گھٹتے چند مجاہدوں ہی میں محدود ہو کر رہ گئی تھی مگر یہ معلوم ان جان بخلوں کے سینوں میں کیسا دل و دہشت تھا جو گھوڑے کا قیادہ نہ چلنے دیتے تھے؟ ان کی خشک زبانوں پر درجہ اشعار تھے اور باتوں میں نیزہ و شمشیر، وہ کوڑ و شام کے دو باہوں کو فٹکار کر تے پھرتے تھے۔

نہر کی نماز اس دار و گیر کے سر کے میں جس عزت ان سے ادا کی گئی وہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے پہلی اور آخری نماز تھی۔ نہ اس سے پہلے کسی نے اس جرات سے تلواروں کی چھاؤں میں خدا کی عبادت کی تھی نہ اس کے بعد اس تک خاکدان عالم کی کوئی نارنج پیش کر سکی ہے۔ فریضے سے فراغت پائی تو لڑائی کی بھی کچھ اہمیز ہو گئی۔ اصحاب و انصار کا جذبہ جہاد فزون سے فزون تر ہو گیا۔ وہ باہم ایک دوسرے پر سہمت کی کوشش کرنے لگے۔ انہیں موت کے آنے میں حیات جاوید کا جیل جڑہ نظر پڑا اور وہ اسے حاصل کرنے کو بے چین ہو گئے۔

یہی ہنگام تھا کہ وہ عربی بہادر عربی سمندر سے باہر آئے۔ ان کی ٹپھی چوٹی شہادت کے سر کے پاؤں تک پہنچنے سے ٹکر ہو کر رہ گیا تھا۔ ان کا لباس، تلواروں، تہروں اور بھالوں کی ضربوں سے پارہ پارہ ہو چکا تھا۔ زخموں سے خون کی دھاریں کل کل کھل کر سفید رنگ پر سرخ گل بوٹے بن رہی تھیں لیکن تیرہوں سے دلیری کی شان ہو رہی تھی۔

صبح سے یہ وقت آچکا تھا کہ انہوں نے "محبت فی القریہ" کا دلائل ثبوت پیش کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ ہونے دیا تھا مگر اب وہ دیکھ رہے تھے کہ دوستوں کی جمیٹ کم ہو گئی ہے، دشمنوں نے ہر ذمہ میں شجوں کا احاطہ کر دیا ہے۔ اگر حریفوں کی طرف سے مقتول ہوتے تھے تو ان کی جگہ جاب سے بھرتے جاتی تھی۔ ان کی جراتیں اتنی بڑھ گئی تھیں کہ وہ بے تیروں کی ہر چھاؤں کے ہر خطرہ سے تلواروں کے وار کرنے لگے تھے اور انصاف کی خواہش تھی کہ جلد سے جلد گلے کٹ کر رفاقت کا حق ادا کر دیں۔

یہ دونوں بہادر اور افغانی شہور صحابی رسول کے پیچھے کی ممتاز فوجیں

ان کے تہ و بزمی جملے ہوئے تھے۔ وہ اپنے آپ کو کسی اور ہی عالم میں پائے گئے تھے! دنیا کی فضا میں بے نبات اور زندگی خیر محسوس نہ ہونے لگی تھی۔ آنکھوں کے حجاب دور ہو گئے تھے اور جنت کی ناقابل بیان بہاریں بے پناہ نظر بائیں کے جبروت میں پیش مجاہد ہو گئی تھیں۔ وہ دونوں بھائی کامل جوش و خروش کے ساتھ کوفہ و شام کی فوجوں میں در آئے۔ خدا کی پناہ! بھلا ان کی شیرازہ لڑائیوں کی آنچ پر کون ٹھہر سکتا تھا؟ کچھ سو راؤں نے راہ رو کی کین دونوں بہادریوں نے چو کھی لڑائی دکرا کر ان دامن کاٹ چھا کرٹ کر ڈال دیا۔ آخر شہادت کے طلب گاروں سے کون ہم نبرد ہوتا؟ اچھے اچھے جنگ

آزما جائیں بچا کر شیروں کے سامنے سے گزر کر نہ لگے۔ اس عالم میں ان کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ کبھی جوشی سرسبز عمل کرتے ہوئے چھپ چھپا کر حملہ کریں۔ چنانچہ ایک محل پر چند آہن پوشوں نے راستہ روکا۔ عبداللہ اور عبدالرحمن نے متفقہ طور سے ان پر حملہ کیا۔ وہ بہت پیر کر فراری ہوئے۔ دونوں بھائیوں نے تعاقب کیا اور تھوڑی دیر بڑھتے چلے گئے ناگہاں عقب سے متعدد تلواروں اور نیزوں نے دونوں بھائیوں کے اجسام کو خرابی کی طرح چلنی کرتے ہوئے زمین پر خرا بیدہ کر دیا۔

دنِ عباسؑ

از جناب رفیق جابر

حضرت ہی سے ہی متعلق ہے

سب ذیل نظم جناب رفیق جابر نے بہ سلسلہ ولادت حضرت عباسؑ فرمائی تھی۔ لیکن چون اس لیے ذیل میں درج کی جا رہی ہے۔ "فضل"

آج کو نین کے مٹھنے پہ بھی زیبائی ہو
وقت کے آتش لہجوں میں بھی رعنائی ہو
پھر صہانکمت گیسوئے سیاہ لائی ہو
صبح لیتی ہوئی تنویرِ دنا آئی ہو
یہ وفا، عشق کے چہرے کو جلا بخشنے گی
یہ وفا، حسن کے جلووں کو ضیا بخشنے گی
یہ وفا، مایہ صد نازش و دریاں ہوگی
یہ وفا، شاہر بیداریِ انساں ہوگی
یہ وفا، ہستیِ جاوید کا عنوان ہوگی
یہ وفا، عزتِ اسلام پہ قرباں ہوگی
اس کے آئینہ میں ایماں کی تجلئی ہوگی
یہ فدائے عہم فوجِ حسینی ہوگی

لے خوشا وہ کہ جو حامل ہو دنا داری کا
ہاں وہ، مینار ہے جو عظمتِ انسانی کا
آئینہ دار جو ہو زورِ یدِ الہی کا
جس کے ماتھے پہ دکتا ہو لبو کا ٹیکا
جلوہ افروز وہ حیرت آرا ہوا ہو دیکھو
نورِ عباسؑ نمودار ہوا ہو دیکھو
خیز کرتا ہو جن، سب پہ خوشی چھائی ہو
زندگی آید عباسؑ پہ اتراتی ہو
کر بلا شوق کا گہوارہ بنی جاتی ہو
تشنہ ذرات کے ہونٹوں پہ مٹی آتی ہو
نہر کہتی ہو کہ بیانِ محبت کر لو،
دستِ فرزندِ یدِ اللہ پہ بہت کر لو،

انسانیت کی رہنما !

از جناب سید ابوبکر صاحب قشتہ - بنگلہ دیش

تو دو جہاں کا تاج ہے [۶] تو عرش کی سر تاج ہے
تجہ میں خدائی راج ہے [۶] تیری حسدائی آج ہے

انسانیت کی رہنما []
[] اے کر بلا اے کر بلا

تجہ میں حرم قیدی ہوئے [] ان کے چلے خیمے لٹے
چادر چھنی بازو بندھے [۷] اُمت کے پردہ پوش تھے

اُمت کا پردہ رکھ لیا []
[] اے کر بلا اے کر بلا

تیری جین خاک کو [] اس خاک کی خاشاک کو
اس دشت بیت ناک کو [۸] عزم شہید پاک کو

تو تو سلام بے ریا []
[] اے کر بلا اے کر بلا

سارے شہیدوں کی یہیں [] رو صیں سمٹ کر آگئیں
سب کی جنیں جھک گئیں [۹] رقت پہ تیری لے زمین

تو سجدہ گاہ اتقا []
[] اے کر بلا اے کر بلا

تجہ میں نبی کی جان ہے [] تو حامل ایسان ہے
قرآن کا توحید دان ہے [۱۰] تو کتب ایقان ہے

اے مشد صبر و رضا []
[] اے کر بلا اے کر بلا

مہاں کا خون بے خطا [] دامن پہ تیرے بچ گیا
رائیں لیس خیمہ جلا [۱] چھینی گئی سکر ردا

اے میزبان بے نوا []
[] اے کر بلا اے کر بلا

اکبر تھا ہم شکل نبی [] باغ رسالت کی کلی
نام خدا روح علی [۲] کھائے وہ برجی کی افی

تجہ پر یہ ظلم ناروا []
[] اے کر بلا اے کر بلا

عباس ماہ ہاشمی [] رشک شباب یوسفی
شان و وقار سردی [۳] فوج حسینی کا علی

خون اس کا بانی بن گیا []
[] اے کر بلا اے کر بلا

بوندیں ہو کی وہ حسریں [] جو خلق صغیر گریں
شبنم تھیں بہر نخل دیں [۴] ایساں کو زندہ کر گئیں

اسلام باقی رہ گیا []
[] اے کر بلا اے کر بلا

انسان ہونے کا سبق [] ایماں پہ مرنے کا سبق
مٹ کر سنورنے کا سبق [۵] مرم کے جینے کا سبق

ہر اک مجاہدے گیا []
[] اے کر بلا اے کر بلا

کر بلا والے
از جناب سید ابوبکر صاحب قشتہ - بنگلہ دیش
حق پر نئے دانے ابل پونچھ گئے
سرویا ابن علی نے بات پر جب آگئے
کر بلا والے سبق قربان پیکلائے

وَاللّٰهُ خُذَا وَفَايِنْ عِبَّاسٍ

(از جناب شمیم حیدر صاحب جعفری امام ہزارہ جعفریہ سیٹا پور)

حقیقت ہے کہ انسان اسی وقت کسی حقیقت کو جانتا ہے اور حق سمجھتا ہے جب کہ اس کے سامنے اس حقیقت کی کوئی بھی مثال موجود ہو اس کی گواہی کے لئے کافی ہے کہ اس کی زندگی بھر وہ غور و فکر کے پیش کیا جائے۔

جب خدا کو ایک ایسے بچے نے سب کو پھیلانا چاہا جس کی بنیاد وہ نازل ہے پڑ چکی تھی کیس کی ہر ہر بات سے اس کی وحدت سمجھ میں آئے اور جب کے ہر فعل سے وہ معبود حقیقی سمجھ میں آئے اور جس کے ذریعہ سے وہ روز قدرت میں انسانوں کو ہزار بنا سکے تب اس نے رسول کو آدمیوں کی صورت میں بنا کر ان آدمیوں کی اصلاح کے لئے بھیجا جو باوجود آدمی ہونے کے آدمیت بالکل نہ جانتے تھے اور جس کسی زبان میں ۴۰ ہت پڑ چکے تھے اور اب بھی متحد و قسم کے دیوتاؤں کی پرستش کر رہے تھے۔ جو سکنا تھا کہ پروردگار اس مقصد کو کسی دوسرے نبی کے ذریعہ سے پورا کرنا لیکن نہیں اس کو تو اس خاص کا درجہ ایک لاکھ چوبیس ہزار میں بلند کرنا تھا۔ اس کے علاوہ اس نے خلیلؑ، کلیمؑ، روح القدسؑ وغیرہ تو نبیائے لیکن ابھی تک کسی کے لئے نفس کا لفظ نہ آیا تھا اس مخصوص نبی کے ذریعہ سے اس خاص لفظ کا کہیں پر استعمال کرنا تھا۔ ان فرض جب ہم نے رسول کی رسالت کو سمجھ لیا تب ہم نے گواہی دی کہ رسول خدا کے سچے پیچھے ہوئے پیغمبر ہیں۔ یا یوں کہئے کہ حقیقت رسالت کو سمجھنے کے بعد رسالت کی گواہی ہوئی۔

اسی طرح حقیقت وفا کو سمجھنے کے لئے وفا کی متعدد مثالیں تلاش کرنا پڑیں گی۔ دنیاوی مثالوں میں والدین اور اولاد میں محبت کے ساتھ ساتھ وفا کا مادہ بھی ہوتا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وفا کا مادہ فطری ہوا کرتا ہے اور ہر صفت کے ساتھ یہ قوت ظاہر ہو کر رہتی ہے۔ لیکن دنیاوی مثالوں میں رسولؐ اور علیؑ کی مثال سے زبردست کوئی دوسری مثال نہیں مل سکتی ہے۔ کیا وہ جنگ ہوا ہے جہاں یہ رسولؐ کو اکیلا چھوڑ کر بھاگ گئے لیکن علیؑ نے گئے اور جب خود رسولؐ کی نظر پڑی تو علیؑ سے فرمایا کہ تم نہ بھاگے۔ جواب دیا کہ اے من اسلام کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ علیؑ جیتے جی مجھ کو چھوڑ دے۔

آئے آج خبر کی لڑائی کا جو تھکان ہے تین دن کے بارے میں لوگ آج پھر رسولؐ کے کردار کے کون کون سے ہیں کہ شاید آج پھر علم حاصل جاسے اور دوبارہ جو ہر دیکھلانے کے میں لیکن ... آج تو رسولؐ کے منہ سے فاتحہ خبر کا نام نکلتا ہے جو ان لوگوں کی امیدیں پر پانی پھیر دیتا ہے۔ ہر چند علیؑ کے شعلات باتیں بنائی لیکن رسولؐ بغیر یہ کہ کفر کی فتح کے بعد دیگرے تین دن پہنچے ہے آج جو تھکان اور سچا جانشین باعث فتح اسلام ہو گا۔ اور آج اسی کے ہاتھوں پہلے اب خبر یہی ہے۔ انصاف والوں۔ دیکھو اسلام کی حمایت مشکل لیکن دعوت خلافت آسان۔ وفاداری رسولؐ کا عالم یہ کہ غلطی نہ تو گریہ اور بعد خدا کی شان کے دعوت وفاداری ؟

کہئے دیکھئے کہ جناب عباس کا حقہ مہمان وفا میں کتنا ہے۔ آج ستمبر ۲۰ رمضان ہے علیؑ کی حالت زیادہ خراب ہو چکی ہے۔ چراغ نے زور دھارا اور چہرہ مہانک میں فرق نہ بنایا۔ علیؑ کی اس حالت کو دیکھ کر اہل عباس نے چاہا کہ وہ عباس کو علیؑ پر بھروسہ کر دیں اس ارادہ پر علیؑ نے فوراً روک دیا کہ عباس تو فدیہ صحن ہے۔ عباس کی وفاداری دیکھی جائے جس کی پیشین گوئی آج علیؑ کی زبان مبارک سے ہو رہی ہے۔

ستند میں جب محمدؐ زہد نے حسینؑ کو اپنے گھر لایا تو حسینؑ خلافت خود اختیار کرنے کے لئے اٹھارہ نبی با شمسؑ کے ساتھ گئے تھے۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ عباس کے دل میں جوش ہو گا کہ کاش محمدؐ کا سر میرے ہاتھوں میں آئے۔ جب حسینؑ کی آواز بلند ہوئی ہو گئی تب عباس کے ہاتھوں میں حسینؑ کے حکم کی زنجیر پڑ گئی ہو گئی اور عباس اس کا خوشنود علیؑ خدا سمجھ کر فرما ہوا اور مطلع ہو گئے ہوں گے۔

حسینؑ نے جس وقت مدینہ چھوڑنے کا مکمل ارادہ کر لیا جو گا اور صبح کے وقت سفر کی تیاریاں ہو رہی ہوں گی آل رسولؐ کی سرکاری کا انتظام ہند ہو گا۔ میرا عقیدہ ہے کہ عباس ایک وفادار جلیل القدر ہے کبھی تو توڑوں گا انتظام کرتے ہوں گے اور کبھی راستہ ملنے والوں کو حکم دیتے ہوں گے آنکھوں کو بند کر لیں کیونکہ آل رسولؐ سوار ہو رہی ہے۔ آج زینبؑ کو ہاتھ ہے کہ ہندو گواہوں کی قبروں سے چھٹی باپ کی دلیرانہ سے دور لیکن واہ رے عباس جس سے ہن کو بڑی تقویت ملی کہ ساتھ ہے۔

میں سے مسلم مدلولہ علی میں سے عباس سے زیادہ کوئی بہادر نہ تھا حسین ان دونوں قوتوں کو اگر ایک ساتھ رکھتے تو کرنا کا واقعہ ہی نہ ہوتا اس لئے مسلم کو گزند میں بھیج کر قہر کو کم کر دیا۔ اور عباس پہلی ایک ذرہ داری والدی کو لڑائی کا خیال نہ کریں۔

انفرض عباس پانی بھر لائے۔ تیروں کی بد چھار ہوئی دونوں ہاتھ قلم ہو گئے عباس نے مشک دانتوں میں دالی۔ مشک برتیر لگا۔ پانی بہ گیا۔ عباس کو بہت غم تھا۔ جب ٹھوڑے سے گرسے تو وہی آقا سمجھتے ہوئے پکارے کہ یا مولا اور کئی (کہ اسے مولا نہ کہتے) حسین اور اکبر بیٹے عباس دم لڑ رہے تھے۔ حسین نے بیٹے کو عباس کا سر زانو پر رکھا خون پر چھا۔ عباس نے وہ بیٹوں کا مسلہ شروع کیا کہ اسے آقا میری لاش خیر میں نہ لے جائیے کیوں کہ میں پیاری سکنے سے بہت شرمسار ہوں۔ دوسرے یہ کہ میری قبر ترائی میں ہو حسین بولے کہ بھائی ہم تم سے دور ہوں گے۔ پھر حسین رونے ہوئے فرمایا کہ اسے عباس ایک پسری خواہش ہے اسے بھی پورا کرو و عمر میری تو غلامی میں بسر کی اب آخری وقت تو بجائے آقا کے بھائی کہہ کر پکارو۔ عباس نے دل میں خیال کیا کہ اگر عمر میری تو کبھی بھائی نہ کہا لیکن پھر آقا کی خواہش بھی تو کسی حد تک حکم کا اشارہ کرتی ہے آخری وقت کا بچتے ہوئے جو ٹوٹوں سے ایک بار بھائی کا اور دم توڑ دیا۔

حسین کی کرٹھ عمی اکبر کا سارا لے کر اٹھے اور فرمایا بیٹا علم خیمہ میں لے چلو۔ المیہ ہے فرمایا کہ عباس مارے گئے ان کی یادگار علم دایں کیا ہے۔ بیوہ عباس کو بلاؤ میں اس کو چھ خصم دوں۔ اس لئے جینے بھی کہا کہ سے دانش خداوندہ فایں عباسی ٹھیک ہے۔

لوسٹ :- سر زمین اس وفادار عباس کے تصدیق میں ہم لوگوں کی وہائیں ہر آئینہ اود میں اپنے ولی مقصد میں کامیاب ہوں۔

نقشِ اِعتبار

حسین بخش اسلام کی بہار ہو تم نبی کا عشق ہو حیدر کی ذوالنقار ہو
ماتا جائے زمانہ ہزارے ساحو اُبھرتے جاوے وہ نقشِ اعتبار ہو تم
(”سآخر“ جنسی)

انفرض حسین کا سفر شروع ہوا عباس ہر مقام پر پیش پیش تھے اپنے کو ہر مقام پر خدمت کے لئے وقف سمجھا خطرہ کا مقام تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انہیں کا ہے۔ جب حسین کو جناب مسلم کی فہمائت کی اطلاع ملی اور حسین غم نہیں ہوئے عباس نے اپنے آپ کو پیش کر دیا کہ اگر مردہ حکم ہو تو کوئی جاکر کوئی الٹ دود اور کوئی نہ کو ان کے ظلم و شقاوت کے مزہ چکھا دوں۔ لیکن آہ آہ حسین نے فرمایا کہ بھیا عباس دل نہ کڑھاؤ اور ابھی جھک کر چھوڑ دو تم جھک کر ایک ایسے مقام پر چھوڑ دو گے جہاں پر میری کرٹھ جاسے گی۔ آنکھوں کی بھلائی غم ہو جائے گی۔ تم کو تو ابھی میرا مقصد پورا کرنا ہے۔ عباس یہ سن کر خاموش ہو گئے، ارطاعت کے لئے گر نہ جھکا دی۔ جب حرمی کے لشکر سے ملاقات ہوئی عباس حسین کے پہلو پر تھے۔ عباس کے دل میں دلوں کا حسین کا حکم پاتے ہی اس کا ٹکٹی ٹکٹی لیا جائے لیکن حسین کے منہ سے نکلا بھیا عباس یہ لوگ بہت پیارے ہیں پھلان کو پانی پلاؤ۔ اب کیا تھا عباس کا خیال فدائ حسین کے حکم کے سانچے میں ڈھل گیا اور عباس اسی چوڑی دو دلوں کے ساتھ پانی پلانے لگے جس دلوں سے لڑنے کا ارادہ دل میں رکھتے تھے۔

آئیے عباس کی وفا کی ایک مثال اور لچے کہ جس وقت حسین کر بلا بیٹے اور چاہا کہ انہیں المیہ شہر کے کنارے چائے جائیں اور فوج مدد سے حسین کو روکا عباس کو غیظ آ گیا اور بگڑ گئے کہ اب آل رسول کے خیمہ شہر پر چاہا ہوں گے۔ حسین نے فرمایا کہ عباس آؤ ہم ان کو مصروف قتل کی انتہا دیکھ لیں اور انہیں کس ہمت کا خیال ہے تم شہر تک تلوں میں خیموں کی طرح آکر کم کرنا عباس کا وہ چوڑی دو دلوں حسین کے حکم کے تحت میں دیکھئے کہ فوراً انہیں شہر چھوڑ کائے چلا آ رہا ہے۔

شب عاشور تک عباس نے رات کو آل احمد کی حفاظت کی۔ کیا محال تھی کہ کوئی پرندہ چہچہا مار جاتا۔ اگر حسین نے ہر رات کو عبادت کے لئے وقت کر دیا تھا تو عباس نے غلام بھڑانا پافرض سمجھا تھا۔ عباس روز عاشور حسین کی مدد کے لئے ہر مرنے والے کی لاش پر جاتے تھے اور حسین کو لاش اٹھانے میں مدد دیتے تھے۔ عباس نے جب دیکھا کہ سکنہ کو پانی کی شدت ہے تب حسین سے اہلوت چاہی حسین یہ سمجھ رہے تھے کہ اگر عباس کو بولنے کی اجازت دی گئی تو عباس کر بلا کو اٹھ دینگا اسی لئے حسین نے پانی لانے کی ذمہ داری عباس پر ڈال دی کہ عباس لاؤ سکیں اور پانی لانے کا دھیان رکھیں۔ یقیناً پانی لانے کا خیال عباس کے ہاتھوں کو روکے رہے گا اور عباس کو غیظ علی کی طرح نہ آ سکے گا۔

حسین کی زہدیت سیاست دیکھئے کہ عرب میں اس وقت اولاد مقبل

مرثیہ کے چند بند

از جناب سید سرخراز حسین صاحب رضوی نجسیر کھنڈی

”صبح عاشور“

دن نمودار ہوا رات کی ظلمت ہوئی دور برق صبح میں تھی حرشہ مات مستور
خطابیں کی سفیدی کا شفق میں دکھاور جھلجھل سے ہوشیڈ کے کفن میں کافور
مرنے والوں کو یہ پیغام کسی کا پہونچا کٹ گئی ہجر کی شب روز وصال آپہونچا
بان نور سے بیاناہ سحر کا چھلکا رنگ نیروزہ گردوں کا وہ ہلکا ہلکا
وہ شجر باغ کے عالم وہ ہر اک کو لپکا ہنرہ صحن چمن فرش بنا محل کا
بس گیا بھولوں کی خوشبو سے ہوا کا دامن رنگ صد گل کدہ تھا باد صبا کا دامن
وہ بہار سحری اور وہ گلستاں کا سماں شاخوں پر چاٹوں مرغ سحر زمرہ خواں
حمد معبود میں مشغول وہ موس کی زباں قمریاں سرو کے گلہ سونوں پر صروبہ آواں
شوق کی حد سے بھی کچھ بلبلیں آگے بڑھ لیں دامن گل کے مصلوں پہ نازیں پڑھ لیں
زوناہوں کا وہ عالم وہ جوانی کی بہار ہنرے پراوس کے وہ قطرہ فانی کی بہار
نہروں میں آپ مصطفیٰ کی روانی کی بہار کیا روں میں وہ پھٹکتے ہوئے پانی کی بہار
شاخوں کے عکس سے یہ طور نظر آتے ہیں کچھ شجر زیر شجر اور نظر آتے ہیں
گل صد برگ کی محل میں وہ علمائے بہار سیکڑوں پر دوں ہیں نہاں رخ زیبائے بہار
سر شوریدہ بلبل میں وہ سوائے بہار مٹھیاں کھول دیں خچے تو ابل آئے بہار
گدگدایا جو صبا نے تو یہ کچھ طور ہوا ہنس دیے پھول گلستاں کا سماں اور ہوا
صحن گلشن میں ٹہلتی ہو صبا آکر تازگی آگئی ہنرے میں ہوا کھا کھا کر
بلبلیں باغ کی دخواہ فضا پا پا کر نغمہ آرا ہوئیں بالائے شجر جا جا کر

رنگ قدرت سے وہ بالا جو ہوئی شان چمن
پر پھلانے لگے شاخوں پہ غزل خوان چمن

باغ سے آئی جو صحرا میں نسیم سحری صنعت حق کی نظر آئی کعبہ جلوہ گری
کرویا دفتر گلہائے گلستاں نظری وہ تکلف سے بھرا اور یہ نقص سے بری
خشک پتھری زمین تازہ و تر سبز درخت آب قدرت سے وہ سینچے ہوئے سرسبز درخت
سیکڑوں کو س برابر سے دختوں کی قطار جھنڈ میں تہنیوں کے طائرؤں کی ہچکار
پست و بالا وہ شجر قدہ قیامت آثار جنگلی آغوش میں کس ناز سے لپٹی ہو بہار
سرخ و پھول ہیں سب چشم تاشانی میں رنگ یا قوت کا وہ لالہ صحرائی میں

”عرب کی بہار“

جا بجا نخل رطب کے وہ رتیلے میڈاں باڑن شبنم شاداب سے گیلے میداں
وہ کہیں اہل خشکی کہیں سیلے میداں اتھائے نظر شوق پہ نیلے میداں
محشر حسن کناروں پہ اٹھائے ہوئے کوہ دامن دشت کے گوشوں کو دباے ہوئے کوہ
دامن کوہ کا سبزہ وہ زمرہ پیکر معتدل حدت شمس وہ سنہرا منظر
برن گھٹتی ہوئی کساروں سے گرمی پا کر آب حمت کی روانی وہ ادھر ادھر
راہ پاتا ہوا بہتا سرسبز راہ پانی اٹھلے پانی کی وہ نہریں کہیں گرا پانی
پھر پڑیں تار یہ کی سمت ہوا میں ناگاہ نہر سے دو دریا باغ رسول زبجاہ
قبلہ دیں کے دھوکہ بھی نہیں پانی آہ صندلیں گرد تسم سے ہو پیشانی شاہ
ذرتے ذرتے میں جو غل عرش وقار ایسا ہو ایسی آیت کے لیے خط عبا را ایسا ہو

حسینی علم بردار کا شاندار نامہ

(از جناب شیخ محمد مختار صاحب مدرس اعلیٰ مدرسہ حسینیہ بڑا گادوں)

جب امام حسینؑ کے نیچے کر بلا میں نصب ہو جاتے ہیں تو شرابی فوج سے کھل کر خیمہ امام کی طرف پڑھتا ہے کہ اپنی مکارانہ پالیسی اور عیارانہ باتوں سے حضرت عباسؑ کو لشکر امام سے جدا کرے اور عز و زاری کا پاس دلا کر اور زور جاگیر کی طمع سروادی منصب کی لالچ دلا کر جا بلا کسی طرح عباسؑ عیسیٰ کا ساتھ چھوڑ دیں مگر جو نفس کا کٹر کرچکا ہو جو حکیم روحانی کی آغوش میں دوس اخلاق کی تکمیل کر چکا ہو اور معرفت و اطاعت الہی کے دار میں کرچکا ہو بھلا کیسے ایسے عکار دھیار کی باتوں میں آسکتا ہے حضرت عباسؑ نے اس فتنی ہوئی دولت کی طرف ترجیح نگاہ سے بھی نہیں دیکھا اور فرمایا کہ تیرے امیر کی سروادی منصب و امان پر منت ہے۔ دنیا نصرت حق کی مثال اس سے بڑھ کر پیش نہیں کر سکتی۔

دنیا کی تاریخیں کوئی مثال کسی ایسے سپہ سالار لشکر کی نہیں پیش کر سکتی ہیں جس نے باوجود وہ روز کی بھوک پیاس کے جنگ کی ہو اور آخر وقت تک دشمن سے لڑنا نہ ملے ہو۔

یہ علیؑ کے فرزند کی ہمت تھی کہ وہ اس مٹی دل لشکر کو ہزیمت دیکر گھاٹ پر قبضہ کرنے کا مستقل ارادہ کرے اور ایک ہی حملہ میں لشکر کو تہ بالا کر کے مدیا میں گھونٹا ڈال دیا جب تک کہ ششک بھری خود پانی نہ پیا باوجودیکہ قدمت حال کو چپکے تھے بلکہ صرف اس خیال سے کہ امام کے بچے پیاس سے مرے ہیں اور میں علمبردار چمک پانی پی لوں غیر ممکن ہے پیاس سے ہی نکل آئے یہ وہ ہر معقول کارنامہ ہے کہ جنگ جو اقوام کے حالات بھی ایسے کا زمانے سے خالی نظر آتے ہیں۔ پھر توفیق یزیدی نے جو عی قوت سے حوا کیا مگر علیؑ کے پھرے ہوئے شیر کے لئے کھلا ہوا میدان تھا جس وقت یہ شیر نکلا رکھیل رہا تھا دشمن پس پشت سے وار کرنے کی فکر میں تھا کہ دہنا پر ہزاروں کا زور کس کس کے حملے کا جواب دیں وار چل گیا۔ اور عباسؑ کا دہنا لڑنے زمین پر پڑنے لگا ہو سکتا ہے کہ عباسؑ پر پالیسی کی ایک خفیہ سی لہر لگئی ہو مگر خدا اس لئے کہ وہ لڑنے لڑ گیا جس سے اپنے بھائی کی حمایت کو رہے تھے لیکن عباسؑ کا استقلال قلب اور قوی مضبوط

عقل عالم میں رستم و فریاب جیسے ہمت سے بڑے بڑے پہلوان اور ہرگز آزمائے ہوئے اور آگ بھی کچھام آدھ وجود ہیں مگر وہ خدا داد و زور جس کا مسک تیر و سو برس سے اب تک چل رہا ہے اور قیامت تک چلتا رہے گا روئے زمین کے ہر احد خطہ عرب کے چھانہ آفاق قبیلہ قریش میں سے سر از قریش بھی ہاشم میں صرف ایک جو سر و دایا تھا ہے جس نے اپنی خدا و طاقت اور ہر قوت احمد خال شجاعت کا مسکہ ہر دل پر قائم کر دیا اس کی احد ذات ہم شجاعت کی تصویر اور جگر زانی کا خاکہ تھی جسکی کلانی کا زور دنیا انتہی ہے جس کی شجاعت کا لوہا دشمن پہچانتے ہیں جس کا نام نامی دشمنوں کا دل ہلا دینے والا جس کے پیرو تے پر ہر وہ کر کے اسلام جیسے چمکیر مذہب کو قدم اٹھانے کی جرات ہوئی اور چند برس کی قلیل مدت میں اسلام کا پرچم عرب کے ہر خطہ پر لہنے لگا اور آج دنیا کا کوئی گوشہ نہیں جو اسلام کا نام لیا اور اس کی خصوصیات کا شیانہ ہو اس چھانہ آفاق سردار کی بے مثال شجاعت دیکھ کر یہ دہم بھی نہیں چوسکتا تھا کہ اسکی مثال عالم و جہ میں رونما ہو سکے گی مگر میدان کر بلا نے ایک نہیں بہت سی ایسی مثالیں پیش کر دی ہیں جو سب اسی سردار کی یاد تازہ کرنے اور دنیا کو یقین دلائے کے لئے کافی ہیں کہ شجاعت آل محمدؑ کا کام تھا اور انہیں بے ختم ہو گئی۔

تاریخ بتلاتی ہے کہ علیؑ کر بلا سردار توفیق حسینی سپہ سالار لشکر مظلومیت متعلقہ مکینہ افضل الشہداء جناب عباسؑ نے روز نگاہ کر بلا میں وہ شجاعت دکھلائی کہ بڑے بڑے بہادروں اور نامی پہلوانوں کے قدم پھیل گئے اور دنیا جب تک زندہ رہے گی عرب و ایران کی شجاعت کا طوائف کرے گی اور ان کی شجاعت کا مسکہ قیامت تک چلتا رہے گا۔ کہ بلا کی تاریخ شاہد ہے کہ سب سے پہلے جس بہادری پشانی پر عزت و حمیت کی شکنیں پڑیں وہ صرف ہی عباسؑ تھے یقیناً اگر حسین بن علیؑ عباسؑ کی جھنجھلائی ہوئی طبیعت کو مدد نہ ملنے تو جس وقت حسینؑ کو دیدیا کہ کنارے پر سے خمیوں کے اٹھالے کا حکم دیا گیا تھا تو بھی لم شمس کی اس وفا پرست ہستی کی تلواریسی وقت شجاعت کے چہرہوں کو بے پردہ کر دیتی۔

ہے جس نے زندگی کے مقصد کو پورا نہ کیا جو جناب عباس نے وعدہ وفائی کی راہ میں جان بازی و مرفوشی کر کے وہ طریقہ بتا دیا کہ انسان فنا پر کربیات ابدی کے لباس سے آرات ہو جاتا ہے مرکزہ جاوید ہو جاتا ہے۔ شاید کوئی کوتاہی ہو یہ کہے کہ امام نے جو کچھ ترک کیا جو راز ترک کیا۔ پانی نہیں ملا نہیں پیا اگر مل جاتا تو ضرور پی لیتے تو اس کے منہ پر جان و فاذلہ در عہد حسینی، ہاتھ دکھ دیں گے اور فراموشی کے تم جھجھی کو دیکھ لو ٹھوٹ دو مگر ڈٹ نہیں گلاس دو گلاس نہیں بلکہ پورے دریا پر قبضہ کرنے کے بعد بھی پانی نہیں پیا منہب یتھام جوہری کے پابند نہیں حق کے پابند ہیں معنویت کے ساتھ جو چیز کرنے کی ہوتی ہے وہی کرتے ہیں نصرت حق کے لئے اپنے کو شاد کمال تمہارا اخلاص ترقی تھاری کینئر ہو جائے گی جس کو فنا نہیں جسم بے جان ہو جائے۔ ہو جائے۔ مگر تمہارا مقصد اور تمہارا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔

ہو جاتا ہے دوسرے ہاتھ سے جنگ کرنے کے دشمن کا دار دوسرے ہاتھ پر بھی چل گیا اور دونوں بازوؤں سے خون کی چادر بہ رہی تھی لیکن عباس کا چہرہ دیا ہی غیر متحرک اور شاندار تسمک کا مرکزہ بار بار نکلتا تھا جس دشمنوں کو اب بھی وہی عقارت سے دیکھ رہی ہیں شک ابھی تک تو محفوظ ہے آخر شک پر بھی دشمن کا تیر لگ گیا اور سر قریں پر گرنے لگا اور حضرت عباس کے مقدس خون کے ساتھ یہ پانی بہ گیا جس کی قیمت کا اندازہ کرنا ممکن نہیں۔

دنیا میں کون پہ سالار یا گذار ہے جس نے داہنا ہاتھ کٹ جانے کے بعد بائیں ہاتھ سے جنگ کی ہو اور جب دو مرا ہاتھ بھی نہ رہا تو ابرو پر پل نہ آئے ہمت میں کوئی فرق نہ آیا عزم و استقلال میں کوئی کمی نہ ہوئی اور اسی بہادری اور جرأت کے ساتھ دشمنوں کا مقابلہ کیا جناب عباس پر یہ وہ وقت آچھا تھا جب دل ٹوٹ جاتا ہے تپ بپت ہو جاتی ہیں یسین یسین لشکر کے سردار کے لئے مخصوص تھا کہ دونوں ہاتھ کٹ جانے کے بعد بھی دل میں کوئی ہراس و خوف اور طبعیت کو کوئی انتشار و اضطراب نہ پڑا۔ اور بے کسی کے عالم میں دشمنوں سے رٹ کر آنے والی نسلوں کو بہادری کا ایک حیرت انگیز اور شجاعت آمیز سبق دے گئے کیا دنیا کا کوئی مورخ مجھے بتا سکتا ہے کہ جناب عباس کے سوا کوئی اور بھی ان صفات کا حامل ہو گیا ہے۔ جناب عباس کو جہاں شجاعت اور دلیری میں امتیاز تھا وہاں خوش قسمت بھی بہت زیادہ تھے ایسے خوش نصیب سردار فوج کہاں نظر آتے ہیں کہ شہنشاہ کو بلا کے زانو پر سر ہوا اور دم نکل جائے کہ بلا کی تاریخ اس عظیم اور دردناک واقعہ کو کب بعدا سکتی ہے کہ امام کے لشکر کے فاذلہ سپہ سالار نے ٹھوڑے سے گرنے کے بعد آواز دی یا آخا اور ک آخا شہنشاہ شہر و دہلی فوراً پہنچے زخمی سردار کا مراٹھا کراؤ پر رکھا سلطنت اسلام کے حقیقی تاجدار نے آنسوؤں سے خون کو دھویا ہوش میں آنے کے بعد دیتیں کہیں آقا میری لاش کو خیمہ میں نہ لے جائیے گا میں سیکنے سے پانی کا وعدہ کر کے آیا تھا افسوس دشمنوں نے نہ پہچانے دیا اور موت نے ملت نہ دی۔ دنیا والو اگر عورت و حیات کا سبق لینا ہے تو عباس سے سیکھو مرتے دم بھی اپنے قول کو نہیں بھولے شہادت کے بعد بھی قبضہ دریا پر رہا مرنے والا آخری پتلی کے کرعوس موت سے ہلکا نہ ہو جاتا ہے مگر اس کے دفا کا چاند اپنی شمعوں سے کونین میں روشنی پھیلاتا رہے گا۔ موت انسانی پیکر کو بیکار کر کے خاک کا پوند بنا دیتی ہے ٹھوڑے عرصہ میں ذکر زبان دیا دکھ لے سے جو کھاتی ہے گویا موت خیر و راحت کی موت ہے اور اس مرنے والے کی موت

تسبیح امامت

(انجناب حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام)

سقا کی گویا مرتبہ بخشا ہو خدا نے جب شاہ پہ جاں اپنی خدا کے بچے فضل اکامہ ہوئے جنگ پہ عباس علم دار چہرے پہ عیاں ہو گئے آشکار غشی کے پیاسوں کا رہے دھیان گرفتہ کئے میدان کی طرف رخ جو کیا شیر جری نے عباس کو تھادھیان کو بچوں کی بچہ پیاس شائوں کے جدا ہونے پہ بھی رنکٹن چڑی اک گرز لگا سر پہ گرسٹھوڑے کو عباس چلائے کہ اعدا کو جلد آئیے عباس پکڑے ہوئے ہاتھوں سے کمر نہر کی جانب پہنچے سر بالیں تو دہان حشر دیکھا "انصار" بیاں کیا ہو شہ دیں کا ترپنا ہیں اتم شیر کے پردرد فسانے

کروٹیں لے لے کے صحرا رہ گیا

از جناب نثار بوزرابی — تلمیذ — جناب نعل نکلوی

شہید وفا

(از عالی جناب علی محمد صاحب کھنوی)

حسین! زور و شجاعت غلام تیرے ہیں
وفا و صبر و تحمل یہ نام تیرے ہیں
زمیں تری فلک نیل فام تیرے ہیں
زمانہ تیرا شہا! صبح و شام تیرے ہیں
زل، عطار و مرغ و شتری زہرہ
ہراک جہان میں چرچے مدام تیرے ہیں
کبھی رسول کا کاڈھا کبھی بتوں کی گود
کبھی کنار علیٰ یہ مقام تیرے ہیں
جو بخش پیکر مردہ کو جان حریت
قسم خدا کی وہ شیریں کلام تیرے ہیں

جو سرفراز کریں سرنگوں جماعت کو
قسم خدا کی وہ شیریں کلام تیرے ہیں
پیارے ہر کس و ناکس نے جن کو خوش ہو کر
شہید راہ وفا کے وہ جام تیرے ہیں

برجھوں میں دل کا ٹکڑا رہ گیا
لے فلک مشق ستم کے واسطے
نوک تیزہ پر سب اکبر کے ساتھ
شان و بیکھو حضرت عباس کی
اب نہ اکبر ہیں نہ وہ حسن شباب
شام میں اہل حرم کے واسطے
اس کو کہتے ہیں وفا اہل وفا
کانپتے ہیں لہجہ سرور کیا کریں
اعطش کی سُن کے بچوں کی صدا
کیا ہوئی ایذا نہ جانے بعد قتل
شہ جو تڑپے شہر کی بیدار سے
رہ گیا ماں کو جو اصغر کا خیال
اور حسیں کیوں کر دابنت علیٰ
کیا خبر ماں کو کفن بن جانے کا
شام کا حاکم ادھر، زینب ادھر

قابل صدر شک ہے وہ دل نثار
نام حیدر جس پہ کندہ رہ گیا

اسلام کی حیات

مجموعہ صفحات بنائے گئے ہو تم
ہر لفظ کہہ رہا ہو یہ تاریخ کا حین
اسلام کی حیات بنائے گئے ہو تم
بنیاد کائنات بنائے گئے ہو تم
(نثار بوزرابی)

۱۔ میرے نزدیک مذکور ہو

اصحابِ حسین علیہ السلام

(از جناب مولوی علی محمد صاحب لکھنوی غلط عالی جناب
(مولوی محمد رفیع صاحب مدرسہ عالیہ) - برہنہ عالیہ -)

بیل ہیں کہ قافیہ گل خود بس است

اے خاک کر لایا میں نے، اور تھا راکیا کن۔ کون ہے جو تمہاری عمری کاڑھی کرے۔ اسے تپتی ہوئی زمین کے مچھلے پانے والو! اسے تلواروں کی پھلڑوں میں جماعت قائم کرنے والو! اسے تیروں کی بادش میں غازی پڑھنے والو! اسے تاجدارِ دین کے لال کے قدموں پر نقد جان شاکر کرنے والو! اسے اسلام کے پیارو! تم ہی وہ جو جنہوں کے اپنے زمانہ کے قرنِ ناطق سے کہلوایا: فانی لا اعلیٰ اصحابا او فی ولائین من اھم! اسے میرے اصحاب جیسے تم نیک اور با وفا ہو ایسے تو کسی کے اصحاب میں نہیں جانتا۔ یہ وہ زمینِ الفاظ ہیں۔ کہ دنیا انبیا ایک پلہ میں اور یہ چند لفظیں ایک پلہ میں غزائی اسی کا حصہ ہے۔ ہندائے لم نیل تم میں سے ہر فرد نے اقلیمِ فامین تاجدار کی۔ تمہاری ہمدردیاں اب زور سے لکھنے کے قابل۔ تمہاری دغاوارے قلب پر لکھنے کے قابل تمہارا ایمانی رسوخ قسم کھانے کا سرور اور۔ تم نے اصحابت کے آسمان کو ایسے بہتر سورجوں سے سجایا جن کی جگہ کاہٹ تا قیامت نہ ملے گی۔ میں کیا اور میرے الفاظ کیا جو تمہاری کتابِ منقبت میں کام آسکیں۔

تم تو رہ چکے جنہوں نے بادشاہ دو جہاں سے خزانہ تحمین حاصل کیا۔ تم نے ابوالاکہ سے آفرین کے نمونے پائے تم نے کائنات کی شانہ زادی کی دلی دعا میں سرفرازیں پائیں۔

چند اوصاف

وہ قند کا م تھے۔ مگر خلیل کر بلا کی دوستی میں معائب کی آگ میں بطیب خاطر کوڑے چڑے۔ اور آبرو سلاحتی کا راز اسی میں مضمر سمجھئے۔ پانی کا نام نہ تھا۔ شربتِ دیار کے سوارے جیتے تھے۔ انھوں نے بغیر کسی لوث، بغیر کسی لگاؤ کے اپنے آپ کو امام کے معصوم ارادوں کے حوالہ کر دیا۔ حسین کی چشمِ ابرو کو قبیلہ عمل بنایا۔ یہاں تک کہ ان کی سپاہیانہ انگلیں۔ مجاہدانہ دلورے بھی ایک ایک کر کے ملتے اٹھ گئے۔ ان کا کوئی قدم فرما نہ رہا کی دوائرہ سے باہر نہ چلا۔ گویا ان کے دل دفا سے بے پردے تھے تحمل ان کے خیر میں شامل تھا۔ ان کے افعالِ خیر کے مطابق

جب کہیں شائی دیتا ہے اصحابِ حسین یا کھنڈا پڑتا ہے۔ یا زبان پر آتا ہے۔ اصحابِ حسین۔ جذبات میں جنہو کی کیفیت بیدار ہو جاتی ہے۔ تصور میں اک نیا سماں چھا جاتا ہے اور خوش فکر و داغ میں، یہ خیال آتا ہے، یہ کہ ہم انسان کیسے جانتے ہیں۔ تو کیا ان لوگوں کو بھی انسان ہی کہا جانا چاہئے یا یہ فکر دامن گیر ہوئی ہے کہ مجھ کو ان لوگوں کو انسان کہا جاتا ہے تو کیا ہم بھی انسان کیسے جانتے کے حقدار ہیں۔ کیا وہ بشر نہ تھے ملک تھے۔ یا ہم انسان ہی بلکہ اس سے کوئی ادنیٰ نوث ہیں۔

غرض ہر غریب ایک عجیب کشش ہوتی ہے۔ اور قوتِ فیصلہ کے لئے ایک اہم ہم درپیش ہوتی ہے۔ کہ ان وہ کہاں ہم وہ آفتابِ عالمیت۔ ہم زورہ بیکدار۔ وہ تکریمِ مزاج ہم خطرہ لے باط۔ وہ چین شاداب ہم خارِ خشک۔ وہ ادج عرش کے بٹھینے والے۔ ہم مہبتی کے مفہوم سے بھی نا آشنا۔ وہ سوچد واہ و فافا۔ ہم نقش قدم بھی دیکھ دیکھ کر چلنے کا سبق نہیں دیکھتے انھوں نے ایک خور میں حقیقت کی بنا ڈالی۔ ہم مجازاً بھی اس کا عکس اتارنے سے قاصر ہیں۔ غرض وہ وہ ہیں ہم ہم۔ چہ نسبت خاک و ابا عالم پاک۔ پھر بھلا ہم اور وہ دونوں ایک لفظ کے دامن میں کیہ کر آئیں۔ بیان تک پہنچ کر نہ امت کی ایک طویل و عریض لہر پیدا ہوتی ہے۔ (کاش نہ امت نادرے بخش بھی ہو۔ یعنی حسنِ عمل کا ذریعہ بن جائے) مگر نظر کا رخ جب دوسرے طرف مڑتا ہے۔ اور ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ انسان ہی تھے مگر ملکِ نعمات تھے تو وہ ہر کا ایک عالم طاری ہو جاتا ہے۔ اور بے تحاشا دل چاہتا ہے اگر ان کے قدم چار سے لہتے آئیں۔ تو ہم بوسہ دیکر کہیں۔ اسے افسہ والو تمہارا کیا کتنا تم نے انصافیت کو ایسا عروج دیا کہ تمہارے تصور سے انسان کی داعی ہر منور ہو جاتی ہے۔ ادھ ملخی خیال بنگلہ لاشتی ہے۔ ساتھ ہی چاروں چیشائی پر غور کی شکنیں چھلکی ہیں۔ اور یہ لکھ کر کہ تم بھی انسان تھے اور ہم بھی انسان کہا جاتا ہے۔ ہم یقیناً تمہارے مثل نہیں۔ مگر تمہارے کارناموں نے ہمیں بھی سرفراز کر دیا۔ بات کہنے میں آہی گئی کہ وہ انسان ہیں جن کی لبذا اعلیٰ کی مثال کر بلا و اھلئے پیش کی۔ اس کے بعد زبان پر آہی جاتا ہے کہ ہم یہ ایسے نہ ہو سکیں گے

خانہ تھا اور ان کے منور چہرے۔ حیثیت تذکیہ نفس۔ امامت الی اللہ۔ ان کے اندام کا جو ہر تھے۔ یہ ہی وہ چیز ہے جس نے ان کے افعال و اقوال کو کچھ شان بلند کر دیا تھا۔ رعایت اناس کو اس کا اندازہ بھی لگانا دشوار چھو گیا کہ ان کے سینوں میں کیسے دل تھے۔ اور دلوں میں کیا جوہر صلوٰۃ کی روح گنتی پاکیزہ تھی۔ فی الحقیقت ان چیزوں کا سمجھ لینا ہمہ فیض کا کام ہی نہیں۔ ان کے ہر ذرہ میں ایک بسیط حقیقت کے اصول جلوہ گر ہیں۔ جن کا وہ بدو صرف غور و فکر کے مقصد میں ہے۔ بہت سے جہلا ایسے ہیں جو آج تک زبان زد خلعت ہیں۔ مگر حسالی کی شرمندگی سے بے نیاز و متحارب تو میں ہمیشہ اعلان کرتی ہیں۔ کہ ہم اپنے مقصد کی حمایت میں آخری قطرہ بھی صحت کر دیں گے۔ یہ اور اس قسم کے بہت سے جملے سننے میں آئے جن کے مصداق کی تلاش میں کافی زحمت اٹھانا پڑتی ہے۔ اور کہنے اور کرنے کا فرق ہمیشہ نمایاں ہو کر رہا۔ البتہ یہ کہ بلا دالے تھے، صوف کر بلا دالے۔ جن کے اس قسم کے تمام دعوے عمل کی زبان سے تصدیق شدہ ہیں۔ ان لوگوں نے مقصد کی حمایت کی آخری دم تک۔

آخری۔ اس تک حمایت کی اپنے خون کے، آخری قطرہ تک حمایت کی جب ان کو یقین ہو گیا کہ یہ جفا چینیہ، صلح کل، صلح جو، صلح بدو امام سے ضرور مقابلہ کریں گے۔ انہوں نے ایک ایسی انگریزائی لی جن نے بچوں کو جانوں پر فوقیت دے دی اور بڑھاپوں سے آثار پیری رخصت کر دیے۔ چہرے دیا نے عجیب و غریب نظر دیکھا۔ ہر ذہانی یہ جانتا تھا۔ میں اپنی جان پہلے قربان کر دوں۔ ہر ایک اپنے سینوں کو سناؤں پر رکھنے کو آمادہ۔ تازت آفتاب شباب پر تھی، آگ برس رہی تھی، زمین تپ رہی تھی۔ تشنگی سے سینے بھوک رہے تھے۔ میدان کا انداز گرم تھا۔ مگر یہ ولادت کے شیر کی طرح جھوم رہے تھے۔ کیا ہو رہا ہے۔ اور کیا۔ چوہنے والا ہے۔ اس کا تیراں کے چہروں سے گھٹتا تھا۔ تو پر میں اضافہ پایا۔ چہرے کی رونق کسی نے کم ہوتے نہ دیکھی اس قلیل جامعہ، کا یہ رعب تھا کہ جہر انہوں نے رخ کیا سپاہ خلافت کا سپہ پھر دیا۔ اس فرض تناسی کے ساتھ منزل مقصود پر فائز ہوئے اور کمال وفا کے وہ نقوش چھوڑے۔ جن میں جذبات کا رخ بدلنے کی تاثیر پائی جاتی ہیں۔ انکی یہ ہی وہ ضعیف نہیں جنگی بدلت وہ آج تک زندہ ہیں۔ اور امام کی زبان سے قبل از سر کرنے کی تحریک کر لی۔ اور یہ شہادت، شہرہ چڑھایا۔ انہی اوصاف سے تصدیق میں جب بھی انکا نام زبان پر آتا ہے۔ انکی عظمت، داغ پر چھایا جاتی ہیں۔ اور قلب کے عمیق ترین گوشہ میں انکا جہت بجز احترام ٹھکر لیتا ہے۔ کبھی وہ کی زبان کسی ہے، مجاہدات الارض النبی فیما بینہ۔ اور کبھی ایک کہ سردیہ کر میں کہ اٹھتا ہے۔ یا یعنی حکم فافذ خذ اعلیٰ۔

ان کے حوصلہ صبر کا سیارہ۔ ان کے اداہ عہد کی صراط ان کی کدایا بیان کی تفسیر قیام ان کا شعاع یہ سکون ان کے چہروں کا خازنہ۔ حق پر ناز کرنے والے۔ صداقت پر چینیے والے۔ حق اور اصل پر جان دینے والے۔ شہادت میں بے نظیر جرات میں بے عدیل۔ سینے ایسے کشادہ جس میں عالم ایمان سلیا ہوا تھا۔ مگر فولاد آنکھیں اسی جلووں کی پرشار قدم میدان کارزار میں چینیے والے۔ ماتہ راہ حق میں کار ہائے نمایاں کرنے والے دین کے شہید۔ حقانیت کے فرشتہ۔ باطل سے بیزار۔ صورت میں فرو۔ صورت میں بختارہ دو ڈکار۔ عرض کیا باقتدار ظاہر کیا باعتبار باطن ہے

زفر کا ہر قدم ہر کہا جنگم کر شہر امن یکشد کہ جا میں جا است عدل و انصاف کی ترازو میں کوئی ان کا ہم پلہ نہیں ہو سکتا۔ ان کا ہم رنگ ہو کوئی ہوتا۔ پانگ بھی نہیں ہوتا۔ وہ ان کی سرفروشاں۔ وہ ان کی سہیدہ مزاجوں۔ وہ ان کی سرخشاں وہ ان کے تھے ہنسے ہاتھ۔ وہ ان کی جنس وفا کی خریداری وہ ان کا آپس میں خدات باشت کر رہے تھے نعل چڑنا وہ ان کا ہر کڑی سے کڑی معیبت کا جھیلنا مگر وفا کے نام پر شہ نہ لگنے دینا۔ ان کی ہر بات اشارہ کاٹنے کی تھی کیا مجال ہوتی بھر بھی فرق ہو۔ بہت کے دہنی۔ من کے بد سے تھے۔ وہ ان کے وزنی اداہ، وہ ان کے بازو میں ایمانی قوت، تلوار تول کر جہر جھیک سروں کی دھڑا دھڑی ہوتی تھی۔ یا جنگاہ میں خاک اڑتی تھی۔

میں نے جس قدر فقر سے حوالہ دے دیے ہیں۔ ان میں سے کوئی ایسا نہیں جس کی تائید تاریخ بیان واقعات سے نہ کرتی ہو۔

گہری نظر میں جانباڑوں کا حلیہ

باقتدار انجام دواقتب اس گردہ کے واقعات میں بے پناہ وسعتیں ہیں۔ جن کو دیکھ کر ذرائع انظار تنگی دامن کی فرمائیت کرتے ہیں۔ اور زبان اعلان کو اعتراض تصور ہے۔ اس سانچہ کے ہر گوشہ گوشہ میں خورشید شہادت حیات جادائی سالی دیتا ہے۔ اس کی ہر موہ تشنہ حقیقت کو کفر و بھام بنا دیتا ہے۔ ان کے حالات پر اک دودر سچا چہرے ہی فطرۃ سلیم میں وہ جذبات ابھرتے ہیں۔ جن کا اضافہ کے محسوس پیکر میں عقیدہ چڑا ہوا شہاد ہے۔ جس وادی میں ان شہیدہ سروں نے قدم دکھاتھا یقیناً نہایت شہاد گزار تھا۔ لیکن ان کی عالی جنوں نے چہرے میں کو بھی رنگ وفا سمجھا۔ انہوں نے کال غور و تدبر کے بعد اپنا نصب العین عین کیا۔ اس کے بدچشمی کو دامن مست ابن و آن سے بے خبر و امان منزل مقصود کی طرف بڑھے چلے گئے۔ ایمان ناخذہ کی لہریں عقیدہ اور ان کے چہرے۔ یقین کا خوش رنگ

ہاتھ میں قرآن اور آل پیمبر ساتھ ہے

صدر اشرف خان بہادر جناب سید صدر الاسلام حبیب صدر کو تو ال شہر آگر ۵

جاتے ہیں جنت میں جذبِ حبِ حیدر ساتھ ہے
حشر میں ہم ہیں غم سبطِ پیمبر ساتھ ہے
کر بلا سے کوفہ اور کوفے سے لیکر تباہ شام
رہبری سوانگی ہو گا اپنا کوثر پرورد
کہتے ہیں شبیرِ مچھکو دشمنوں کا ڈر ہو کیا
آنکھوں سے دریا ابل آئے کہا جب یاسین
سوئے خیمہ آتے ہیں مولا قدم اٹھتے نہیں
جب چلے جنت کو اکبر روکے یلائے کہا
منہ چھپائیں کس طرح سیدانیاں لٹنے کے بعد
خضر عیسیٰ جسکے پیرو ہیں وہ رہا ساتھ ہے
کیوں نہ بخشش ہو یہاں پر دیدار ساتھ ہے
جس طرف جاتے ہیں عابد غم کا لشکر ساتھ ہے
ہاتھ میں قرآن اور آل پیمبر ساتھ ہے
میرا ناصر میرا عباس دلا اور ساتھ ہے
اے زہے قسمت کہ گویا حوض کوثر ساتھ ہے
اور اُس پر یہ قیامت لاشِ اکبر ساتھ ہے
اے مرے کوٹیل جواں دکھیا یہ یاد ساتھ ہے
ساتھ ہے ہر برقعہ مکئی اور نہ چادر ساتھ ہے

تیر گئی قبر سے اے صدرِ ڈر کر کیا کریں

دل پہ داغِ ماتم سبطِ پیمبر ساتھ ہے

حسینی سیاست

(از جناب یہ نامناسب نقی تلمیذ حسینی شاعر فضل کھنوی)

آفرینش عالم عذاب تک آفتاب عالم تاب نے نہ معلوم کتنی مرتبہ مشرق سے طلوع ہو کر گوشہ مغرب میں منہ چھپایا۔ زمانہ نے ہزاروں بلکہ لاکھوں کروٹیں بدلیں دنیا میں اکثر لڑائیاں جیتی و ہیتی۔ بڑے بڑے فرعون و فرود و معصیت شہنشاہ ادوی طاقت کے بھروسے پر وہ سب ممالک کو خیر کرنے کے لئے قتل و غارت کا بازار گرم کرتے اور امن عالم تباہ کرتے رہے۔ جن کے نام صوفیہ پروردار ہونے اور کچھ عرصہ کے بعد میت نامود ہو گئے۔ ان ہی میں سے ایک یزید بھی تھا جس کے لئے تخت و تاج کا رات صاف کرنے میں امیر معاویہ نے تمام عمر بوجھ کر اور وقت آخر جب ایک اہل معبود حقیقی کے دربار سے موت کا پرانا نہ کر آیا تو امیر معاویہ نے یزید کو قریب بلایا اور کچھ وصیتیں کیں مگر ان وصیتوں کے ایک یہ بھی تھی کہ یزید اس سے خلافت و امارت کا دروازہ تیرے لئے کھول دیا ہے۔ مگر دیکھ تو حسین ابن علی کو ہرگز ہرگز نہ تانا۔ ان کو کسی کام سے نہ روکنا اور نہ تلوار اٹھانا۔ وہ جہاں چاہیں وہیں لیکن کبھی کبھی احتیاطاً تینہ اور تانیکہ ضرور کرتے رہنا۔ لانا نہیں۔ کوشش نہ کرنا کہ انکی عزت و حرمت قائم رہے۔ جب کبھی ان کے اہلبیت سے کوئی تیرے پاس آئے اس کو مال و دولت دے کر واپس کرنا۔ دیکھو ایسا نہ ہو کہ و خون حسین انچا گردن پر لے کر خدا کے سامنے جائے۔ یاد رکھو ایسا کرنے سے تو برباد ہو جائے گا کیونکہ حسین رسول خدا کے فرزند ہیں۔ لیکن کیا یزید نے اس پر عمل کیا۔ ہرگز نہیں۔ اس کی سیاح کاریوں کی تاریخ عالم شاہد ہے۔ تاریخ کا ہر باب عالم اس کے حالات کو نفرت و حقارت سے پڑھتا ہوا آئے فرم جاتا ہے۔ اس مسلم ناکار نے ہر مظلوم کو آگے ہی شریعت محمدی سے انحراف اور حسین علیہ السلام سے بیعت کا مطالبہ شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ آپ کو سب اہل و عیال کے ذریعہ سے مکر و مصلحت کا سفر اختیار کرنا پڑا لیکن ظالموں نے وہاں بھی چین نہ دیا۔ لاچار سبط رسول نے طویل سفر پر بکربانہ صلی اور عراق کا رخ کیا۔ دیکھنا کی گئی۔ لو کے تھکے۔ تھکے آفتاب اپنے بوسہ شباب پر صلیوں پانی کا نام نہیں۔ یہ حسین قافلہ ہیں۔ چہ بڑے چھوٹے بچے اور عورتیں۔ معاذ اللہ تصور سے بھی رو گئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ شاعر انقلاب غلام

جوش لعل آبادی نے کیا قرب سماں نظر کیا ہے۔

لوگ جھک رہے ہیں۔ ہر جہاں ہیں غنائیں سے آفتاب۔

سرخ زردی کا سمندر کھلا رہے بیچ و تاب۔

تنگی گزری، ملام، آگ، و ہزرت، اضطراب

کہیں مسلمانوں! یہ منزل اور آل بو تراب

کس خطا پر تم نے بدلے ان سے گن گن کے لئے

فاطمہ نے ان کو پالا تھا اسی دن کے لئے

کہنے والے کہتے ہیں کہ جنگ کربلا و شہزادوں کی جنگ تھی ایک غلاب اٹھیا

ایک مغلوب ہو گیا۔ کیا یہ اعلیت ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ یہ جنگ روحانیت و

امیت۔ حق و باطل اور کفر و اسلام کی جنگ تھی۔ دیکھنا یہ ہے کہ فتح کس کی

ہوئی اور مفتوح کون ہوا۔ اہل علم واقف ہیں کہ ہر جنگ کا اردو بار سپ سالہ

کی ذاتی قابلیت، اہلیت اور سیاست پر مبنی ہوتا ہے۔ اس کا فرض ہے کہ

زیادہ سے زیادہ تجربہ کار فوج اور آلات جنگ صحیح کرے۔ باہیوں کو ہر طرح

سے لڑنے کی تربیت دے۔ اور خود محفوظ رہے۔ یزید ابن معاویہ نے بالکل

اسی پر عمل کرتے ہوئے جبری بھرتی دیا۔ سپاہیوں کو بلکہ کارگیٹان بھر

دیا۔ لیکن حسین کی سیاست و روحانیت اس کی متقاضی نہ تھی کہ وہ اپنے معاشق

پر ہر یک گندہ کرتے اور ایک لشکر غلیم کے کر فیروں کے مقابلے کو تیار ہوتے۔ وہ چاہتے

تھے کہ ایسی جنگ چڑھیں کہ شال تاریخ عالم تاقیاست نہ پیش کر سکتے۔ آٹھ

والی نسلیں جس سے سبق حاصل کریں اور آدمی کی راہوں پر گامزن ہو سکیں

اقلیت کبھی اکثریت سے مغلوب نہ ہو۔ اگر امام کا مقصد جنگ کر کے یزید کی

سلطنت پر قبضہ کرنا ہوتا تو آپ ہرگز اپنے اہلبیت کے ہمراہ نہ لاتے۔ جہاں دنیا

کی تمام لڑائیوں میں کوئی شال ایسی نہ ملے جس میں چھوٹے چھوٹے بچے

عورتوں، بیمار اور ضعیف، المیرہ و مہوں۔ سبط رسول ہر قدم ادھر

ہر منزل پر اپنے ساتھیوں کو جو گمہ اور مدنیہ سے کسی دنیاوی لالچ کی وجہ

چلے آئے تھے یقین دلاتے تھے کہ دیکھو میں کسی سے جنگ کرنے نہیں جا رہا ہوں
جہاں سے مجھے ال غنیمت لے جو جانا چاہتا ہے شوق سے چلا جائے۔ میں انہی
بیعت اٹھاتا ہوں۔ یاد رکھو ضرور قتل کرو یا جاؤں گا۔ میرے اہلبیت کو
اسیر کر کے رہا بازداروں میں قید کیا جائے گا۔ لیکن جانے والے جاتے اور
آنے والے آتے رہے۔ یہاں تک کہ آپؑ کو بلائے حق و وقصص میں پہنچ کر
خیمہ زن ہو گئے۔ یزیدی فوجیں اوڑھے ہوئے طوفان کی اند آئی شروع ہو
گئیں۔ میدان سپاہیوں کی کثرت سے چھلکنے لگا۔ مخالفین نے امام سے مطالبہ
کیا کہ دریا کے کنارے سے اپنے خیمے ہٹالیں۔ یہ سننا تھا کہ عباس ابن علیؑ کو
غیر الگ کیا۔ تلوار میان سے باہر نکالی فوج کو مخاطب کر کے کہا کہ میں یہاں ہے جو
ہیں یہاں سے ہٹا سکے۔ علیؑ کے شیر کا غصہ میں آجانا محول بات نہ تھی فوج میں
خوف و ہراس کی لہر دوڑ گئی۔ لیکن کچھ گمراہ مقابلہ کو محل آئے۔ بائیں بڑھنے ہی
والی تھی کہ امام عالی مقام غم سے برآمد ہوئے عباسؑ کا غیظ آنسو چہرہ دیکھ
نور فرمایا بیعت تم سبھی کے بیچے اور صابر کے بھائی ہو یہ لوگ حق کے راستے سے ہٹ
چکے ہیں۔ جارا مقصد جنگ و جدال نہیں بلکہ صلہ رشتہ ہے۔ آؤ تم ہی اپنے خیمے
یہاں سے ہٹاؤ۔ حکم کی تعمیل کی گئی۔ وقت پر آؤ کرنا رہا۔ آٹھویں سے اہلبیت
رسول پر پانی کی بندش چو گئی۔ نویں کا دن گذرنا تب رسول مقبولؐ نے یزیدیوں
سے ایک رات کی ملت عبادت چہرہ دکا کر کے لئے طلب کی۔ سورج چودہ
منہب میں غروب ہو گیا۔ سیاہ رات کی تاریکیاں چڑھت پھیلنے لگیں۔ باغیوں
کے لشکر میں پیمانہ گردش میں آئے اور غلبہ کے غم کے خم لٹا لٹا جانے لگے۔
ہونے والی جنگ کے لئے تیاریاں شروع ہو گئیں اور ہر بار رسولؐ نے اپنے تمام
اصحاب و اہلبیت کو یکجا کر کے فرمایا دیکھو میں کل ضرور شہید کر دیا جاؤں گا۔ اب
بھی وقت ہے جو جانا چاہتا ہے چلا جائے۔ اب تک کے واقعات تم لوگوں سے
پوشیدہ نہیں۔ یہ ظالم صلیب میرے خون کے پیاسے ہیں۔ میں بیعت اٹھائے لیتا
لیتا ہوں یہ سننا تھا کہ کچھ لوگ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ امام نے محسوس کیا کہ جانا
والوں کو شرم مانے ہے۔ شمع گل کر دی گئی۔ ارشاد فرمایا لو اب اندھرا ہو گیا ہے۔
بسترے تم میرے اہلبیت میں سے ہیں ایک ایک کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہمراہ لیتے جاؤ۔
میت سے لوگوں نے تاریکی کی آڑ لی اور اٹھ کر چلے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد شمع پھر
روشن کر دی گئی۔ امام نے ہر ایک کو مخاطب کر کے فرمایا تم کو نہیں چلے گئے سب
نے متفقہ طور پر جواب دیا۔ سوا ہمارے ہیبت و غیرت اس کی اجازت نہیں

دی کہ آپؑ کو زفر اعدا میں تھا اور بے یار و مددگار چھوڑ کر چلے جائیں۔ اور قیامت
کے دن رسولؐ کے سامنے سر نہ لی حالت نہ کر سکیں۔ ہم آپؑ پر ایسی ایسی ہزار
زندگیاں حال میں تو بخوشی شمار کریں۔ یہ تھے وہ وفادار اصحاب جن کے لئے امام
نے فرمایا ارشاد فرمایا ہے کہ ایسے صحابی نہ مانا کوئے اور نہ میرے باپ اور بھائی کو
میرے آگے۔ یہی وہ قابل تقلید ہستیاں تھیں جن پر قائم آل محمدؑ نے انہی زیارت
میں خود ماسلام بھیجا ہے۔ ہر حال پر مصائب رات اہلبیت و انصار نے عبادت
میں گزار دی۔ صبح ہوئی۔ آفتاب بردہ مشرق سے طلوع ہو کر عروج کی منزل طے
کرنا بار اور حنین کے بنادر سپاہی فروزا خواجہ شہادت نوش فرماتے دیکھ رہے
تھے نصف النہار پر پہنچ کر۔ ان کی منزل کا۔ ان کی لڑاکا وقت گذرا حنین کے
اصحاب شہید ہو چکے تھے ہاشمی ہاری آنی امامؑ ہر ایک کو رخصت کرتے رہے۔ لیکن
واہ رہے عابرا انسان نہ آنکھوں۔ آنسو گر اور نہ ہمت و استقلال میں ذرہ برابر
فرق آیا۔ اہل عالم ایسی ہستی شالا پیش کریں جو اپنے ساتھیوں کو مرنے کے لئے
رخصت کرے اور قتل ہو جانے کے بعد کاندھے پر نقش اٹھا کر خیمے تک لائے۔ آنکھ
انکھ اکود نہ ہو۔ دامن مہر راتھ سے نہ چھینے پاسے۔

مہر حال جب حضرت عباسؑ نے دیکھا کہ اب سوائے علی اکبرؑ کے کوئی
باقی نہیں۔ تو آگے بڑھے اور اجازت جنگ طلب کی امامؑ نے فرمایا بیعت تم نے جاؤ
تھاؤ دے دم سے فوج کی دہاک ابھی تک قائم ہے۔ کہنی کی مجال نہیں کہ اوپر کا
ریخ کر کے۔ آپؑ مصر ہوئے امامؑ نے کہا اچھا اگر یہی مرضی ہے تو مشک لے جاؤ اور
تھوڑا پانی بچوں کے لئے لائے کہ کو ششش کر دے۔ ملاحظہ کیا آپؑ نے سبط رسولؐ
نے حضرت عباسؑ کو جنگ کی اجازت نہیں دی بلکہ پانی کی سبیل کرنے کو فرمایا۔
ظاہر ہے کہ عباسؑ آزادی کے ساتھ لڑتے پانی کے لئے کو ششش کرتے۔ عباسؑ
ایسے بہادر تھے جن کی دہاک فوج مخالفت پر اس قدر تھی کہ آپؑ کے نام سے بڑے
بڑے ذرہ اور بہادر شہر تھے۔ آپؑ کی بہادری اور جوش شہادت کی ایک
ادنیٰ مثال یہ ہے کہ مدینہ کا غور جب امامؑ کے ساتھی انہی عزیز ترین جاہل شیع
راست پر شمار کر رہے تھے زمین تین آپؑ کے قریب آئے۔ عرض کی کہ اسے ابو الفضل
آپؑ کے پروردگار اور اہل زمین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے آپؑ کو آج
ہی کے لئے ذخیرہ کیا تھا۔ آپؑ بھی اپنے بھائی حنین اور ہمنوں کی حمایت میں
کڑی ناپی نہ کیجئے گا۔ یہ سننا تھا کہ آپؑ کے جسم میں لڑہ پیدا ہو گیا۔ خیر خدا کے شہر نے
جوش شہادت میں ایک ایسی انگریزائی کر دکا میں ٹوٹ گئیں۔ اور فرمایا زہیر

تم کہ دن مجھے شجاعت دلانے آئے ہو خدا کی قسم آج وہ جنگ دکھاؤں گا کہ دنیا نے نہ ایسی بہادری دیکھی ہو اور نہ ایسی لطافت۔ نہ میرے جہان دیدہ بہادری جانتے تھے کہ اگر عباس کو لانے کی اجازت مل جائے تو یہی ساتھ ہزار بیہوشوں کی قتل کرنے اور بھگانے کے کافی ہوں گے۔ حسین اور اہلبیت دشمنوں کے مظالم سے محفوظ رہ سکیں گے۔ امام سے بھی یہ راز پوشیدہ نہ تھا۔ آپ بھی واقف تھے کہ اگر عباس کو جنگ کی اجازت دیدی تو تمام مقتول اور قربانیوں پر پانی بھر جائے گا۔ چنانچہ عباس کے جوش کو معینہ داتے ہوئے اور صفات الفاظ میں اجازت جنگ بھی نہ دی۔ عباس نے دیا پر جا کر خشک خشک پانی سے بھری اور اس کے بچاؤ کی سعی و کوشش میں خود اپنا خون بہا دیا۔ گھوڑے سے فرش زمین پر تشریف لائے۔

بھائی کو آواز دی حسین اپنے زخمی شیر کے قرب آئے اور فرمایا بھیا تمھارے مرنے سے میری کفر تمام اور راہ چلہ مسدود ہو گئی۔ سب سے آخر میں شمشادے بچے علی اصغر کی باری آئی جس نے شدت تشنگی سے بے چین ہو کر اپنے تئیں جھوٹے سے گرایا تھا۔ امام سے بے خبری حالت نہ دیکھی گئی۔ حجت تمام کرنے کے لئے ننھے بے مجاہد کو میدان جنگ میں لائے۔ فوج کی طرف مخاطب ہو کر تمھارا سا پانی طلب کیا۔ ساقی کو تر کر کے نذر کر کے آواز دیا بھائی انا تہ ہوئی۔ امام نے بچے سے فرمایا جیائے مہمان اللہ کے ہوتے ہوئے اپنی زبان دکھاؤ اگر ان ظالموں کو تمھارا ہی یقین آجائے۔ اور تمھارا سا پانی پلا دیں۔ معصوم نے خشک زبان بھول کی مانند ہوں پر پھرائی۔ لیکن پانی! نہیں نہیں بلکہ ظالموں کی طرف سے ایسا انسانیت سوز مظاہرہ کیا گیا

جس پر تاریخ عالم اور آئندہ والی نسلیں ہیشہ آنسو بہائی رہیں گی۔ تیسرا ٹھہر چلا اور گلوئے امیر کو چھینا ہوا بانہ سے امام میں پیوست ہو گیا۔ ذوالفقار سے چھوٹی سی تبر کو دی اور انصوف کو دیے گئے۔ صابر امام خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے دامن جمناؤں کو کھڑے ہوئے۔ بہر حال نور دیدہ بقول دیگر گوشہ رسول وعدہ طفلی و فاکر نے خود میدان میں تشریف لائے۔ حجت تمام کی اور جنگ میں شمول ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد فضا میں ایک آواز بلند ہوئی۔ قل این رسول اللہ قیل واللہ الا انما تمایم الا حمار و اخو حاکما مازد بن رسول اللہ قتل ہوئے۔ پس کہ گئے۔ خدا کی قسم بیلا امام کا اور بھائی امام کا کالی آندھیاں چلنے لگیں۔ زمین میں زلزلہ آیا۔ آسمان پر غبار خیزی نمودار ہوئی۔ سورج حسین اور حسین والوں کے مصائب اور مظلومیت پر آنسو بہاتا ہوا پردہ مغرب میں دو پرشس چھ گیا۔

لاش اہل بال اسم اسباب کی گئی۔ اسباب ٹوٹا اور خیموں کو جلا دیا گیا۔ اہلبیت کو اسیر کر کے سر پر بند بکباد اودھوں پر سوار کیا۔ سردوں اور بازاروں میں بھڑایا اور بھرے درباروں میں لے جایا گیا۔ تاکہ دنیا دیکھ لے نہ پڑے کہ بھیت نہ کرنے کا نتیجہ ہوتا ہے۔ لیکن شاید زید اور زید والے یہ نہ جانتے تھے کہ ایسا کرنے سے ابن معاویہ کے مظالم اور زیادہ بے نقاب ہو جائیں گے۔ ہوا بھی ایسا ہی زید کے ظلم وجود کی داستان بچہ بچہ کی زبان پر آگئی۔ شہر ہلکا ہوا کہ وہ کا جاسکتا ہے زبان پر بندش نہیں ہو سکتی۔ سات سو کرسی نشینوں سے بھرے ہوئے دربار میں ایک نصرانی بھیرید کو شرم دلائی اور ارضی کا اعلان کرتے ہوئے کلمہ طیبہ زبان پر جاری کر لیا۔ حسین شتم اور زیادہ کا سیاب خراب زیب دایم تلشوم اور رن بیت امام زین العابدین کی ان تقریروں نے بنایا جان حضرت نے نہایت اتمام سے بچے ہوئے بازاروں اور بھرے ہوئے درباروں میں کیں۔ یہ سمری تقریر نہ تھیں بلکہ حق وعدت کا کامیاب پردہ بگینا تھا۔ لوگ خوشیاں مناتے ہوئے گھروں سے آتے اور روتے ہوئے واپس جاتے تھے۔ اموی خلافت اور زریخا مظالم کا پردہ فاش ہو گیا۔ جسوں پر امیر معاویہ کے نام و نہاد فرزند کی حکومت تھی لیکن دل حسین کے حضور میں خراج عقیدت پیش کر رہے تھے۔ انھوں نے ایک اور انکوائری کی۔ انتقام کی آگ بھڑک اٹھی۔ زید اور اس کے ساتھی خنا کے گھاٹ آثار دہیے گئے۔ دوسرے دور کا آغاز ہونے کو ہے دربار سجا ہوا اور بڑے افسر اور اراکین سلطنت تاج حکومت ہاتھ میں لئے انظار کی گھڑیاں مگن رہے ہیں۔ چند لمحوں کے بعد مجلس کا دروازہ کھلا اور ہونہ والے خلیفہ معاویہ بن زید بن معاویہ برآمد ہوئے۔ سب کو مخاطب کر کے کہا۔ اے اہل دربار میں خلافت کا حق دار نہیں ہوں۔ اس کے اصلی وارث نبی فاطمہ ہیں جن کے حق کو میرے باپ اور دادا نے دنیا دی جاہ و جلال کی خاطر غضب کر لیا تھا۔ میں نہیں چاہتا کہ روز قیامت خدا اور رسول کے سامنے دو سیاہ ہڈی کر جاؤں۔ مجھے انصاف ہے کہ اس دنیا میں نہ میرا حصہ ملے میں نہ امام حسن اور نہ امام حسین لہذا اب حق خلافت علی بن حسین کا ہے۔ اتنا کہہ کر اپنے محل میں واپس چلے گئے۔ حاضرین ایک دوسرے کا ہاتھ کھٹکے گئے۔ ملاحظہ فرمایا جاوے وہ جو سر پر چڑھ کر ہوئے۔ نہ ہی امیر معاویہ اور زریخا کی اہلاد نے اپنے بندگان کے جسم کا اقبال ان زوردار الفاظ میں کیا۔ جس کی تاریخ عالم گواہ ہے۔ یہ بھی ثابت ہو گیا کہ زید کی ظاہری فتح میں بدترین

شکست کا راز نہ ہے۔ نین حسین علیہ السلام کا ظاہری شکست دائمی فتح تھی۔
سردارِ نادر دست در دست یزید

حاکم بنائے لا الہ الا انت حسینؑ (خواجہ اجیریؒ)

آپ نے سوائے معیت کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔ ظالم سے ظالم ضابطہ کو بھی
خاندان رسالت کے کسی فرد سے بیعت لینے کی ہمت نہ ہوئی واقعہ کربلا
کو دنیا کی نگاہوں کا مرکز بنا دیا۔ آج حسین دنیا کے تمام مذہب والوں سے
خارج غفیت کے کردلوں پر عداوت کر رہے ہیں۔

جناب جو شمعِ ابدی نے چند سال پیشہ کر ا تھا کہ۔

انسان کو بیدار تو ہو لینے دو

ہر قوم بچارے گی چارے ہیں حسین

نہیں اب انسان بیدار ہو چکا ہے اور یہی دیکھ کر حسین شاعرِ جناب نفل

کھنڈی نے وقت کی نبض سنائی کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

معبود کے مقصد کی طرح پھیل گئے

ہر ملک میں۔ ہر قوم میں۔ ہر گھر میں حسینؑ

حق سے عزیز شاہ کو کربل جواں نہیں

از جناب ساحر نجی نڈلہ

زیر زمیں نہیں کہ سر آسمان نہیں
اتم بیک کے لال کا یارب کہاں نہیں
مسکے ہو لاکھ لکھ غلی شاہ کا کوئی

تاریخ بھول جائے یہ وہ داستانیں

دامن کو چاک چاک کیے ہیں چمن کے پھول

مظلوم نینوا ترا ماتم کہاں نہیں

بھلی گرائی تو نے نیلین کفسر کے

بزمِ ستم شکار کا نام و نشان نہیں

دنیا کو ہم ہلائیں گے اس اشک آہ سے

بے وجہ غم میں شاہ کے آہ و فغاں نہیں

اللہ سے صبر دے دیا راہِ جہاد میں

حق جگہ گارہ ہو ستاروں کی طرح سے

دنیا میں اب یزید کا نام و نشان نہیں

اپنا بنائے جاتی ہو ہر قوم اسے حسینؑ

وہ کون ہو جو آج ترا قدرداں نہیں

پانی بھلک رہا ہیں یزیدی سپاہ میں

حقے میں کیا حسینؑ کے آبِ رواں نہیں

اتم کا لاکھ کوئی نہ قاتل ہو ظاہر

مٹ جائے درقِ دل سے یہ وہ داستانیں

”ساحر“ وہ آنکھ اصل میں باطل پرست ہو

مظلومی حسینؑ میں جو غول تھاں نہیں

جلوہ وفا

(از جناب سید علی حسن صاحب زیدی قاضی ادب)

(حالِ معین ہمدان ہلیٹ۔ برادرِ محترم ڈاکٹر ساحر نجی ہمدانی)

دیس شبیہ ثانی حیدر بنائیں گے

عباسؑ کو گلے سے لگا کر یہ بوئے شاہ

اک روز رقصی لے یہ عباسؑ سے کہا

کہ کہ جو ایک چپ ہوئے عباسؑ فی ذل

فانوس میں وفا کے ہوا یاں کی گزریا

اخلاق و مہر و جد و کرم ہیں آپ ہیں

عینِ خدا کے نورِ نظر کا ہو انتخاب

بہرِ نجات امتِ سرور اب انبیاء

سب جان لیں کہ فتح ملی تشنہ کام کو

بہرِ مزارِ حضرت عباسؑ گر کہیں

بائیں وفا کے پھول تو چادر بنائیں گے

اٹھنے مگر علیؑ کو علم دار کر دیا

”ذی مدی حسینؑ ثانی جعفر بنائیں گے“

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تفتدیریں

(از جناب سید عبدالعلی صاحب بگرامی)

—•—

لے تجارتی سہولتیں۔ ان باتوں کے علاوہ روس کی بے دینی سے اور جاپان کی شنفٹازم سے کسی کو تعلق نہیں تھا۔ یورپ کی گوری قویں ایشیا کی کالی قوموں پر غرور حیات تنگ کئے ہوئے تھیں یا جنوبی افریقہ میں اقیانوس رنگ کے پردے میں انسانوں پر ظلم توڑے جا رہے تھے؛ فلسطین کو زبردستی خدا مقہور قوم یہود کا وطن قرار دیا جا رہا تھا۔ اس کے لئے کوئی منہیں ٹھپ رہا تھا۔ اس لئے کہ دنیا کا دستور یہ ہے کہ طاقت در اسی لئے طاقت اور ہے کہ وہ کمزور پر تصرف کرے اور کمزور اسی کمزور سے کہ طاقتور کی اطاعت کو اپنے لئے ضروری سمجھے۔ اس میں کسی انصاف اور قانون کی گنجائش ہی نہیں۔

گرداگرد کر بلان تمام جہاں سے مہٹ کر واقعہ ہوا تھا۔ وہاں فریقین کے پیش نظر اس سے کہیں مختلف موضع تھے۔ ایک فریق جو OFFENCE میں تھا اس کے پیش نظر تھا کلمہ حق اور اکر نئے والی زبان کو نہد کر دینا اور بس اور جو فریق DEFENCE میں تھا اس کا نصب العین تھا کلمہ حق کو ہر حالت میں اور اگر ناخواہ موت ہی کو کہیں نہ لہیک کہا جائے۔ ان دونوں کے سامنے اقتدار پسندی اور طلب جاہ کا کوئی سوال ہی نہیں تھا تو کیا اتنی معمولی بات کہ نہایت خاموشی کے ساتھ ختم نہیں کیا جاسکتا تھا؟۔۔۔ امد پھر جب کہ زبان مذاقت آفاقی حمایت میں نہ و دست تھی نہ سلطنت۔ نہ فوج تھی نہ مملکت۔

ہاں ہو تو سکتا تھا، چپ چاپ تے زہر کے دو گھوٹ با مسموم خنجر کی ایک ضرب مگر اس کو کیا کیا جائے کہ مادیت خواہ کتنی ہی ترقی کرے مگر اسے جھکنا ہی پڑتا ہے روحانیت کی طرف بظاہر جو چیزیں معمولی یا آسان معلوم ہوتی ہیں ان کو اتنا ہی ہلکا اور بے حقیقت سمجھ کر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ چھی برید کی حکومت اہلبیت کے فقر سے خوف کھا گئی۔ اور ایسی کانپیں کر اس نے اس بے حقیقت فعل کو شہروں میں انجام دینے کے بجائے جنگل میں پورا کیا۔

اتحاد نگاہ عالم میں ہم بڑے معرکے ہوئے۔ حق و صداقت کے سر کے فلم چور کے معرکے، زہدہ ایمان کے سر کے۔ کفر و نفاق کے معرکے مگر ایسے نام معرکے، اپنی اپنی نوعیت سے منفرد اور جدا گانہ حیثیت کے مالک تھے وہ مقام بہت ہی کم گز رہے ہیں جہاں ایک ہی وقت میں اور ایک ہی انسان کے ذریعے مختلف انصاف اور شفا و الکفایت معرکے گذرے ہوں۔ ایک بادشاہ یا ایک حکومت یا ایک شخص واحد صرف ایک ہی چیز پیش کر سکتا ہے اس کے لئے شکل ہو گا کہ وہ تمام مسائل و نیوی اور دنیا کو ایک ہی وقت میں کامیابی سے پیش کر سکے۔ ہاں! اگر کوئی ہستی آپ کو اس تضاد طاقت کی ایک حل مل سکتی ہے تو وہ صرف اسلام میں۔ اسلام کو ہی یہ فخر حاصل ہے کہ اس نے تمام عالم کے سامنے ایک ایسا ہیرو پیش کیا جس نے اپنی زندگی کے ایک تھیں وقفے میں اتنی مختلف چیزیں دنیا کے سامنے پیش کیں جس کی مثال کہیں دوسری جگہ نہیں مل سکتی۔ اس ہیرو اسلام کا نام ہے حسین (علیہ السلام)

جو صاحب طراز نبوت تھا وہ حسینؑ

جو دارت خمیر و سالت تھا وہ حسینؑ

جو خلوقی شاہ قدرت تھا وہ حسینؑ

جس کا وجود فخر مشیت تھا وہ حسینؑ

سانچے میں ڈھالنے کے لئے کاغذات کو

جو توتا تھا نوک مذہ پر حیات کو (جوش)

واقعہ کہ اگرچہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی ذات سے متعلق ہے دنیا کا وہ عظیم ترین واقعہ گذرا ہے جس کے مقابلے میں آپ دوسری جنگ عظیم کو بھی نہیں لا سکتے کیوں کہ وہ پہلی جنگ عظیم جو با دوسری اس کے پس منظر میں تھا اقتدار پسندی، جاہ طلبی، کمزور دنیا پر تھرتھرتا، دنیا کے سمندروں پر قبضہ اور اپنی بڑھتی ہوئی ضروریات ملٹی کے

بنا یہ امام حسین کی اسپرٹ کیا تھی یہ زیادہ اقص تھا۔ مگر لگی حالات اور خود مرکز اسلام۔ یہ مندرہ اور کہ منظر میں امام حسین کے اثرات کیسے تھے وہ اچھی طرح جانتا تھا۔ یہ جانتا تھا کہ ان کا نفس انہوں کی اعلیٰ قسم کی مذہب کا بار احسان اپنی گردن پر نہیں اٹھائے گا۔ مگر جب یہ مجسمہ صداقت جان دینے کے لئے کھڑا ہو جائے گا اس وقت میرے خزانے کی آخری کوڑھی بھی انسان کو اس کے خلاف ابھار کر مجھے نہیں جتا سکتی۔

وہ دینہ جہاں کے در سے در سے میں حسین کی محبت و چلبی تھی۔ کہ جہاں کے در و دیوار امام حسین کی صداقت کا نعرہ بلند کر رہے تھے۔ مشکل تھا میرے لئے ان مقامات پر امام حسین کے قتل سے عہدہ برآ ہونا۔ سیاست انتہائی پیچیدگی اختیار کر چکی تھی۔ اور ساتھ ہی امام حسین کی عظمت آفتاب نصف النہا بن کر چمک رہی تھی۔ بس مندری ہوا کہ اس سنگ گراں کو جو دہشت یزیدی کے شاہ راہ پر اکھڑا ہوا تھا شاد یا بجائے۔

اسے یزید کی خوش قسمتی تو نہیں پہنچی کہہ سکتے ہیں کہ کوڑے کے ایساں فر دیشوں نے امام حسین سے محبت اور مودت کا اظہار کیا۔ سینکڑوں خطوط اس طرح کے لکھے۔

”ہمارے سر پر کوئی امام نہیں آپ آئیے اور چاروی مال زار

پر توجہ فرمائیے شاید ہم آپ کی وجہ سے ہمارا ستقیم پر مع ہو جائیں“

وہ کوڑے جہاں کی گلی کوچوں میں باب العلم کے یہ الفاظ گونجارتے تھے۔

”پوچھ لو مجھ سے جو کچھ پوچھنا ہے کہ میں تم کو اول و آخر کی خبر دینے والا ہوں“ ایسے وہ کام جو دینے میں نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ کام ہے کہ میں سر انجام دینا ناممکن تھا کوئے والوں کی وہ سے کتنی سہولت سے ہو گیا۔ کوفیوں کی فطرت اور ان کے جذبات اظہار میں شمس تھے۔ یزید کو معلوم تھا کہ یہ کوفی کتنے پانی میں ہیں۔ سیاست کی ایک چال ان رات دے سکتی ہے۔ چنانچہ سباط یزیدیت کا بہترین شاعر ابن زیاد اپنے ذہن اس امر عظیم کو لئے کر کوڑے پہنچا اور کتنی شان سے ناممکن کو ممکن کر دکھایا۔ اور امام حسین علیہ السلام نازم کوڑے ہوئے اور قتل کا PLAM مارا مارہ کوڑے میں تیار ہو گیا۔ اور اس کو علی جاہ پہنانے کے لئے جو بن یزید یا محی تو امام حسین کو IN GIRCLE کرنے کے لئے روانہ کیا گیا۔

یہ جنگ کی پہلی بے ادنیٰ تھی۔ جو نہ صرف عرب کے اصول جنگ کے خلاف تھی بلکہ کل عالم کے قانون حرب کے خلاف تھی۔ اور جب افواج یزید کا پیش

دہشت امام حسین سے ملا تو یہ عالم تھا کہ حرا و اس کے لشکر کی حالت پراس کی شدت کی وجہ سے ہڈیوں کی جارہی تھی۔ زبانیں خشک ہو کر کاٹا چکر تھیں۔ کسی شخص میں ہمت کرنے کی صلاحیت بھی باقی نہیں تھی حرا و اس کے سپاہی دھرت بے آب و گیاہ میں پانی کی تلاش کرتے کرتے بے جان ہو رہے تھے۔ جان و روں تک کی حالت یقیم تھی۔ مگر وہ یزیدی زبانیں پھیل آئی تھیں۔ اور جب اس کریم ابن کریم نے دشمن کی فوج کے اس دھتے کی حالت دیکھی تو اس کا جذبہ بخشش و عطارد نہ سکا۔ فوراً اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ حرا و اس کے ساتھیوں کو جلد سیلاب کر داور خود بے نفس نفیس بھی اس کا خیر پر آمادہ ہو گئے۔ حرا و اس کے لشکر کو سیلاب کرنے کے بعد اس امام روحی ایمان کی اقتدا میں دونوں جماعتوں نے نازا داکا۔ ناز کے بعد امام علیہ السلام نے ایک سیدہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ یہ خطبہ اور دوسری باتوں کے علاوہ جنگ کربلا کی تاریخ کے ایک باب کی حیثیت رکھتا ہے۔ کیوں کہ اس خطبے کے بعد ہی وہ سوال حل ہو چکا تھا جس کو امام اکثر و بیشتر اشارے دیتے تھے اب تک بیان کرتے چلے آئے تھے۔ امام نے لشکر کی طرف خطاب کر کے ارشاد فرمایا۔

”آخر تم میرے در پہ آزار کیوں ہو پہلے تو ہزاروں خطوط بھیجے ہرانت کا اشتیاق ظاہر کیا اور مجھے اپنے دھن سے یہاں بلایا اور اب وہ باتیں کرتے ہو جن کو کوئی باحیث انسان اپنے نمان کے لئے روا نہیں رکھ سکتا۔ اگر تم میرے دھود کو اپنے ملک میں ناپسند کرتے ہو تو میں واپس جانے کو تیار ہوں“ اتنے صاف اور بے ریا کلام کا جواب دشمن کی طرف سے جو دیا گیا تھا وہ یہ تھا۔

”ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں کہ جنہوں نے حضور کو دعوت مانے سے بھیج کر بلایا ہم تو اس خدمت پر آمور ہیں کہ آپ سے جدا نہ ہوں اور آپ کو ابن زیاد کے پاس پہنچا دیں۔“

”تھار یہ مقصد پورا ہونے کے بجائے تھار ہی موت بہت آسان ہے اس وقت صرف امام کے ضبط و عقل نے کام کر لیا ورنہ حضرت کے تمام احوال و انصار اس پر بعد تھے کہ کل ہونے والی بات کو آج ہی کیوں نہ ختم کر دیا جائے اور جو لشکر ہمارے سامنے ہے اسی سے ہم اپنا فیصلہ کر لیں۔ مگر رحمۃ اللعالمین کی زبان چوسنے والے نے۔“ دوسٹو نہیں کسی حالت میں بھی جنگ کی ابتدا نہیں کرنا چاہتا، کہہ کر صوب کو ٹھنڈا کر دیا اور دوبارہ نازم سفر ہو گئے۔

میاں یہ دیکھنا ہے کہ حرا نے جو کچھ کہا وہ امام حسین پر کسی قسم کا اثر کرنے

کہ حق کو لبیک کہنے والے موت پسند کر سکتے ہیں مگر عیش نہیں۔ جیسا کہ خود امام نے ارشاد فرمایا ہے کہ قسم ہے خدا کے ذرا سبلاں کی یہ تو کبھی بھی نہ چوکا کر میں ذلت و حقارت کو قبول کر کے یرید کا دست بگر بن جاؤں۔

امام کا یہ کلام اتنا مبنی بہ صداقت تھا جس نے آپ کے تمام اعوان و انصار کے دلوں میں بھی یہی اسپرٹ پیدا کر دی تھی۔ اور اسی اسپرٹ کا ادنیٰ سا کرشمہ تھا کہ حضرت مردوزخ کے دروازے پر کھڑے کھڑے چشم زدن میں تصرح جنت کے حقدار ہو گئے۔

اُف کتنا دل دہز تھا وہ نظارہ کہ صلح کی تمام امیدیں منقطع ہو چکی ہیں۔ بھوک پیاس کی شدت اتنا پر ہے۔ مخدرات عصمت اور بچوں کی تباہی و بربادی کا یقینی منظر منظر میں ہے۔ خون کے پیاسے ہزاروں کی تعداد میں نظر کے سامنے ہیں۔ کہ سامنے سے وہ آتا ہے جو اعلیٰ تمام معائب کا بانی ہے۔

جس نے کئی قسم کی گستاخیاں بھی کی ہیں۔ لہذا نہ ہرے ہوئے ہیں۔ سرخ ہے گھوڑے کی گام کندھے پر ہے۔ سلام کرتا ہے اور خاموش کھڑا ہو جاتا ہے۔ کتنی مقدس تھی وہ روحانیت جس نے اُس وقت غم و غصہ کے سیلاب کو روکا۔ پھیلے واقعات کی کلفت سامنے آ گئے۔ انتقام کے بجائے عفو و کرم نے آگے بڑھ کر مجرم کو گٹھ لگایا۔ بچے کفر و ایمان سے باطل حق سے اور ظلم عدل سے تبدیل ہو گیا۔ اور پھر ایک تاخیر کی طاقت نہیں جو ہونا ہے وہ ابھی ہو جائے پائے امامت کو بوسہ دیا اور دعاؤں کے ساتھ موت سے دو لہجہ کر کے پہنچ گئے۔ اور پھر! "انالہند وانا علیہ راجعون" سچ ہے۔ ۵

"کون اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں"

رضویہ جنتری بابہ ۱۹۳۶ء

مرتبہ شد

حالی جناب مخدوم ولایت آغا فید مصطفیٰ شاہ صاحب رضوی متولی
الاساڑہ جناب آغا فضل علی شاہ صاحب مرحوم شہر راولپنڈی۔ یہ وہ
قابل قد جنتری ہے جو ہندوستان میں تقویت حال رکھی ہے اس خطا پر
محکم ہر جہد و محنت سے جو مآذیلت کا پناہ ایک و پیر ہندوستان کے
مردمت سے چاہا گیا ہے کہ سکتے ہیں۔ (منیر رضوی جنتری)

والا فعل تھا۔ یہ اسکل صحیح چیز ہے کہ دشمنوں کے مانند تھے اور باوجود
امام حسین کے زیر بار احسان ہونے کے انھوں نے اپنے فرائض کی انجام دہی میں
میں ذرا کوتاہی نہیں کی مگر وہ امام کو کونہ میں گھیر کر نہ لے جاسکے مگر انھوں نے یقیناً
حضرت کی "راہ چارہ" مسدود کر کے، دشت بلایں معیت میں مجبور کر دیا
جہاں سے سلاہن نامک ہو گیا۔ ان جہات سے حضرت، حرہ، سرب، قاتلان حسین
کے مقابل کم ہرم شہادت حسین نہیں تھے۔

امام صداقت الایام نہ جوار شاد فرمایا وہ آکھا جلد واقع ہوا جس پر خود کرنے
سے حیرت ہوئی ہے۔ حضرت امام حسین کئی دن تک فصیح کے گھیرے میں رہے ہیں
وہ محرم احکام کی عمر سعد اور دیگر افسران پرید کر بلا آئے ہیں اور سات یوم تک ان
دشمنوں کے گفت و شنید ہوتی رہی ہے اور اس تمام غم میں حضرت حر کو کافی موقع
ملا ہے کہ وہ اپنے افعال اور امام حسین کے حالات کا اندازہ کر کے اپنی غلطی کا ازالہ
کرتے مگر ایمان نہ ہو سکا بہت ممکن ہے امام کی بے کسی۔ غیرت اور لا چارگی کے
اثرات نے حر کو اس طرف متوجہ ہو نہ دیا ہو۔ کیونکہ جی ایک ان کے آرام و
آسائش سے اپنی فوج پر حکومت کرتے تھے اور اپنی اس نضام عیش میں سانس لیتے
ہوئے بہت مشکل تھا کہ وہ اس غیرت مجسم کی طرف دالمانہ طور سے متوجہ ہوتے۔
مگر وہ کیا چیز تھی کہ وہ ہر جگہ کے امکان یقینی شرم ہوئے اور حضرت حر
کے دل میں جذبہ ایمانی نے جو شل مارا جب تک آرام تھا۔ جب تک آسائش ممکن
تھی۔ جب تک صلح کی امیدیں تھیں اس وقت حضرت حر کو کیا پوچھا تھا اور
آج جب مظالمیت کھلی جا رہی تھی۔ جب غربت مٹانی جاری تھی جب انسانیت
ختم کی جا رہی تھی۔ جب موت ہی موت تھی۔ فارت گرمی اور سفاکی ہی تھی
تو کیوں دل بدل گیا؟ خون لہجہ کے بدلے خون دینے کی تمنا کیوں ہوئی افسری
کے بدلے چاکری۔ حکومت کے بدلے تابعت اور عزت کے بدلے موت عیش
کے بدلے معیتیں اور خورش و طعام کے بدلے فاقہ اور بھوک کیوں قبول کی
گئی۔ سینے پر تبر کھا کر سیکھتے ہوئے موت کو کیوں لبیک کہی گئی۔

اے حر! یہ تم کو کیا سوچھی۔ تم نے کیا سوچا۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ کیا۔
حضرت حر کے دل میں یہ آواز نہیں گونجی تھی؟۔ نہیں! سب کچھ تھا سب
کچھ ملتا تھا۔ دیکھا تھا۔ مگر منزل ذوحسم میں جو ارشاد زبان امامت سے
ہوا تھا وہ کیسے پورا نہ ہوتا۔ اور نگاہ "مرد مومن" نے جو پہلے ہی دیکھ لیا
تھا وہ عالم آفتاب کیوں نہ ہو جاتا۔ یہ بھی حق کی صداقت کا عین رخ ہے

شہادتِ حسینیؑ کی لازوال طاقت

(از جناب امشاد علی صاحب ہمارس)

نہ شاہ پر نہ مٹا نام ترا سے مول !

مٹ گئے آپ ترا نام مٹانے والے !

یہ باتم اس شہیدِ مظلوم کا نام ہے جس نے دشتِ کربلا میں دنیاۓ
عظیم ترین مصائب جھیل کو اسلام کو بچانے کے لئے صرف جان ہی نہ دی بلکہ
سردیا گھردیا۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کو اسلام کی نذر کیا حتیٰ کہ میت و سارے
میں جو کچھ خزانہ تھا سب اسلام پر قربان کر دیا اور اپنا آخری در شاہِ جلالی ام
شیرِ خوار کو بھی راہِ ہمدرد میں نذر چڑھا دیا۔ بظاہر تو یہ چند معصوموں کا قتل تھا
مگر یہ نظر غائر دیکھا جائے تو اس میں بہت بڑا فلسفہ مضمر ہے کیونکہ یہ دو
بادشاہوں کی جنگ۔ نہ فقیہ و برابر درجہ رکھنے والوں کی لڑائی نہ تھی۔ بلکہ یہ
ایک زبردست حق و باطل کا معرکہ تھا ایک طرف حسینؑ اور صرف بہتر
نفوس و سبزی جانبِ یزید بادشاہِ شام اور اس کی ٹائی دل نولاکھ فوج
ایک طرف حبیبِ خدا و رسول و دوسری طرف دشمنِ خدا و رسول ایک طرف حسینؑ
معاہدہ ہتر دفٹائے جانِ شاد اسلام کی کشتی کو منجمد ہارے نکالنے کے لئے ہمہ تن
تیار۔ دوسری جانب یزید اور اس کی فوج طیرہ اسلام کو غرق کرنے کے سلا
آواہ پھرایا یہی مصیبت غلبہ پرچہ و امنِ گریہ کریں تو جلے تعجب نہیں ہے
کیونکہ وہ انہوں میں آیا ہے کہ معتقدِ حسین علیہ السلام تھیں جس کے نیچے سے تاز
خون نکلتا تھا۔ اشعارِ نغمہ پروردہ ہو گئے تھے کائنات پر اداسی طاری تھی اور
آجنگِ لُغوی آسمان پر ظاہر ہو کر حسین علیہ السلام کی حقانیت پیش کر رہی ہے
علامہ اس کے انہما را دہ بار دے۔ بیان تک کر جا۔ سے پیغمبرِ اکرامؐ ان فخرِ مولا
زمان نے اپنے وقت جگر حسین علیہ السلام کی مصیبت پر گریہ کیا اور ہم کو دیکھ کر
دے گئے باوجود ان اہم تاریخی ثبوت و نیز احادیثِ نبویؐ کے اگر ہم صفتِ ماتم
بجھا کر اپنے بیکس و مظلوم امام پر دے ہیں۔ تو بھی ہمارا دنیا کو روزِ ناگوار ہے
اور یہ سب مراسمِ بیعت قرار دیے جاتے ہیں۔ ہم دعوے سے ساتھ کٹنا ہے
کہ یہ موثر ترین کافر ہوا اور اگر کافر نہیں تو منافق ضرور ہیں کیونکہ جو فعل منفذ

دنیا کی تمام قومیں سال کے ختم ہونے پر اپنے دلی جذبات کا اظہار کرتی

ہیں۔ خوشیاں مناتی ہیں۔ اور اس روز کو NEW YEAR S DAY
یعنی نوروز کے نام سے منب کر کے ایک دوسرے کو مبارکباد دیتی ہیں یہ
کیوں محض اس لئے کہ سال کے تمام ایام ان کے بھرت گزر گئے۔ اور اب سال
کے اختتام پر انہیں ایسی ساحتِ میسر آئی ہے جن سے ان کے نئے سال کا
آغاز ہوگا۔ مگر مسلمانوں کا کیسا نوروز اور کسی مسرت ہم تو شاہِ یافوں کے بجائے
نورہ ماہِ حسینؑ سے اس کا استقبال کرتے ہیں۔ اور ہر لیلِ محرمِ جبریلِ برطانیہ
ہوا اور ہر ہمارے گھروں میں صفتِ ماتم بچھ جاتی ہے درودِ یارِ پرست برسنے
لگتی ہے۔ شجر و حجرِ زندہ و پرند سب پر ایک حزن و ملال کا عالم طاری ہو
جاتا ہے۔ غرض کہ کائنات کے ذرے ذرے اتنی ڈریں میں لبھوس نظر آتے
لگتے ہیں۔ یہ تمام چیزیں اس واقعہ ہائے کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ جو دس
محرم ۶۱ھ کو دریائے فرات کے کنارے کربلا کے میدان میں یزید جیسے فاسق
فاجر کے ہاتھوں وقوع پذیر ہوا اور یہ چاند ہر سال فلک پر ہویا ہوا کھمبات
دیتا ہے کہ نبوتِ رسول اللہ حضرت فاطمہ زہراؑ سلام اللہ علیہا کے چاند کو روز
ماشور گمن لگا۔ ازل سے لاکھوں جانکام واقعات ظہور پذیر ہوئے ہزاروں
دل روزِ سانحات سے زمانے کے دوچار ہو ناچار۔ بیگودوں مصائب و کلام کی ٹکڑیاں
آئیں اور سب صفحاتِ دل سے رفتہ رفتہ محو ہو گئیں مگر یہ واقعہ باوجود یزید
سال گذر جانے کے اور سیکڑوں انقلابات و ناہو جانے کے آج بھی تازہ ہے۔
حالانکہ دنیا نے شانے کی بڑی بڑی کوششیں کیں۔ لافانوں نے اثری چوٹی
کا زور لگایا۔ نثریں کاٹ کر لائی گئیں مقدماتِ مقدمہ کو سمار کرنے کے لئے ہی
بیل استعمال کئے گئے مگر تمام تدبیریں بے سود ثابت ہوئیں۔ اس کو جس قدر
مثا یا اسی ق۔ رچکا اور آج بھی اس قمرِ روشن کی شمعیں تمام عالم کو روشن
منور کئے ہوئے ہیں۔ دنیا کا کوئی گوشہ نہیں جہاں اس کی چلم نہ پہنچ رہی
ہو اور صفتِ اتم حسینؑ مظلوم شہید راہِ خدا نہ بھائی جاتی ہو۔

بے شک حسین ہی کی ذات والا صفات تھی جس نے قصر یرید میں زبردست
زلزلہ ڈال دیا اور اسے خاک میں ملا دیا۔ عجب ہے۔

شاہ است حسین بادشاہ است حسینؑ
دین است حسین دین پناہ است حسینؑ
سرواؤنداد دست در دست یرید
حاکم بنائے لالہ است حسینؑ

یزیدی کمدے برخلاف اس کے حسین کی مظلومیت کا انتخاب وہ ایک عالم پر ہے
اور سب حسین علم کے نیچے پناہ گزیں ہی کوئی بھی ایسا متغیر نہیں جو اس واقع
سوسن کرتا شر نہ ہو یہی وجہ ہے کہ ادھر محرم کا جائز فلک پر نمودار ہوا اور ہماری
زبان سے اسے حسین کے غریب بلند ہونے کوئی قوت نہیں جو اسے روک سکے
اور کوئی زبان نہیں جو اسے بند کر سکے جب تک دنیا قائم ہے اسلام کے ساتھ
ساتھ امام حسین بھی زندہ رہے گا۔ اور یریدیوں کے نامہ انظام دہرائے جائیگے

(از)

عالی جناب قربان حسین صاحب قربان
موسیٰ آئی

سلام

لعینوں نے نہ سمجھا کچھ بھی رتبہ ابن حیدر کا
دلوں کو موہ لیتا تھا رخ انور جو اکبر کا
دکھا دوں شایوں کو زور بازو دے پیمبر کا
یہاں تو بے سرو سامانی میں لشکر بہتر کا
وہاں پانی کے بدلے چل گیا نادک شنگر کا
فلک دامن میں اپنے ہی لیے یہ خون اصغر کا
کتاب دوسرا بازو بھی عباس دلاؤ کا
یہ تھا عباس کا صدمہ تو وہ صدمہ تھا اکبر کا
وہاں تو لو لگی تھی اب پسیں گے جام کوثر کا
چڑھے نیزے پہ یوں ادنچا رہے سر ابن حیدر کا

ستم ہے کر بلا میں خوں بہا بسط پیمبر کا
نبی سی شکل و صورت تھی ملا تھا حسن یوسف سا
کہا اکبر نے بابا پانی تھوڑا سا جو مل جائے
بھلا انصاف ہو بزدل ہزاروں آگے لڑنے
بضد تھی ماتا بچ جائے اصغر گرے پانی
بوقت شام آجاتی ہو جو سرخی سوئے مغرب
علم بھی، مشک بھی دانتوں میں لی فخر شجاعی نے
کمر پر ہاتھ تھا اک شہ کا اور اک اپنے سینہ پر
شہ دیں چاہتے تو خود فزات آجاتی نمیوں تک
نہ تھا منظور کہ سران کا خم ہو کفر کے آگے

فلک پر شور ماتم تھا زمیں پر حشر برپا تھا
علم نیزے پہ جس دم سر ہوا قربان سرور کا

ایک ساتھ چھ شہید

(از عالمی جناب سرکار تاج العلماء مولانا محمد تقی صاحب ہمدانی صاحبان ہمدانیہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کارزار " میں آئے اور ایک ساتھ چھ جان بحق تسلیم ہوئے۔ پچھلے ان کا مختصر سا تعارف
ہو جائے۔ پھر ان کی خوبیوں کو بخشم دل دیکھیں۔

وہ چھ حضرات یہ ہیں

۱۔ عروین خالد لاسدی۔ آپ بڑے عالی ہمت، سچا مرد تھے۔

۲۔ جناب سعد۔ آپ عروہ مذکور کے غلام، ہمارے آقا۔ نہایت شریف النفس خوش
کردار، سعید بخت تھے۔

۳۔ جمیع بن عبداللہ العاندی۔ آپ صحابی زادے۔ تالیبی، کریم النفس۔ نیک نبیاد
دلیر تھے۔

۴۔ عائد بن جمیع بن عبداللہ المدنی۔ آپ جناب "جمیع" (جن کا ذکر ابھی نہیں گذرا)
کے نور نظر تھے، سچا صالح تھے۔

۵۔ "خاوند" آپ "حوت" مذہبی، مرادی، کے فرزند راجہ بند اور امیر المؤمنین علیہ السلام
کے اصحاب خاص تھے۔

۶۔ "داغ الزک" آپ "خاوند" کے والد "حوت" کے غلام ہمارے سردار بڑے
پرچار، غیر میدان، قادیان تھے۔

یہ سب حضرات کو ذمہ آجاتے۔ وہ ان کی حکومت کب سے تھی یہ

ایک فرصت طلب بات ہے۔ یہ "حوت" حضرت "سلم" کی شہادت کے بعد دنیا کے
تجربہ آزموز "ہنگامے بہت متاثر تھے۔ اور امام حسین کی رسالت سعادت انسا۔

میں پہنچنے کے لئے از حد جھین تھے۔ اور ایک ایک "بی" بھاری تھا۔ ایک ایک
گھڑی اور پھر۔ زندگی وہاں جان تھی۔ اور سر بارہوش۔ گنگش منتظر تھی اور

یہ نکلنا استقبال کی ادھیڑ بن اور ان کا داغ۔ ہجوم ارمان تھا اور ان کا دل۔ یہ

اسی عالم کرب و اضطراب میں تھے ناگہاں ان کو خبر ملی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام

والسلام کے منظر سے کوفہ کی طرف تشریف لارہے ہیں اور قمر امامت منزل
حاضر تک پہنچ چکا ہے۔ فوراً سفر کی تیاری میں دل و جان سے لگ گئے۔ پیش

عشرت کو لات آری ومن دولت کوٹھ کر لگائی۔ اعلا کو خبر باد کہی۔ یاد

کر بلا کے حق پرور۔ ایمان افروز سرکر میں۔ جن صداقت کو ش افراد سے دنیا
روشناس ہوئی ہے۔ ایسے زمان سے قبل دیکھے گئے۔ نہ ان کے بعد نظر آئے بلاشبہ۔

انسانی کمال کے جزا فیہ کی وسعت ان سے پہلے موجود تھی۔ اور جو صلہ کی بلند
ایک معین فزائیک آخری منزل شہرہ تھی۔ لیکن ان سرفروشان حقانیت

نے شہرہ شہرہ پر آکر اس کو غیر محدود ثابت کر دیا۔ ان لوگوں نے یہ بھی بتا دیا
کہ انسانیت کا انمول جوہر "فرض شناسی" ہے۔ اس کے بعد اہم سے اہم مرحلہ

خود بخود آسان ہو جاتا ہے۔ اسی سچی "فرض شناسی" کے کڑے و ناقص
انسان میں اعلیٰ سے اعلیٰ ہمت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کی بدولت وہ ایسا کچھ

کر سکتا ہے کہ دنیا جرت زدہ ہو کر انگشت بدندان رہ جاتی ہے اس کے سامنے
"مجددیاں" "مجددیاں" نہیں ہیں۔ دشوار گزار منازل کو رنگین تبسم کے ساتھ

ٹھکے کر جاتے ہیں۔ وہ گذر جاتے ہیں مگر "جائے شہادت" کے لئے ابھرے
ہوئے "نفقہ قدم" کی "مرد مستقیم" چھوڑ جاتے ہیں۔ جو ان کو موگوں

کی جدائی کے بعد بھی زندہ جاوید "نہائے دکھتی ہے اس سے معلوم ہوتا
ہے کہ آپ جاٹ" باطن میں نظریں۔ وہ نیک اور پاکیزہ اعمال میں جن

کی بدولت احترام کی طیر فانی زندگی میسر آتی ہے وہ "ہندوہ" افعال
ہیں جن کی وجہ سے ذکر جمیل زبان خلق سے الگ نہیں ہوتا۔ قہروں کے نشان

مٹ سکتے ہیں۔ معروہ کی انہٹ سے انہٹ لگ سکتی ہے اگر ان کا ہر
ہائی مانا جاتا ہے۔ دنیا کی ہر شے فنا ہو سکتی ہے مگر ان کی بقا کو کوئی

خطرہ نہیں۔

شہدائے کربلا کے کردار میں یہی خاص روح تھی جس پر ان کی

مستقل زندگیاں گواہ ہیں۔ ان کی جس غرور پر نظر کیجئے یہ ہی شان جس
نازی کو دیکھئے یہ ہی آن بان ہے ان کے جمع کو دیکھئے تو یہ ہی

خوبی نمایاں۔ ایک ایک فرد پر نظر ڈالو تو یہ ہی خصوصیت ظاہر ہو
میرے سامنے "چہرئیاں" وہ نفیم صفت مباد ہیں جو ایک ساتھ "میدان

وطن کو دل سے دور کیا۔ ابن عمیل کو دوا کر کے خیر باد بھی منزل حاجت بھیجا۔ روانہ ہوئے تو فتنہ الہی خضر راہ نبی۔ رحمت الہی شامل حال ہوئی جادہ مقصود پر گنگ گئے بتقاضہ معلومت غیر معروف راستہ کو اختیار کیا۔ فی الحقیقت ان کا اس وقت کوذہ سے ٹکنا بہت دشوار تھا۔ اس کا مقصد لوہے کے چنے سے کم نہ تھا۔ کیوں کہ ان زیادہ نے کوذہ کے راستہ پر تہ۔ یہ پہرے قائم کر دیے تھے۔ تاکہ کوئی شخص ادھر سے ادھر نہ جاسکے۔ خاص فرض یہ تھی کہ کوئی نصرت حسینؑ کو نہ پہنچ سکے۔ منور ایسی سخت نگہداشت میں ان کا کوذہ سے ٹکنا سخت مشکل تھا۔ مگر اباب عزم۔ اور صاحبان ارادہ صوبتوں اور دشوار یوں سے مرعوب نہیں ہوتے یہ سرفروش بھی بروقت کے مقابلہ پر کمر بستہ باندھ کر چلے گئے اور منزل مذہب ہجانات میں خدمت اقدس حسینی میں سرفراز ہوئے۔ نہایت اخلاص اور تہذیب کے ساتھ آداب بجالائے اور فائز المرامی پرست کے اشعار پڑھے۔ ان کے پیچھے کا وقت وہ ہے۔ جب عربین یزید ریاحی حضرت کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔

”مترنے ان سب کو دیکھ کر عرض کیا۔ یہ لوگ کوذہ کے رہنے والے ہیں آپ کے ساتھ نہیں آئے ہیں۔ لہذا میں ان کو گرفتار کر کے کوذہ بھیجوں گا۔ غلام نواز آقا قدو شناس آقا حسین پر حر کے یہ الفاظ بہت گراں گزرے۔

فرمایا۔ اے سچے تو ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اب تو یہ ہمارے ساتھ ہیں اور ہمارے احوان و انصار ہیں۔ جو ہمارا حال ہے وہ ہی ان کا۔ یہ میرے اصحاب ہیں گو یا میرے ساتھ ہیں۔ اگر تو نے ان سے کسی قسم کا تدارع کیا تو ہم ان کی حرکت پر مجبور ہو جائیں گے۔ تو کسی قیمت پر ان کو مجھ سے نہیں چھوڑا سکتا۔ یہ سن کر ”حر“ خاموش ہو گئے۔ اور ان کے بارے میں پھر کچھ نہ کہا۔ اب یہ لوگ سکون کامل کے ساتھ امام اہم کی وفاقت میں تھے۔ پہلے سعادت ان کے سروں پر غشت لگا رہا تھا اب ان کی خوشی ان کی مسرت کا کیا پوچھنا خندہ مانگی مراد پائی تھی۔ دلی تنہا پوری ہوئی تھی۔ وہ آرزو برائی تھی جس کے لئے ان کا دل مرغ بسل بنا ہوا تھا۔ خاک کے فضل سے وہ ارمان نکلا جس کے لئے مدح جبین تھی۔ ان کے لئے زندگی کے حسین ترین ایام کا دور اب سے شروع ہوتا ہے۔ ایسا ہی فرحت تھی اور ان کا قلب۔ حقیقی انبساط تھا اور ان کی روح۔ امام علیہ السلام نے ان لوگوں سے کوذہ کا حال دریافت فرمایا۔

عرض کیا۔ کوذہ کے بعض رسا۔ گنگا جہنی جال میں آچکے ہیں بعض کی آنکھیں سیم و زور کی چپک سے چوندھیا گئی ہیں۔ بعض ابن زیاد کے قہر اور زبرد

ہیں کہ حضرت اس انجام سے پہلے سے باخبر تھے۔ اب یہ لوگ حسینؑ کے ساتھ ہیں تاکہ وار دکر بلا ہوئے۔ اور جو حادثات پیش آتے رہے۔ جبری شانت سے ان کا شاندار مقابلہ کرتے رہے جو خدمت متعلق ہوئی بلکہ حق احسن بجالائے۔ دن گزرتے دیر نہیں گئی فہم محرم بھی گزری شب دہم آئی اور اپنے خصائص سمیت آئی۔ عاشورہ کی تمام رات قیادت انام میں تھی۔ تحلیل۔ تقدس۔ تحید۔ تمجید۔ ناز و تکرار و عقار میں گئے تھے۔ رات کا تمام حقہ مبارک فخلوں میں صوف ہوا۔ جانہ کی روشنی پیمکی پڑی۔ اجتاب کے حسرت زدہ چہرہ پمندی سی چھائی تاروں کی جھلکا ہٹ میں فرق آیا۔ کواکب کا قافلہ اس مسافر کی طرح رخصت ہوا۔ خضار میں حرمان و یاس کی لہریں پیدا تھیں۔ دہ پیاں دگیری سے مبدل تھیں۔ کسی قدر سو ہوا کرم چھوٹا آیا۔ کواکب کی لالاک ٹھنڈا کواکب کی طرح ہیں۔ فرات میں صدائے بیشری طرح تیلی تیلی لہریں پڑیں اور رسائل سے سرگراں کنا چڑھ گئیں۔ افق نے مصیبت زدہ تیمم کی طرح اپنا عربیان چاک کیا۔ سپیدہ سحر کی نمودار ہوا۔ شب زندہ عابدوں نے پرجوش انگڑائیاں لیں اور اپنے پاک ارادوں کا جائزہ سنجیدگی سے لیا۔ علی اکبر کو اذان کا اذن ملا وہ دھک دھک کواکب کو ازادہ دھک دھک سناں وہ سناں وقت۔ وہ دھک دھک کر بلا کے مچلے۔ وہ ہر ایک کو اس آخری دھک دھک کا بہرہ ور شوق۔ جذبات میں جھڑک رہا تھا۔ ہر دل ایک کہیت خاص سے معمور تھا۔ پانی ہوتا تو یہ باخدا تہجد پر وضو کرتے۔ خاک کر بلا کی قسمت۔ سب نے تیمم کیا۔ صفیں قائم ہوئی امام مصلیٰ پر تشریف لائے۔ اقامت کے بعد ناز شروع ہوئی۔ اے ایسا امام اور ایسے مقتدی۔ الفاظ کہاں سے لاؤں جو اپنے خیالات کے لئے کند بنا کر ان مطالب کو پیش کروں جو میرے ذہن میں ہیں۔

اس ناز کی حکایت اور زبان قلم سے۔ اس حضور و خشوع کا اظہار

شاہدہ فرمایا تو اپنے قوت بازو کو ان کی کمک کے لئے بھیجا۔ ابو الفضل فوراً لشکر سعد پر حملہ آور ہوئے اور طاقت و درفج کا حلقہ توڑ کے بہادریوں کو نزعہ سے نکال لیا۔ غالباً نہیں نہیں۔ یقیناً یہ پہلی مثال ہے کہ فوج کا (کمانڈر) علیہ اس انداز سے سپاہیوں کی امداد کو پہنچا۔ قہر خیز لہجہ سے دیکھا۔ یہ ٹیلز سرتاپا دشمنوں سے چور ہیں۔ شفقت آئینہ لبیب میں ارشاد فرمایا۔ بہادریوں تم وہاں چلو۔ اور کچھ دیر آرام کرو ان سب نے بہ یک زبان عرض کیا۔ مولانا میدان سے زندہ واپس نہ جائیں گے۔ جب تک جان میں جان اور دم میں دم ہے۔ دشمن خدا و رسولؐ سے لاتے رہیں گے۔

ناظرین کرام ان حق پورہ جذبات کو فکر کی ترازو میں تولے دیکھئے کتنے سنگین ہیں۔ اللہ اکبر۔ اتنی دیر سیکڑوں سے جگمگ کرتے رہے۔ کافی عرصہ تک شدید پیاس کے باوجود تشنہ خون تازہ دم فوج سے لاتے رہے۔ سر سے پاؤں تک زخمی ہیں۔ اس سہارے کو بہت غنیمت سمجھتے۔ سہارا بھی کیسا خود پناہ سالار کا ارشاد فرمایا ہے ”تم آرام کرو“ اور کوئی جوتا تو ضرور اس موقع سے فائدہ اٹھانا۔ گران فدا کاروں نے بہ کجاجت مرجائے کی اجازت حاصل کر لی۔ اور حقیقی آرام اور نشاط روح، جانشاری میں سمجھے۔ کربلا کا وہ شہر انگیز رگستان، آفتاب بی وہ آتشیں شعائیں۔ پیاس کی وہ بہتر کھلیجوں کا وہ انساب۔ ہوا کی وہ شعلہ ریزی۔ گران نیچے آؤ آؤں کے عزائم کی بلند می انہی جگہ ہے۔ کیا دلوں میں۔ کیا جوش ہے۔ اور تلواروں کے گھنیرے سایہ۔ تیروں کی آب، نیزوں کے پہلوں کو۔ طوبی کا سایہ۔ کوثر کا پانی

جنت کے میوے شیریں سمجھتے ہیں۔ تیروں کے پردوں سے نیم منہ کے جھونکے آرہے ہیں۔ جو زخم گنا غنچہ مراد کھلا۔ ناک ستم کامیابی کی کلید اور ہر نیزہ جانا بازی کا ڈھ جانتے تھے۔ ”فوج شام سے مردانہ مقابلہ میں مصروف ہیں۔ خرم باطل پیران کی تلواریں برق سوزاں ہیں کے ہوس رہی نہیں۔ دشمنوں کی بے پناہ پورش سے باوجود ہوشیار پیکار کرتے رہے۔ حضرت ابو الفضل ان کی نگرانی فرمانے لگے۔ دشمن کو اپنے۔ پائیں، اور پس پشت سے دیکھتے رہے تو ان لوگوں کے حوصلے اور بڑے ہوئے تھے۔ ابابشت پناہ بہادر موجود تھا۔ کفر سوز شمشیریں مسلسل ساعفہ بازی کر رہی ہیں۔ مگر کثرت و قلت کا غیر متوازی تقابل۔ کہاں تک حشر خیزی کرتے۔ بالآخر۔ جھوٹے جاناہ جنگ عظیم کرتے ہوئے تقریباً ایک ساتھ۔ ایک وقت ایک جگہ نڈ سال چوک کر گئے۔

حال اور قطعاً حال بہادریوں نے نازاں کر کے قضا کے لئے کروں کو چست کیا اسے لیجے رات گزری۔ نیک نواز، پاک طینت جاناہوں کے لئے وہ سحر آمگئی۔ رنگین۔ افسردہ، ٹھکین۔ صبح طالع ہوئی۔ جس کا نام ”صبح عاشورہ“ ہے۔ ناظرین کو تعجب نہ ہو گا ایک صبح میں دو متضاد صفتیں کیسی۔ اور ایک دوسرے کے خلاف کیفیتیں کیوں کر پیدا ہوئیں۔ سنئے یہ صبح ان کے لئے شرت خیز اس لئے تھی کہ یہ لوگ بعد شوق و آرزو۔ دل میں تنہا و مرفوش لے ہوئے اسی صبح عید قرباں کے منتظر تھے۔ لیکن حسرت ناک اور دلگیر، اس لئے تھی کہ ان کو یقین کے ساتھ معلوم تھا کہ آج خافواہ رسالت شدید ترین مصائب میں مبتلا ہوگا۔ اگر یہ غلط نہ ہوئی تو بہر حال یہ صبح ہر طرح ان کے لئے موجب فرحت و مسرت تھی۔

غرض حریف نے فوج کشی کی۔ امام نے ”بلغ نصیحتیں، فرمائیں، گراں ستم نے ایک نہ اتنی۔ پسر سعد نے پہلا تیر چلیکا۔ امام نے اپنی جماعت کو کمر بندی کا حکم دیا۔ جہادوں نے صفت آرائی کی جھوٹا سا لشکر ترتیب دیا۔ دو شخص ”قالم بیار“ بیری سپاہ سے نکلے مباہدہ طلب ہوئے جینی جہاد مقابلہ کو آئے۔ اور خوب خوب داد شجاعت دی اور وہ ہنگامہ خیز اور حوصلہ شکن کارزار کے کھڑے کھڑے جی چھڑا دیئے۔ شہر اور عمر بن حجاج نے اپنے لشکروں کو پکار کر کہا تم لوگ ایک ایک کر کے ان کے مقابلہ نہ جاؤ۔ اس طرح ہرگز سر بر نہیں ہو سکتے۔ ہر طرف سے ان پر حملہ کر رہے۔ یہ کہہ کر ”شمر بن“ نے حسینی سیرہ پر اور ”حجاج“ شقی نے سینہ پر حملہ کر دیا۔ اس پر غضب حملہ کے ہونے ہی جنگ مغلوبہ جھڑپ گئی۔ گھسان کا رن پڑا۔ اللہ اللہ کیا کتنا حسینوں کا۔ وہ پر حلال مقابلہ کیا کہ آہن پوش ”سپاہ کثیر“ کو ان کی عظمت اور برتری کا دلہا ماننا پڑا۔ اور ناکام ہو کے پناہ ہو گئے۔ دشمن کا یہ پہلا حملہ تھا۔ ”دہ چھ دیر“ ”چھ بہادر“، ”چھ جری“۔ لشکر امام سے نکلے جن کا ذکر یہ کر رہے ہیں۔ یہ سب ایک ساتھ امام کی خدمت میں آئے تھے۔ ایک ہی ساتھ ہادی نبرہ کو چلے۔ لشکر شام پر غیر ملکہ کیا۔ تادیب تلوار کے جوہر دکھاتے رہے ایک فولا وادیا تھا جس میں ”یہ قوی دل“، ”مجاہد پیر“ رہے تھے۔ اتنی سی جماعت کی بہادری کیا۔

دشمنوں نے چاروں طرف سے ان یقینوں کو گھیر کر ان سب کو ایک دوسرے سے الگ الگ کر دیا۔ امام دد عالم نے جب یہ حال

یہ وہ ہی جگہ ہے جہاں انہوں نے قدم جمائے تھے۔ وہیں ان کے شگ جسم
عمرے اور مقدس روحیں گلشن فردوس کو سدھاریں۔ اس وقت ان کے چہرہ
پر نور برس رہا تھا اور ہونیز سکرابٹ کمبل رہی تھی۔ قمری اشم میاں سے
اکیلے پلٹے اور تمام سرگزشت امام انام کی خدمت میں عرض کی۔ حضرت نے
ان سب کے لئے رحمت کی دعا کی۔

میں ششدر رہوں۔ کیا اسی خاک سے ایسے بشر بھی پیدا ہوتے ہیں۔
چھپے چھپے (اور ان کے امثال) اسے کہتے ہیں۔ فریضہ نساہی۔ اور حق سے دوستی
اس کا نتیجہ ہے کہ آٹ چار دہائیوں کا عالم میں اکھاڑ نکال بھرا ہے۔ اور شش جہت میں ان کی
شہادت کا پرچم لہرایا ہے۔ اور قصائے کائنات میں ان کی دغاگوخ نیر رہی ہے اور طابا
عمل کو راہروی کا پیغام جاری ہے۔ کیا دنیا میں کوئی ایسی قوم بھی ہے جو ان صفا کی مستی نہ لیکے

(۱۱)

(عالی جناب مولانا سید محمد باقر صاحب)

(عباس) بارہ بگی

ع-ب-اس

عباس علی عین سے ہیں عالم و عال
عالی ہم و عاشق شہ عارف و عاقل
عہدے میں علم دار جوی عابد و عادل
ہیں عرش علا پر عمل عارض کے عنادل

ہو عزم عدو جنگ جو عازم ہو عزم کو
عاجز کیا عالم میں عسبر اور عجم کو

ہیں بے سے بزرگ اور بہ دل بندہ باری
بول آپ کا بالہ ہے تو بات آپ کی بھاری
بتان بات کے لیے باؤ ہساری
تے بات ہیں اس بات حواج کے بھکاری
باقر یہ بہادر بھی بسا کر رہا بن کو

بھائی پہ بلاؤں میں بھروسا تھا بہن کو

کتا ہے الف آپ ہیں ابن اسد آشر
اسلام کے آداب و اوامر سے تھے آگاہ
ایمان سے الگ کر سکا اکرام نہ اکراہ
پر اُمت احمد نہ ادب کر سکی آہ آہ

اولاد اُمیہ کے ہوئے آل کے آگے
افسوس نہ آپ آسکا اطفال کے آگے

ہیں سین سے سرچشہ و سلطان سخاوت
سلمان کی سعادت ہے سلیمان کی سیاست
اور سینہ سپر ہیں پئے سرکار سیادت
سنگان سموات پہ ہے سکتہ و سیرت

سوزاں تھا سوا غم سے سراپائے سکینہ
سویا تیر ساحل جو سقائے سکینہ

سید المحدثین لکھنوی

(اذن عالی جناب مولانا سید محمد حسین صاحب اعلیٰ الشہ مقامہ ذکاوی عطیہ صدر الملتہ مولانا سید محمد مجتبیٰ صاحب مجتہد العصر دام ظلہ)

(پرنسپل مدرسہ عالیہ جلیہ، نو کافوں، غلط خطاب مرحوم)

جناب جاوید مرحوم نے آپ کے متعلق فرمایا ہے ۵

ساتھ سید کے علی نام ہے جن کا مشہور وہ محدث کہ جو تھے مع اباب شور
رنگ مجلس خوب پہچانتے تھے۔ ایک دیدہ کی مجلس سادات بنوار
میں پڑھ رہے تھے سامعین متوجہ نہ تھے۔ درمیان میں سادات بنوار
کے حالات شروع کر دیئے اور اس وجہ سے ساتھ بیان فرمائے کہ سب
متوجہ ہو گئے مصائب پر مجلس بے تاب تھی۔ ایک مرتبہ عالم علوم طیبہ حکیم
محمد حنی صاحب بلور زادہ وقائع مقام حکیم بابا صاحب طاب ثراہ کے یہاں
مجلس تھی پہلے تحفیت نے پیش خوانی کی پھر خطاب مرحوم نے پڑھا محمد بن
ہی موجود تھے ایک عربی شعرا اس ترجمہ منٹ پڑھا جو کہ مجلس میں کلام
پڑ گیا۔ بعد مجلس جناب عماد العلما میر آغا صاحب قدس ثراہ نے تحفیت سے
فرمایا کہ دیکھو یہاں پڑھا کرتے ہیں

جناب عطر اظاب طاب ثراہ کے امام باڑہ میں ۱۰ محرم کے بعد ۴۰
جلسیں ہوتی تھیں اکثر محمد بن ہی شرکت فرماتے تھے آپ ذکر فرمایا
کرتے تھے ان مجالس کا لطف اب تک نظریں ہے آپ ہمیشہ کتاب
دیکھ کر پڑھا کرتے تھے اور سادات کی کتاب جہاں سے کھلی جاتی تھی
وہیں سے شروع کر دیتے تھے۔ نہایت ثبات سے پڑھتے تھے منبر پر لڑتے
پاؤں اڑا دیا کرتے۔ زیادہ سے زیادہ جوش میں آکر لڑتے کا اشارہ فرماتے
تھے یا کتاب پر لڑتے اور دیتے تھے عشرہ اوئے کے لئے اودہ کی کسی ریاست
میں تشریف لے جاتے تھے اور اس کے بعد شہر کے ہر میر و غریب کے
یہاں مجالس پڑھتے تھے بلکہ غربا کے یہاں زیادہ پڑھتے تھے۔ ایام
عزا میں ناز صبح کے بعد مجالس پڑھنے جاتے تھے کمانا بھی کبھی گھر
سے کبھی بازار سے ملازم لے آتا تھا۔ اور آپ کبھی فینس میں اور کبھی
کسی مسجد میں کھالیتے تھے دو بجے رات کو واپس آتے تھے غربا کے یہاں
پیدل جا کر مجلسیں پڑھتے تھے وعدہ ضرور پورا کرتے تھے جب استاد

سید المحدثین جناب مولانا سید علی صاحب بن جناب سید محمد حسن صاحب
بیرنجوی لکھنوی انہی بڑے بیادوں کی سرکار کے ایک وحید عصرہ و فریاد
ہر لہجہ پایہ ذکر تھے جن کے حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام علمدار
تھے انہی جناب کی طرف قوم کے عزیز ترین اخبار نگارہ کا عزم فرمایا
ہوتا ہے ظاہر ہے کہ مرحوم کے حالات زندگی نگارہ ابوالفضل العباس
نمبر سے ایک خاص ربط رکھتے ہیں لہذا ان کا نگارہ میں درج کرنا نہ
صرف مناسب بلکہ سبق آموز اور بے نظیر و لذت سیرت پرستوں کے لئے
بے مفید بھی ہو گا۔ اور جناب والد مرحوم کی کتاب تذکرہ بے ہامینی تاریخ
العلماء سے بعض مقامات کے اختصار اور بعض مقامات کی توضیحات کے
ساتھ نقل کئے جاتے ہیں۔

خادم الملتہ سید محمد مجتبیٰ عفی عنہ لو کا نوسی

سید المحدثین کا اصلی وطن سادات باہرو میران پور ضلع مظفرنگر
تھا آپ کے والد وطن سے لکھنؤ آئے ورنہ انبار میں آپ کو سلطان العلماء
جناب مولانا سید محمد صاحب اعلیٰ الشہ مقامہ کے تلامذہ میں لکھا ہے آپ
کو جناب مفتی صاحب طاب ثراہ سے بھی تلمذ تھا کتاب دربار حینی میں
ہے کہ آپ شاعری میں مراد ہر مرحوم و مغفور کے شاگرد تھے اگرچہ آپ
کتب فنون کا بھی درس دیتے تھے مگر کتب دینیہ کا درس بڑے شوق سے
دیتے تھے نہایت خلیق۔ عابد متقی زاد پر پیڑ کا ریخہ حلیم اور خوش گو تھے
غربا کی سفارش رہ ساسے بکثرت کرتے تھے۔ علماء محمد بن امر از شاہزادگان
آپ کا بہت احترام کرتے تھے آپ کو غصہ نہیں آتا تھا ہر شخص یہ سمجھتا تھا
کہ مجھ سے بڑی خصوصیت ہے جس سے بات کرے تھے ہم تن اس کی طرف
متوجہ ہو جاتے تھے غرور و کبر و خود بینی سے پاک تھے ذکر میں بیٹھ کر
رکھتے تھے۔ اور استاد اکمل مانے جاتے تھے۔ منبر پر نور مجسم معلوم ہوتے
تھے قصائد و اشعار کا لہجہ و جہانگیر تھا آپ کا پڑھنا محمد بن ہند تھا۔

مرحوم کے قدم بہ قدم تھے۔ بنا بر تحقیق تذکرۃ المحققین جناب تاج العلماء رضوان اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ ۶۰ سال کی عمر ہوئی ماہ شعبان ۱۳۳۲ھ میں راہی جنت ہوئے آپ کے تمام سودات غیر مطبوعہ رہے جناب نواب صاحب موصوف نے آپ کی تاریخ انتقال یوں نظم فرمائی ہے۔

آں آل نبی جناب حسن صاحب

بودہ کہ حدیث خواں مشہور اناس

چوں رفت بشعباں سوئے جنت گفتم

فاز بہشت شد محمد عباس (۱۳۳۲ھ)

اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

أَمِينَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ عَلَيْهِمُ أَفْضَلُ الصَّلَاةِ

وَإِكْمَلِ السَّلَامَاتِ

سَلَامٌ

(از جناب علامہ صاحب تاج)

لے شہ حسن علی عباس غازی السلام
ہنر پر تو کر چکا جب ن سے اپنے وٹو
نفس کا تیرے ہاں خود شری سہار سولی
حضرت فقیر سے جسم لے اسلام کا
یاد تو ہے پھر وہاں فاع خیمہ کی جنگ
زانوئے شیر پہلے بعد میں زہر آ کی گود
دوش پر تک کینہ دین میں کوڑ کا گام
یاد ہو حکم ام وقت کی تمیل میں
یاد ہو دنیا کو تیری کار سازی اسلام
جھک گیا سب سے میرا سر ناری اسلام
واہ ری دنیا سے تیری ہے نیازی اسلام
جان ثابوں میں یہ شان امتیازی اسلام
پاس کے عالم میں غازی ابن غازی اسلام
تیرے تخت میں تھی یہ بھی سر سازی اسلام
فارق رنگ حقیقی و محازی اسلام
جان کی تو نے لگا دی لپے زاری اسلام

کچھ پڑھی تھنا وہ کا سائل لئے "اسیو"

آپ کی مشہور ہو بندہ نوازی السلام

زمانہ جناب محمد شاہ صاحب علیہ الرحمہ مرحوم ہو گئے تو ان کے صاحبزادہ کو ساتھ لے کر ان کی معینہ مجالس پڑھتے تھے صاحبزادہ موصوف سے پیش خوانی کراتے تھے اور اس طرح باب کا حقوق بیٹے کو دلاتے تھے جناب مرحوم مولانا سید ابو صاحب قدس سرہ اکثر آپ کے اوصاف حمیدہ بیان فرماتے تھے اور ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ مولوی صاحب خیر علم ہیں اور جناب بحر العلوم مولانا سید ملن طاب ترازہ بھی آپ کے علم فضل کے راجع تھے سید المحدثین شاگرد کو تعلیم میں غلطی سے آگاہ فرماتے تھے۔ ترجمہ زیارت ناحیہ حال التین اور مجالس علویہ کی دو جلدیں مغفلات میں سے شائع ہوئے ہیں۔ فرمایا کرتے تھے کہ تمہیں پانچ جلدیں سودات کی ادوجہ ہیں۔ ایک مرتبہ جناب مفتی صاحب مرحوم مغفور نے نماز استغفار پڑائی۔ آپ نے ممبر بر مصائب بیان فرمائے اس کے بعد جناب مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے دعا کی خوب بارش ہوئی۔

۔ شاہ کراس سے ایک مہینہ قبل اہل خلافت نے نماز

استغفار پڑھی تھی اور مصلحت خدا سے بارش نہ ہوئی۔

ذکر کری میں آپ کے صد ہا شاگرد تھے مثلاً مولانا محمد تقی صاحب موصوف مجالس الشیعہ۔ مولانا بڑھن صاحب۔ مولانا سید مصفر حسین صاحب نوگادو مولانا مرزا قاسم علی صاحب موصوف ترمصائب اور نجیفات راقم الحروف وغیرہ وغیرہ آپ نے ۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ کو ۸۰ سال کی عمر میں انتقال فرمایا نماز جنازہ جناب تاج العلماء مولانا سید علی محمد صاحب علی اللہ مقامہ نے پڑائی حسینہ غفراناب میں دفن ہوئے۔ جنازہ کے ساتھ افاضل اہل سنت بھی تھے۔ دور دور تک فاتحہ خوانی کی مجلسیں ہوئیں۔ جناب نواب سید جعفر علی خاں صاحب نسس آبادی نے تاریخ انتقال نظم فرمائی ہے۔

نوسم جعفر لریشی مد بھری تیر جلیش

و عالم شدہ محدث مولوی سید علی (پروا)

”ہر گلزار جہاں داخل شدہ“ بھی مادہ تاریخ ہے آپ کے فرزند لائق

و قابل مولوی محمد عباس صاحب عرف مولوی محسن صاحب نہایت متقی و

پرہیزگار ذاکری کے استاد مانے جاتے تھے۔ اوصاف حسنہ میں اپنے والد

عقیدے کی آئینہ

جناب سید غلام جعفر صاحب رشتہ دار کوٹ،

افرض اسلام کے سارے قوانین دنیا میں مفقود ہوتے۔ کہوں کہ ناسق یرید کے طفیل سے قتل و غارت۔ شراب خواری۔ جوا بازی اور ناکاری غرض سارے برے اعمال حلال و حرام سمجھے جا رہے۔ وہ خود منظر عام پر ان سب علاناً قبیحہ اور خلاف شرع اعمال کا مرتکب بھی تھا۔ اور اپنے آپ کو طلیقۃ السلین بھی کہتا تھا۔ ایمان فروش مفتی دین اس کی تائید کرتے تھے۔ حرام و حلال میں کوئی تمیز باقی نہیں رہی تھی۔ کفر ایسے شباب پر آیا ہوا تھا جس کے مقابلہ کے لئے ایک بڑے نظام۔ فوج۔ دولت اور وقت کی ضرورت تھی۔ لیکن آپ نے عالم غربت میں صرف بہتر جا بازوں سمیت اس عظیم انسان کا رنامے کو فیصلہ کرنے کی شان لی۔ اور کفر کے طوفان بے تمیزی کا استقلال کے ساتھ مقابلہ کر کے اسلام کا بیڑہ پار لگایا جبکہ کی ظاہری طور پر مغلوب ہو گئے۔ لیکن اہلی معنوں میں ایسی کامیابی حاصل کی جس کا نتیجہ تار و زکافات برقرار رہے گا۔ اور جہاں والے آپ ہی کے اصول کو کامیابی کا ذریعہ سمجھ کر ان پر عمل پیر ہونے کی کوشش کرتے رہیں گے۔

اے محسن انسانیت! آپ کو محسن اسلام کی طرح محسن انسانیت کے نام سے یاد کرنا زیادہ موزوں ہے۔ کیونکہ جب انسان نے معلّم انسانیت سورت کائنات صلیم کا سکھایا چھ اور سب انکل بھلا دیا۔ جب انسان ایک بار پھر زمانہ جاہلیت کی طرح ان رسوا کن اعمال کا عامل ہو گیا جس کے ہوتے ہوئے انسان انسان کہلانے کا مستحق نہ تھا اور اخلاق سے غرس ہوئے عادات و خصائص کے باعث اشرف المخلوقات حیران سے بھی زیادہ ذلیل نظر آ رہا تھا۔ انسانیت آخری پچکیاں لے کر دم توڑ رہی تھی۔ تو اس فنا ہوتی ہوئی انسانیت کو قائم رکھنے کا سہرا آپ اور صرف آپ ہی کے سر ہے۔

اے شہیدِ نبیو! دنیا والے بہت ہی بے وفا ہیں۔ انھوں نے پہلے تو رسول مقبول صلیم کے احسانات کو سمجھا کر آپ سے ایسا ظالمانہ

اے پروردگار عالم کے برگزیدہ بندے۔ محمد مصطفیٰ کے نورِ نظر۔ علی رضی عنہ کے سخت جگر۔ فاطمہ زہرا کے لال۔ اور حسن المجتبیٰ کے زور بازو۔ آپ نے سرزمینِ کربلا پر اسلام کی ایک بہت بڑی خدمت انجام دلائی ہے۔ ایک ایسا عظیم انسان کا رنامہ سرا انجام دیا ہے۔ کہ بڑے بڑے الموعوم پیغمبروں کو جو حیرت کر دیا ہے۔ قسم قسم کے آفات و مصائب کا صبر و استقلال کے ساتھ مقابلہ کر کے دنیا کے بڑے بڑے بہادروں کو انگشت بدندان کر دیا ہے۔

سرو کائنات نے یہ مدح و ثنا اور ہم مہارک کے پسینہ کی برکت سے شہر دین اسلام لگا کر اسے نشوونامی۔ لیکن ان کے بعد یہ پودہ بادِ سوم کے جھونکوں اور کفر کی بے پایاں حدت سے خزاں رسیدہ ہو کر بج و بنیاد سے اکھڑنے لگا۔ تو آپ نے ایسے اہم موقع پر کمر ہمت کس کس کو اس کو اپنے اور اپنے عزیزوں کے خون سے سیراب کر کے از سر نو سرسبز و شاداب بنا دیا۔ اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ نانا نے آپ کو بہت مانعے دلا تھا۔ لیکن آپ نے ان احسانات کا بدلہ اس طور سے ادا کر دیا۔ کہ وطنِ عزیز کو خیر باد کہہ دیا۔ نہ سر مال کو دیکھا۔ نہ اہل و عیال کی پرواہ کی۔ پیارے بھائی۔ بھولوں کے سے نازک بھتیجے راہ حق میں نثار کر دیے۔ اپنے اس نوجوان بیٹے کو جو شکل و شہادت میں آپ کے نانا کی مانند تھا۔ خاک و خون میں غلٹا دیکھا۔ و فادادہ دستوں کی جدائی کے غم کے مرحلے طے کئے۔ پھر ایک معصوم شیرخوار بچہ ہاتھوں پر تیر چھا کا نشانہ بنا۔ آباد گھر ویران ہو کر نظر آتش ہو گیا۔ اور پھر وہ حرمِ جبرئیل وند عالم نے طحا و یثین کے انقباب سے بکھرا ہے۔ ظالم کی قید میں پڑ گیا۔ یہ یہ سب کچھ ہوا۔ مگر آفریں آپ کی ہمت و استقلال پر کہ اتنا تک نہ کی اور ہرجات میں خدا کا شکر بجالاتے رہے۔

اے محسن اسلام! اگر آپ تین دن کی پیاس کے باوجود رکھتی ہوئی تلواروں اور جھپٹتے ہوئے نیزوں کے سایہ میں ناز نہ ادا کرتے۔ تو یقیناً آج دنیا میں کوئی بھی خدا کا نام نہ لےتا۔ روزوں سے دنیا نا آشنا ہوتی۔

سلوک روا رکھا۔ اور اب آپ کے احسانات کو بھلا کر آپ کا نام و نقش جب دنیا پر چھاتا ہوا دیکھتے ہیں۔ تو ان کے سینوں میں ایک حسد کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ اور ان کی خواہش ہے۔ کہ آپ کا نام بھی نہ لیا جائے مگر

بلے راہ حق میں سرکٹانے والے اور گھربار اپنا لٹانے والے
تو وہ نقش ہے جو مٹانے سے ابھرتے خود مٹتے ہیں تیرے مثالہ والے
حق کا مٹانا کوئی آسان کام نہیں۔ آپ بھی زندہ ہیں۔ اور آپ کا نام بھی ناقیاست رہے گا۔ آپ کی یاد مٹانے والے خود مٹتے ہیں اور

ان کی ساری تمنائیں ان کے ساتھ خاک میں مل جاتی ہیں۔

اسے قلیل جو رہ جاتا! ہم آپ کے بہت ہی زیر بار احسان ہیں۔ ان احسانات کا اجر تو وہی مالک کون و مکان ہی پورا کر سکتا ہے۔ لیکن ہمارے اوپر بھی ایک ضروری فرض عائد ہوتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہم آپ کے بتائے ہوئے درس پر عمل پیرا ہوں۔ آپ کی یاد مٹا کر اقوام عالم کو بھی اس درس حقیقت سے آشنا کرائیں۔ آپ کے غم میں سرنگے اور غمزدہ بیٹھ کر عقیقت کے چند آنسو بہائیں۔ اور جب کبھی ٹھنڈا پانی اپنے ہونٹوں کے قریب نہیں تو آپ کی تشنه لہجے کو تصور میں لا کر دل کی گراؤں سے ایسی فریاد نکالیں کہ عرش کے ملائے

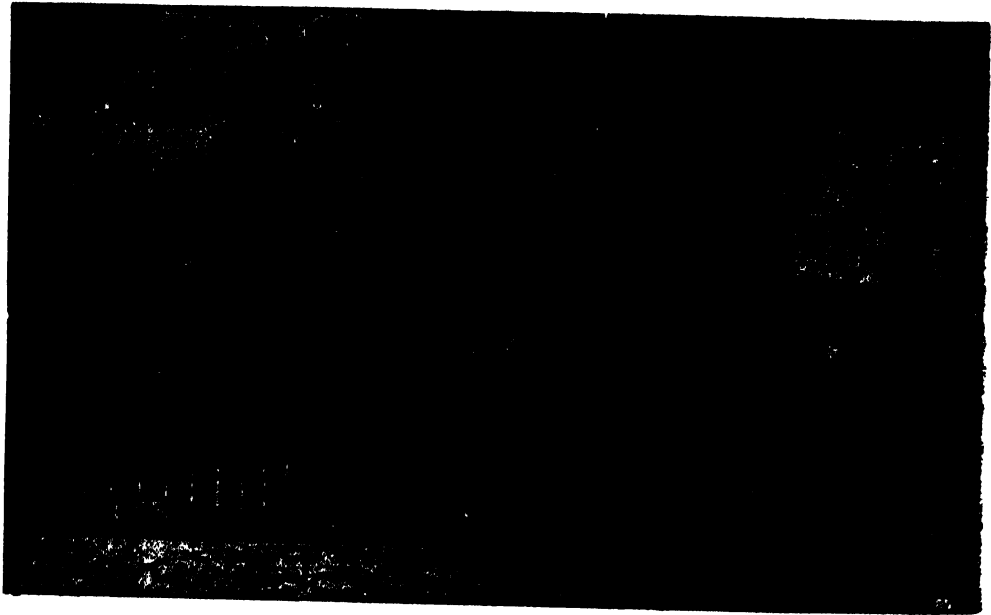
(اد)

(جناب اہم، اے اکمل منشی کمال شاہا پوری،
مدرس اعلیٰ مدرسہ نورانیہ لاہور)

سلام

نام شبیر پر خدا ہے دل
کیسا خوش بخت دے ریا ہو دل
حُب حیدر جو اس میں رہتی ہے
غیرت عرش بن گیا ہو دل
نغمہ آرا ہے مدخ مولا میں
بہل گلشن ولا ہے دل
قلب شہ میں ہیں ہری داغوں کی
مضرب عشق بن گیا ہے دل
گم ہے نورِ نظر جو آنکھوں سے
شاہ کا غم سے بھگ گیا ہے دل
اُس پہ اعدا لگاتے ہیں ناوک
جو خدا کی طرف لگا ہے دل
خون رواں ہے گلوں سے اصغر سے
شہ کا سینہ میں ملی رہا ہے دل
کیا کہو گے رباب سے جا کر
شہ سے پہلو میں کہ رہا ہو دل

شاہ کہتے تھے لاش دلبر برد
ہائے بر بھی سے جھد گیا ہو دل
تج غم سے چر کے سینہ میں
آج دو ٹکڑے یوں ہوا ہو دل
مثل ماہی تڑپ رہا ہوں میں
شکل بہل پھرک رہا ہے دل
آئیں کو چڑھا رہے ہیں حسین
سب کا منہ میں آ گیا ہے دل
کہتے ہیں رو سیاہ خیر نہیں
شہ کا غصے میں مل رہا ہے دل
آج بھنا محال ہے رن میں
شامیوں کا یہ کہ رہا ہے دل
جس میں پنہاں ہو الفت حیدر
صورت کعبہ وہ صفا ہو دل
غم دنیا کا ڈر نہیں اکمل
جب کہ شبیر پر خدا ہے دل



حضرت ابوالفضل العباس ؑ کی آرام گاہ (کربلا)



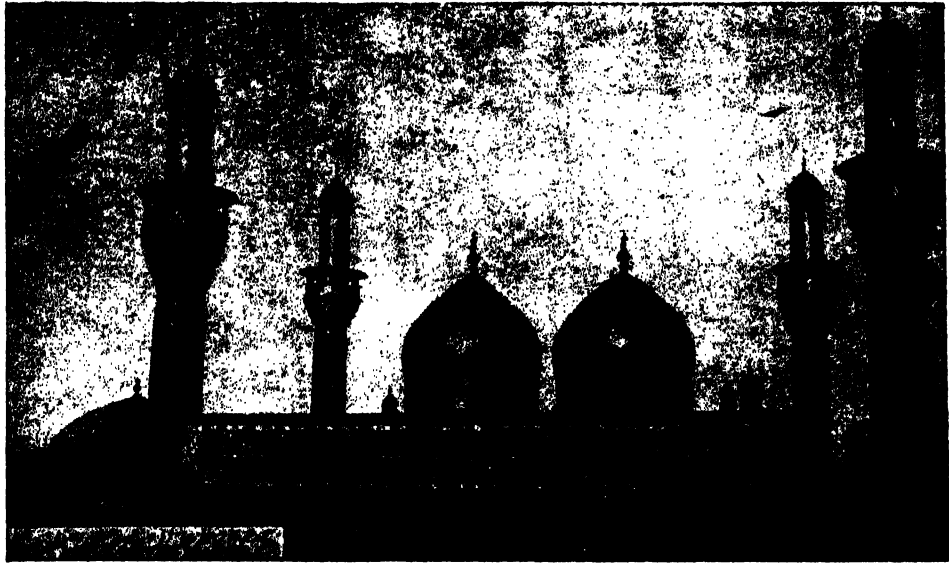
روضہ حضرت معصومہ ؑ قم (ایران)



حرم محترم حضرت سيد الشهدا کا ايماني د وازہ صبح کو خدام
روضہ کھول رھ ھيں



روضہ حضرت هاني (کوفہ)



آرام گاہ — حضرت امام ہفتم و حضرت امام نہم (کاظمین - عرق)



روز عاشورہ — کربلا میں گریہ وزاری کا ایک افدوہناک مظاہرہ



مزار مقدس حضرت مکیہ (ع) (نشق)



یثوب سے سید الشہداء کے سفر کا کرویہ خیز منظر
اس جلوس کی شیعہ لکھنؤ میں ۲۸ رجب کو جناب زوار حسین صاحب ہر سال اٹھاتے ہیں

ابوالفضل العباس لمبر



جناب سعید الملت مولانا سید محمد سعید صاحب مجتہد
انہوں نے عراق میں آغا ابوالحسن اصفہانی کے جہازے میں شرکت فرمائی

نظارہ لکھنؤ



مجتہد اعظم - آغا ابوالحسن اصفہانی
انہوں نے کاظمین میں انتقال فرمایا
اور جنگی موت سے علم کی دنیا تاریک ہو گئی



سلطان الواعظین - مولانا سید ابن حسن صاحب فونہروی



حضرت تاج العلماء مولانا سید محمد ذکی صاحب قسب مجتہد عصریہ
نبیرہ اکبر کا رجم اللہ

مرکز اتحاد لکھنؤ کے پبلک اسکول میں راجہ صاحب محمود آباد کی یادگار تشریف آوری



یہ اسکول تقریباً دو سال سے ہر مذہب و ملت کے غریبوں اور اچیتوت اقوام کی مفت تعلیم کے لئے جذبات عمائد العماء نے قائم کیا ہے - مختصر حالات صفحہ ۱۰۷ پر دیکھئے



سید عابد جہدر صاحب ماہدی سوک پوری



سید فاطم حسین صاحب و اصف عشروی

ابوالفضل العباس نمبر



صدر الشعراء خان بہادر سید صدر الاسلام صاحب صدر

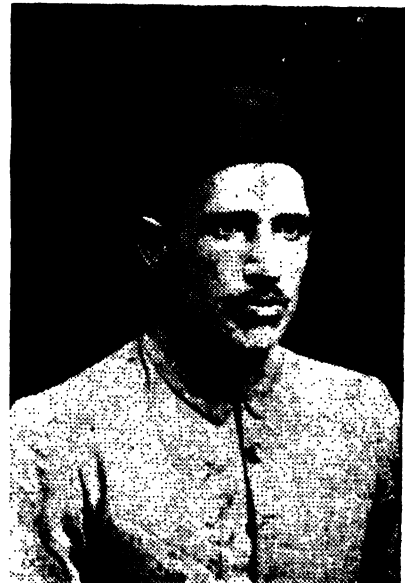
نظارہ لکھنؤ



دبیر ہند۔ ناخداٹے سمن
جناب ذاکر نقوی غفر اللہ لہ



جناب نواب دلاور حسین خان عرن لکن صاحب
(ایچ ڈی ڈی بیٹوں جناب نواب سردار حسین
خان اور نواب فدا حسین خان کے ساتھ)
جو ہمدرد قوم اور جنگا حال ہی میں انتقال ہوا



ہندوستان کے مشہور ادیب پروفیسر
آغا اشہر لکھنوی

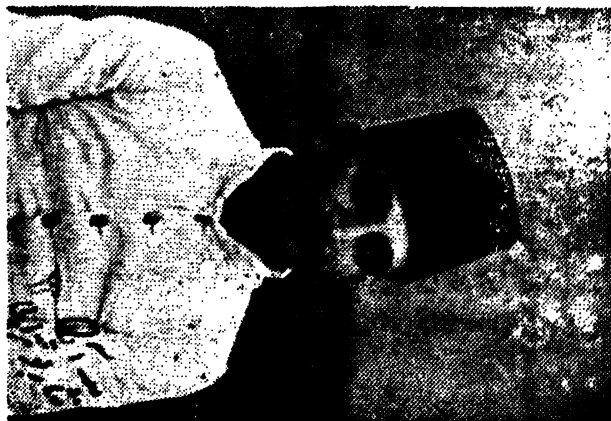
قطاره لکهنو



اے۔ ایچ۔ قلمیلم سارگودھي
قلمیلم حسيني شاعر فضل فقوي



(حسینی شاعر) فضل فقوي



جناب نثار پوراني
قلمیلم حسيني شاعر فضل فقوي
جو آجکل پھرن قلمیلم چلوئي مدراس
نورہ کورہ دھس



مرزا عالم حسین صاحب ایم - اے
ابن جناب مرزا محمد جواد صاحب پرو پرائٹر نظامی پریس لکھنؤ
”جواہر کل کلام مجید کا انگریزی میں ترجمہ کر رہے ہیں“

تاریخ احمدی

مولانا ابوالحسن علی صاحب
ادبیاتی - آیت اللہ

مشہور عالم کتاب ہے جس کی نسبت مصوّر غلط تر تاریخ احمدی نظام کی ہوئی ہے۔
"میں نے تاریخ احمدی مولانا ابوالحسن علی صاحب کے لفظ
قطعا پر پڑا ہوں بالاعتقاد بھی، اس طرز اور شان کی کوئی تاریخ آج تک لکھی
نہیں گزری اور نہ اردو میں چھپی، حضرت صلوات اللہ علیہ کے عبادیوں کے آخری خلیفہ تک
اسلامی تاریخ کے تمام مشہور نمایاں واقعات کو نہایت محققانہ و مورخانہ انداز سے
جمع کیا گیا ہے۔ سب سے بڑی غبی جو اس کتاب میں ہو کہ ہر واقعہ کا حوالہ معتبر و مستند
کتاب اور احادیث سے دیا گیا ہے اور اصل عبارتیں ان کتابوں کی جگہ
پر درج کر دی ہیں، یہ ایک ایسی نرالی اور عظیم الشان کوشش ہے کہ اس کتاب کا
(تاریخ احمدی) پڑھنے والا اسلامی ادب کی تمام مشہور و نابینا کتابت و تاریخ و
احادیث سے واقف ہو جائے گا اور اس لحاظ سے تاریخ احمدی کو خلاصۃ التواریخ
کہنا چاہیے یا تاریخوں کا انسائیکلو پیڈیا۔ اب صاحب نے اس تاریخ میں رخاؤ و
بے تعصبی کو کامیابی سے قائم رکھا ہے جس کے خیال میں گندہ جبکہ راسخ و اہل تاریخ
کے دل مضامین لکھے جائیں گے ان کے لیے تاریخ احمدی ایک معتبر و ثابت ہوگی۔
یہ کتاب جو تھی مرتبہ اضافہ بعض ضروری مطالب نظامی پر لکھوئیں
چھپی ہے بڑی قطع ۲۲x۲۹ جم علاوہ اندک وغیرہ ۳۹ صفحات قیمت سطر

قصائد چارہ معصومین علیہ السلام

اس زمانے میں جب کہ گادوں گادوں بستی بستی تاریخ ولادت چارہ معصومین
میں نکل قصائد منعقد ہو کر تھیں وہ ان محافل و مجالس میں پڑھنے کے لیے یہ مجبوز قصائد
درجہ حضرت چارہ معصومین علیہم السلام تیار کیا گیا ہے۔ مندرجہ ذیل حضرت
شہر کے قصائد نہایت کاوش سے جمع کیے گئے ہیں :-

حضرت شاہ علی حسن جانی کا کیا قصیدہ "علی مولانا ابوالحسن علی صاحب مولانا
مولانا اجمال الدین رومی، شیخ فرید الدین عطار، شیخ المشائخ مولانا احمد اجماعی
سعدی شیرازی، مولانا عینی شاہ نظامی، مولانا شہید انصاری فرنگی ملی

مولانا رحمہ اللہ، مولانا سید سبط حسن صاحب بلبروم، مولانا اسد اللہ خان غالب،
مولانا سید ظفر ہمدانی صاحب تہذیب، منیر شکر آبادی، آغا شاعر دہلوی، سجاد مولانی
مولانا آصفی، نجم آفندی، آرزو لکھنوی، خادیم آبادی، عزیز لکھنوی، ذوق لکھنوی
ریاض نبادی، ڈاکٹر مسرت اقبال، قیس زنگی پدی، قحط لکھنوی، سلیم جملی،
آثر لکھنوی، خاجہ اسد اسد، فضل لکھنوی، مولانا ظفر علی خان صلوات اللہ علیہ
حمید صاحب اور شہید صاحب، تغیر دہلوی، مولانا ساجدین صاحب لکھنوی،

مولوی احمد حسین صاحب بوسری، جناب مصطفیٰ علی ہمدانی، جناب قاضی حیدر آبادی،
جناب غفر لکھنوی، جناب منظر لکھنوی وغیرہ و جناب سید دہلوی صاحب،
جناب معصومہ زیدی، جناب اللہ انصاری رضا، جناب احمدی بلک صاحب وغیرہ
۱۰۰ اشعار کے ۲۰۰ قصائد نو مطبوعہ ترکیب یہ
رکھی ہو کہ پہلے قصائد حضرت خاتم الانبیاءؐ اس کے بعد حضرت علیؑ کے قصائد
پھر کے بعد دیگرے ہر امام کے قصائد علیہ السلام کے ساتھ شروع کیے گئے
ہیں، شروع میں حضرت مضامین ہیں جس میں شاعر کا نام اور اس کے سامنے قصائد
اور صفحات یعنی جن جن صفحات پر شاعر کے قصیدے ہیں، حجم ۳۴۰ صفحات
مطبوعہ نظامی پریس لکھنؤ قیمت مجلد تین روپے آٹھ آنے (سیر)

"شہید حق"

پروفیسر عبدالحق صاحب ایم اے
وزیر تعلیمات جونا گڑھ

"حسینیت زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گی، زبیریت کی جا گیری ہو گئی
جب تک پنج وقتہ نمازوں میں آل محمدؐ پر درود بھیجا جائے گا، جب تک قلبیں
تک جز و ایمان لے گا، جب تک قلبے من میں دردت ہے گا حسینی کا رہا
کی روح پورے دل کا نفسیاتی اور افادی پہلوؤں کو ملحوظ رکھتے ہوئے طبع کو گوند
ناصبیت کے علی الرغم قصائد عالم میں منائی جائے گی۔ واقعہ کہ ملاحظہ فرماتے
یا محض غم و الم کے اظہار کے لیے نہیں یہ طوفان حوادث و ظلم و جور کی بے پناہ
طغیانی میں کوہ جودی، سیاست کی ڈنیا کے پر شور و شر میں اسلامی نظر و حکمت
کی تبلیغ کا کبھی نہ خاموش ہونے والا اہم الشان کارنامہ ہے، اب جس طرح
محمد رسول اللہ کی طرح کوئی توحید کامل کا تبلیغ کرنے والا نہ آئے گا، اسی طرح
خاتم النبیین امام حسینؑ کی طرح کوئی شہید حق نہ ہوگا۔"

یہ ہیں چند کچھول اس گلستان حقیقت کے جس کا نام شہید حق ہے
پوری کتاب کئی مرتبہ پڑھنے سے قلب رکھتی ہے۔ شہید حق ایک حنفی بزرگ
کی لکھی ہوئی کتاب ہے جو نظامی پریس لکھنؤ نے شائع کی ہے، شیخ حسینی کے
پردوں سے لہجہ ہے کہ وہ اس کتاب کو ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ ہدیہ عہد

حسینی دنیا

حضرت شہداء و اہل بیت علیہم السلام کے متعلق

مذاہب عالم کے چیدہ نامندے جو عقیدے کے پھول نذر کر گئے ہیں ان کا گلدستہ مع
مقدمہ علامہ ابن جن صاحب جرجی : ڈاکٹر ابیدہ زاتمہ گور، جواہر لعل
ابولکلام آزاد، مرزا محمد علی، مشر جناب، مفکرین موعظین بدیع، وزرا، بیج
ارکان ہندو سماج، انکان انڈین نیشنل کانگریس، شاہان نجیہ و ملیہ وغیرہ
۳۹۴ آراء کا مجموعہ، مطبوعہ نظامی پریس لکھنؤ، قیمت

انوار حقیقت

(مدیر خاص)

از جناب حکیم سید محمد قاسم صاحب "قاسم"

مدیوں سے ہوئیں راہِ وفا کی
بنی قبریں جہاں اہل وفا کی
شہید ناز کا اعجاز دیکھو
ہمساعتا خونِ ناحق جس زمیں پر
حقیقتِ عشق کی روشن ہو اُس پر
جہیں سجدے میں ہو گردن پہ خنجر
نہاںِ رحمتِ عالمیں کا
علی کا لاڈلا زہرا کا جایا
حسین ابنِ علیؑ محبوبِ داد
دُرِ بیکتائے دیائے معارف
امیر و سید و شہبانِ جنت
حدیثِ عہدِ طفلی کچھ سنا دوں
لی بچپن کو گوارہ کی خاطر
زہے اوج و عروجِ عہدِ طفلی
لگ جنت کے محلے لے کر آیا
اگر مرکب کی خواہش لب تک آئی
بہ پاسِ خاطرِ شیداے یزداں
سوارِ پشتِ پیغمبرِ مبارک
نبی کے لب پہ ہر غنہ غنہ مکرر
سخاوت کی تھی کچھ بچپن میں ایسی
جہیں آئینہٴ فوزِ شہادت
نفس کی آمد و شد میں ہو غلطان
رگ گردن سے وابستہ بہ حرمت
حصارِ عافیتِ تعویذِ بازو
وہ بچپن ہو جوانی ہو کہ پیری
عیش ہے مدعی کو منکر لغوش

شکستہ ہو گئی ہمتِ جفا کی
وہیں سے عشق کی دولت ملا کی
بدل دیں فطرتیں جو ردِ جفا کی
وہ مٹی پاگئی طینتِ شفا کی
کرے جو سیرِ ارض کر بلا کی
نازِ عشق یوں کس نے ادا کی
سحابِ مغفرتِ رحمتِ خدا کی
حسن کا جانشینِ حجتِ خدا کی
منازعِ جاں حبیبِ کبریا کی
تجلیِ تمکبِ عرشِ عیلا کی
ہمارے خنداں باغِ بقا کی
جنابِ خاصِ آلِ عبا کی
کنارِ شوقِ فخرِ انبیاء کی
نبوتِ بارِ مرکبِ بنا کی
کبھی مگر رختِ نو کی انتہا کی
تو نانا نے یہ حاجت بھی روا کی
نبیِ مافتہ بنے قدرتِ خدا کی
عناں گیسوے شاہِ دو سرا کی
فلک پر دھوم ہے صلِ علی کی
لی خالق سے سورتِ ہل اتنے کی
خبر وہ مبتدا میں تمنا کی
حسگر سوزی حدیثِ کر بلا کی
شقاقتِ اُمتِ خیرِ الہی کی
دعا میں دل سے اصحابِ کسبی کی
لی ہو ان کو فطرتِ رہنما کی
یہاں مدد ہیں راہیں خطا کی

خطا کیسی نہ ہو مگر ترک املے
 کوئی ٹوٹے گا کیوں روکے گا کیونکر
 غذا پاکر لعاب مصطفیٰ سے
 اُبھر آئیں جوانی کے جلو میں
 گل حارِض پہ جوش ہاشمی سے
 غیلی گیسوؤں کے بیچ دستم میں
 سوادِ خط و خال دلربا سے
 نظرسر کی گر دشن گم گشتگاں کو
 کلام اللہ کی تفسیر باتیں !
 تہ دامان نکلیں جلدہ انگن
 عسرب سے تا عجم پونجی تھی شہرت
 حدیثِ شیب اک دفتر ہے حم کا
 وہ پیری جس کی جانکا ہی نے ہرے
 لو سے سینچ کر ایساں کی کھیتی
 راکر موت کی آنکھوں سے آنکھیں
 سنا کر سر پس گردن سے جس نے
 نکا کر اپنی حرمت راہ حق میں
 بلاؤں کو بہ رغبت دے کے دعوت
 نجات اُمتِ حاصی کی خاطر
 اسے کہتے ہیں نفسِ مطمئنہ
 حسین ابن علیؑ اسے نورِ داور
 مرے مولا۔ جبیں اودمیت
 ترا پیمانِ اقوام جہاں کو
 کبھی جب گوشِ برآمواں ہوں گی
 ملا دیں گی پراگندہ دلوں کو
 حنیئا و حنیئا کی صدا سے
 حُنیئت ہی ہوگی صورتِ درماں

قسم کھاتی ہے عصمت انبیاء کی
 کہ یہ تقیص ہے نورِ خدا کی
 جوانی کی طسرت طفلی بڑھاکا
 انگلیں حنا ندان مصطفیٰ کی
 نمایاں سرخیاں حرم وفا کی
 نہاں خمِ خواریاں شامِ عزا کی
 حیاں تنویرِ آیاتِ خدا کی
 دلا دیں یاد آنکھیں مصطفیٰ کی
 زباں مفتاحِ اسرارِ خدا کی
 بہاریں باغِ تسلیم و رضا کی
 جمالِ پاک و حسنِ دلربا کی
 بیاضِ آہِ خری حسنِ وفا کی
 جوانی پسکبر حق کو عطا کی
 بڑھادیں قویں نشو و نما کی
 نظر سے رول لی دولتِ بقا کی
 کلائی توڑ دی دستِ جفا کی
 بچالی آبرو دینِ خدا کی
 مٹ دیں پھبتیں کرب و بلا کی
 تہ محرابِ خبر بھی دعا کی
 مصائب پر ضیا رخ کی بڑا کی
 نشانی تو ہو عسرافانِ خدا کی
 ہمیشہ تیرے ہی دم پر جھکا کی
 سناتی رہتی ہیں لہریں ہوا کی
 یہ پاٹاں جستجوئیں مدعا کی
 تری حق ساز یک رنگی نوا کی
 خضا گو بنے گی پھر ارض و سما کی
 ہر اک اندوہ و دردِ لا دوا کی

غم بہتی سے ہے دل تنگ "فتاسمہ"
 مدد کو آئیے بدحت سرا کی

خاص نظر

خاص نظر

جنگ کربلا کا سب سے بڑا فاتح

(جناب مولانا سید حسین امجد صاحب جلالی)

یہ تصدیق ہے کہ اپنا ذمہ کے لحاظ سے بے مثال ہو اسی کے ہر فرد نے
دنیا سے شجاعت میں چار چاند لگادیے خصوصاً عاتق بنی ہاشم نے کہ بکریہ میں
میں وہ عظیم الشان کارہائے نمایاں کے جس کی مثال عالم میں نہیں مل سکتی۔ وہ خود
دنیا سے رخصت ہو گئے لیکن اپنی وفاداری کا سکہ جھانکے اھل بیت کے اہل اہداف
تاریخ میں آج بھی سترہ الفاظ میں تقریر کرتے ہیں۔ اُن کے ہمہ واسطہ حال کے مقابل
میں شجاعان عرب کی گزشتہ قومیں بے زیریت فنا ہو گئی اور جس پر ہم آج تک
عالم میں ابرار ہا ہوں اور آج بھی ہر صنعت مزاج اہل کسیرت پہلیک استنفاذ کیا
ہوئی کسپا حسین کا ہر سپاہی اپنی آپ شال تائیک جو کلام ارضی مانے پہلیک کسی
جہاد نے اپنے باپ کے ہاتھوں پر دکھایا اس کا نونہ کج تک کوئی فروغ نہ وہ کسی
قوم کی مذہب کسی ملت سے تعلق رکھتی ہو پیش نہ کر سکا اور نہ ابد تک پیش کر سکتی ہے
درحقیقت اس نئے جہاد نے تاریخ عالم میں ایک نئے باب کا اضافہ کر دیا
جس کی ہر ہر سطر پر ہر مفاد کیجئے دل کے لئے قابل حیرت اور یا حیرت ہی
گئی۔ کربلا کے اس جہاد کے شہادت کا واقعہ وہ خوشحال حالت میں جو جس کے بیان
سے زبانی قلم قاصر اور دماغی و دلی کو تھ ہے لیکن دنیا نے انسانیت کو بدستاس
کرنے کے لئے اس قدر تحریر کر لیا ہے کہ یہ سچ واقعہ کربلا کی روح رواں ہے۔ اس کا
شہادت نے دنیا کے کھنڈ میں پہلیک جہاد۔ مختصراً اس واقعہ کو اس وقت تیل
میں چند صورتوں میں ادیتے تاظرین کو تاہوں۔

”شہادت کا سبب“ اس کی اہمیت ”اور اس شہادت کا اثر“ کسی جہاد
کی بیانیہ اور اقصائی خصوصیات، شہادت کا سبب، حقیقت یہ ہے کہ یہ دنیا و دین اسلام
فنا ہو رہا تھا۔ انسانیت آئندہ بارہا جتنی جہاد صورت لے اس کا پورا پورا تسلط
ہو چکا تھا۔ اور جس نے انسانیت کے تحفظ کے لئے اپنی ہر جہاد جہاد قربانی پیش کرنے
کے لئے تیار۔ اور اہل عرب نے یہ جہاد کی تھاکے واسطے کر لیا۔ یہ دینے وہ غار
جو انسانیت کو دفن کرنے کے لئے کھدایا تھا جس نے اس کو انسانیت کے کل اور
اعلا اثرات سے پاکی کر تباہ کیا کہ انسانیت کسی طرح ختم نہیں ہو سکتی۔ اور

جہانیت کا طوفان جو بحر انسانیت میں آیا تھا جس کی وجہ سے انسانیت کی کشتی ڈوب
رہی تھی جس نے اس کشتی کو بے پناہ طوفان سے بچا کر ساحل نجات پر لگادیا۔
کیا دنیا یہ بتلا سکتی ہے کہ پانی کے جد کھلنے سے زیادہ کوئی انسانیت سوز حرکت
ہو سکتی ہے۔ ہر قوم میں پانی کا بند کرنا سب سے زیادہ محبوب سمجھا جاتا ہے۔ اور
پھر پانی بھی کس پر بند کس جوں پر نہیں جو مبرک رکھے بلکہ ایک شیرخوار بچہ جس کی ماں
کا دودھ خشک ہو چکا تھا۔ جب تھوڑا گزر گئے اور بچہ کی حالت متغیر ہوئی۔ تو غلط
خود دس بچہ کو ٹیکر میڈیاں میں پونچھے اور اُن سے مطالب ہوئے جس کی رگ رگ میں
حیرانیت سائی ہوئی تھی۔ آپنے ارغاد فرمایا کہ اسے قوم جفا کار میں تھکاتے زمین
میں خطاوار ہوں لیکن اس بچہ نے کوئی خطا نہیں کی تم خود آکر اس مصمم بچہ کو پانی
پلا دو۔ اور یہ الفاظ ابھی دہن امام سے نکلے تھے کہ اُدھر اس بچہ نے خشک
زبان ہونٹوں پر پھینا شروع کر دی جس کو دیکھ کر یہ بچہ کی فوج میں اضطراب برپا ہو گیا۔
لوگ مٹھ پھیر پھیر کر رونے لگے۔ اور اُن کی زبانوں سے بیاختہ نکل گیا کہ جس بچہ کو
کہہ رہے ہیں وہ ٹھیک ہے۔ جب سردار فوج نے یہ حالت دیکھی تو فوراً حوطہ کو محکم دیا
کہ اسے حوطہ حسین کے کلام کو حلق قطع کر دے ورنہ یہ روحانی بہادر میرے مقصد کو
عنقریب ختم کر دے اب اس کے بعد جو بھی ہو اس کو بیان کرنا نہیں چاہتا۔ صرف
اتنا عرض کروں گا کہ ایک تیسرے شعبہ اس بچہ کی طرف آیا جسے اس بہادر نے مسکا کر
اپنا گروہ پر لے لیا اور دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اس مسکا ہٹ میں بھی عجیب راز
پہنایا تھا اور ایک فلسفہ اس میں مضمر تھا جس کو دیکھ کر ہر شخص حیرتھا اور اس فلسفہ
کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جس سے اس قسم کے جہاد کو دنیا کا قاعدہ ہے کہ جب
کسی انسان کی کوئی تباہی آرزو ہو رہی ہو جاتی ہے تو اس کے چہرے پر غمناک صورت
خوشی کے آئینہ نمایاں ہوتے ہیں اور مسکا ہٹ علامت مسرت ہے۔ اس بیان نے بھی
مسکرا کر تھکادیا کہ بابا انسانیت کے تحفظ کے واسطے اپنی نفسی جان قربان کرنا میسر
میں تھا تھی۔ بابا میں خوش ہوں کہ آج یہ میری تھکنا آپ کے ہاتھوں پر رہی ہو گی اور
میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔

اس طرح اس فاتح کی بھی یاد ہر قوم میں سنائی جاتی ہو۔ اس کی بیکسی پر خون کے آئینہ بنائے جاتے ہیں۔ نئے نئے پتے پتے بھی اس کس عہد کا ذکر پڑدند الفاظ میں کر کے اپنی محبت کا ثبوت دیتے ہیں جہاں تعویذ رکھا جاتا ہے وہاں ایک چھوٹا سا گہوارہ بھی نظر آتا ہے۔ جہر تلاتا ہے کہ اس فاتح کی یاد کاغذ بھی لوگوں کے دلوں پر حکومت کر رہی ہو۔

اسے میرے کس شہید حیرانے تھا سا گہوارہ لوگوں کے لئے سبق آموز ہو۔ آج بھی اس گہوارہ سے آواز آرہی ہو کہ اسے دنیا کے رہنے والوں کو دیکھو اس طرح حق کے واسطے جان قربان کرتے ہیں اور یوں فتح حاصل کرتے ہیں۔ میری ایک تنہا بلن اور فروج خالص میں ہزاروں تلواریں۔ اور میری نئی سی جان اور اور میرے بڑے آزمودہ کار نورجوان۔ اگرچہ میں شہید ہو گیا لیکن فتح میری ہی رہی کیونکہ یہ میری مٹ گئی لیکن میرے لئے آج تک تمام عالم سو گوارہ ہے۔ یہ تھی میری حقانیت جس نے فتح کا قہارہ عالم میں بجا دیا۔

کیا کان ارض ماریہ کے سب سے بڑے فاتح تو نے روحانی جو ہر دکا کر دشمنوں کو ناکام کیا یا کا پیغام سنایا اور اپنے باپ کو فتح کا مزہ دینا کہ خود شہید کے لئے مظلوم ہو گیا۔ یہ تھی تیری فتح کہ تو نے قصر بنی دی کی مضبوط اور گھوس بنیادوں کو متزلزل کر دیا۔ تو نے خود مظلوم بن کر ہمیشہ کے واسطے اپنے ہمیں بچوں کے سر سے اس ظلم کو ختم کر دیا۔ تو نے مقصد یزید اور اس کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔

اسے میرے جانا ذرا فتح میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ اگر تو نہ ہوتا تو حیران اپنے مقصد میں اتنے کامیاب نہ ہوتا اور افسوس کہ بلا استعداد اہمیت نہ رکھتا۔ دہرا عظمیٰ تیرے لئے میں تیری سیاست سے کام لیا۔ وہ بوجہ مانتے تھے کہ تو ہی اس جنگ کو سر کرے گا۔ اور اس جنگ کی فتح و ظفر کا سرو تیرے ہمارے ہندو گا۔ اسے نیزا کے فاتح تیرے یاد ہمیشہ ہمیشہ لوگوں کے دلوں میں باؤ رہے گا۔ مرد۔ عورتیں نہیں بلکہ بچے تک تیری یاد ستا کر تیری فتح کا پیغام سناتا ہیں۔ آج حبشیہ زندہ باد کے نعروں کے ساتھ ساتھ کس عہد زندہ باد کے نعروں کے ساتھ دنیا کے گوشہ گوشہ میں گونج رہے ہیں۔ میں بھی اپنے جذبات و حقیقت سے مجبور ہو کر فاتح اعظم زندہ باد کا نعروں لگا کر اپنے معنوں کا ختم کرتا ہوں۔

”اس شہادت کی اہمیت“ دنیا کا مشاہدہ بتلاتا ہے کہ جنگ کے سوتے پر پہلے فوج سے کام لیا جاتا ہے اور اس طرح سب سے زیادہ عوام قربان ہوتے ہیں اس کو پیش کرتے ہیں۔ یہی وہی تھی کہ دہرا عظمیٰ نے ماضی کے دن پہلے اپنے صحابہ و اہل کو انسانیت کی خاطر چھٹی کیا۔ اس کے بعد احوال و اقراہ کا باریک دیکھو اور قرنی ہاشم جیسے شجاع کو علم دے کر میدان میں بھیجا۔ قرنی ہاشم حضرت ابو الفضل العباسؑ نے وہ شجاعت کے جوہر دکھائے کہ جس کی گواہی عہد حاضر میں ارض ماریہ پیش کر رہی ہو۔ جب یہ بہادر بھی فرات کے کنارہ فتح کی نیند سوچا تو آخر میں اپنے کڑیل جوانوں کے ذریعہ اذن عہد دے کر عجیب طرح سے رخصت فرمایا۔ شہید رسول نے بھی وہ شجاعت کے نمونے پیش کئے جو قیامت تک کے لئے عظیم الشان رہ گئے۔ فرمنا کہ جب تمام اصحاب و احوال شہید ہو چکے تو اب اس بہادر جو حسینؑ کا آخری اور سب سے عظیم ہر تھا۔ جسے حسینؑ مرث اس واسطے لائے تھے کہ یہ میرے مقصد کو کامیاب بنائے گا یہی بڑے بڑے بہادروں کی ہمتوں کو لپیٹ کر کے مظلوم کو باخود میدان میں لیکر پہنچنے حسینؑ کو ایک ایسے بہادر کی ضرورت تھی جو فوجیہ مزید میں مل چلا جادے۔ اس کام کے واسطے دہرا عظمیٰ کے نزدیک اس کس عہد سے زیادہ کوئی نمونہ نہ تھا۔ چنانچہ اس بچہ کو بھی امت کی خاطر قربان کر دیا۔

”شہادۃ کا اثر“ فوج یزید میں جو اس شہادت کا اثر ہوا وہ محتاج بیان نہیں۔ کس عہد کا میدان میں پہنچنا تھا کہ فوج کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ اور ایک انقلاب عظیم برپا ہو گیا۔ وہ لوگ جس کے قلوب پھر سے زیادہ سخت ہو چکے تھے جن کو اپنے خیمہ کے نواسہ کا کلام سننا گوارہ نہ تھا جو حسینؑ کے ہر سوال کو رد کرنا فرماتے تھے جس کا مقصد زندہ حسینؑ اور اس کے احوال کو تکلیف پہنچانا تھا لیکن یہاں پر ان سب باتوں کے ساتھ کہ قلوب کو اس طرح موم کر دیا کہ اپنی صداقت کا کلمہ پڑھا لیا۔ لشکر والوں نے کنا شروع کر دیا کہ ہاں میں حق کہہ رہے ہیں۔ اس بچہ کو پانی پلا دو۔ یہ نہیں بلکہ اپنی مظلومی دیکھی بہ دشمنوں کو رو لایا اور خود ہنتا رہا اور کیوں نہ ہنتا۔ وہ سمجھتا تھا کہ دشمنوں کا میرے حال پر رونما میری فتح کی دلیل ہے۔

”یہی الاوقای شخصیت“ تاریخ عالم کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح شہید اعظمؑ کی دنیا کے گوشہ گوشہ میں یاد گاریں سنائی جاتی ہیں۔ ان کا تذکرہ مجلسوں میں کیا جاتا ہے۔ تعویذ اپنے عوام خاندان میں رکھ کر فرماتے ہیں

کربلا کا جعفر طیار

(از جناب مظفر حسین صاحب جوہوری)

جانا ہے سوئے نر علمدار دیکھے
شانِ شباب حیدر کرار دیکھے

مہر وفا ہے یا بنی ہاشم کا چاند ہے
یارن میں برق طور ضیا بار دیکھے
تیور میں شان حضرت حمزہ کی ہے عیاں
چہرہ پر رعب جعفر طیار دیکھے

اک ہاتھ میں ہے پرچم اسلام سر بلند
اک ہاتھ میں جری کے ہے تلوار دیکھے
سوکھا ہوا سکینہ کا مشکیزہ دوش پر
سقا بنا ہوا ہے علمدار دیکھے
پیا سے تھے تین دن کے مگر لب کیا نہ تر
سقائے اہلبیت کا ایشار دیکھے

مغفور فوج شام پلٹ کر بھر آگئی
عباسؑ پر ہے تیروں کی بوچھاڑ دیکھے
بے آس جو گئے جو لگا تیر مشک پر
گھوڑے پر اب سنبھلنا ہے دشوار دیکھے
بجروح جسم شانے کئے آہ خاک پر
ہے کربلا کا جعفر طیار دیکھے

فوج خدا کا صرف مظفر علم ہے یہ
پرچم پر مہر خون علمدار دیکھے

ایمان کے نمائندے

(از جناب سید ارشاد حسین صاحب ہمدانی)

کربلا میں آئیے تصور ایمان دیکھے
دور پنواں دیکھئے تفسیر قرآن دیکھے
جس فضیلت پر ملائک سے ملا انسان کو
کربلا کے رنگ داروں میں وہ تاباں دیکھے
کوہ کے پیکر میں انسانی ثبات و عزم ہے
صبر ایوبؑ اور حبشی بھی ہے حیراں دیکھے
تا ابد خوں دے کے زندہ کر گئے اسلام کو
کربلا میں آہ یہ غور سے انسان دیکھے
عرش اعلیٰ کے ستارے ہیں زمیں پر جلوہ گر
کربلا ہے رشک صد گلزار ونداں دیکھے
کچھ عرب کے چاند ہیں اور کچھ عجم کے خیریں
گلشنِ ایجاد کے گل ہائے خداں دیکھے
ہاشمی ستوت بھی ہیں اور علوی شاہکار
یہ رسالت وہ امامت کے ہیں عنوان دیکھے
غامر و عارثؑ بربر و حر کھڑے ہیں قرب شاہ
قلب میں عباسؑ ابن شیر مرداں دیکھے
دست چپ پر قاسم و عونؑ و محمدؑ سے صغیر
بائیں جانب اکبر و جعفرؑ سے ذیشان دیکھے
زیر سایہ ہیں علم کے وہ حسینؑ ابن علیؑ
مالک کون و مکانؑ خا و خشیہاں دیکھے
اک طرف وہ آہنی دیوار فوج مغرکی ہے
اور ادھر گنتی کے ہیں وہ اہل ایمان دیکھے
اسلام اے لشکر حق کے مجاہد اسلام
اے رہے تمت کہ ارتخہ ہے ثنا خواں دیکھے

واقعہ کر بلا سیاسی نقطہ نگاہ سے

۱۲۰۰ راہی بلگرای

و وہی صورتیں تھیں۔ اول تو یہ کہ ہماری تیاری کے ساتھ لشکر کشی کی جاتی۔ دوم یہ کہ مظلومیہ کا راستہ اختیار کیا جاتا۔ تاکہ روحانیت اپنے اصل شکل میں ظاہر ہو سکتی۔ مولانا نے دوسری صورت اختیار کی اور انھوں نے ہر سجدہ و تشہود کا حجاب مہسو سکون سے دیا۔ اور جب بھی لوگوں نے اس کے متعلق لکے کتائی کی آپ نے حکم الہی شاکر خاموش کر دیا۔ یقیناً حکم الہی ہی تھا جو کہ مولا نے اختیار کیا۔ اگرچہ میں بھی گھر پر ہی غمید کر دیے جاتے تو شاید باہر ہی دنیا کو اس کا علم بھی نہ ہوتا۔ مظلوم کر بلا نے روحانیت کا پرچم بلند کرنے کے لئے دشمنوں کا انتخاب کیا۔ تاکہ زمانہ نہ دیکھ لے کہ مجھے دنیاوی جاہ و عزت کی کوئی ضرورت نہیں ہو میں تو ریگستان میں بھی اپنا گزارہ کر سکتا ہوں اور آپ نے نیزہ کو پیغام بھیجا کہ اگر تیرے کو میرا رہنا یاں بھی گوارہ نہیں ہے تو مجھے راستہ دے کہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ ہندستان ہی کی طرف نکل جاؤں اپنے نانا کا گھر تو میں نے چھوڑ دیا ہے۔ سرزمین عرب کو بھی چھوڑنے کے لئے تیار ہوں لیکن میرے لئے یہ حال ہے کہ میں حیرت بیست کر لوں اس لئے کہ حق پر باطل بھی فرخ نہیں پاسکتا۔ سیاست کے دھنی حسین نے وہ صحیح راہ اختیار کی جس نے دنیا میں تھک کر پراکویا اور نیزہ کا کارناموں کو ہمیشہ کے لئے محفوظ سے نابود کر دیا۔ ہمیں اپنے خیر کے لئے واقف کی ہر کڑی پر نظر رکھنی ہوگی۔ جس وقت تو اسے رسول نے کہہ کر چھوڑا اور گر بلا کی جانب روانہ ہوئے تو حاکم لشکر نے آپ کا راستہ روکا۔ دشمن پیاسا تھا اور تھکا آ رہا تھا پیغمبر کو تباہ کرنے کے لئے زبردست موقع تھا۔ اگرچہ میں سپاہ ان کو گھیر کر ختم کر دیتی تو شاید واقعہ کر بلا دوسرے رنگ سے لکھا جاتا۔ لیکن میں نے اس کا عنوان ہی بدل دیا۔ حاکم گھوڑوں کو پانی پلایا اور مار مار کر شاہر ہو کر آپ کے قوت بازو نے اس کام میں سب سے بڑھ کر ٹھپی ظاہر کر۔ یہ خبرت کی تو زبردست کڑی ہے کہ حسین دکھا دینا اور تباہ دینا چاہتے تھے کہ مجھے تم لوگوں سے کوئی پر غاش نہیں ہے تم اپنے اخلال کو دیکھو اور خود بخوبی

یہ اس زمانے کی بات ہے جبکہ کعبہ رسول ابھی میل بھی نہ ہوا تھا کہ جاہ و ختم کے رسیا خانہ لہو رسول کی بربادی کے درپے ہو گئے۔ ظاہر بھی لگتے ہیں زمانے کے درجن میں اپنے کامرانی و نصرت کے پرچم کو لہراتا ہوا دیکھ رہے ہیں انھیں اچھی طرح معلوم تھا کہ وہ قوم جو ایک روٹی کے ٹکڑے کے لئے خون بہا دینا اپنے شجاعت اور بہادری سمجھتے ہیں۔ اس کے لئے نہ مال کیا قیمت رکھتا ہے۔ جذبات انسانی میں پہچان پیدا کر دینے والے کلمات محبت کو فریغ کرنے میں لگتے۔ مدد و معاونت ثابت ہو سکتے ہیں۔ حاشیہ نشینوں کے دل و دماغ پر۔ مگر سیم و زرد کی مہر لگادی جائے تو ان سے کس قسم کا کام لیا جاسکتا ہے۔ لذت نفس ہی وہ پہچان انگیز حربہ ہے جو بڑے سے بڑے اولوالعزم جو انہم کے پائے استقامت میں لرزش پیدا کر دیتا ہے۔ یہی وہ اسباب تھے جنہوں نے بنی امیہ کے دلوں میں چنگ لے کر جم دیا اور ان کی خاندانی کینہ پرور کائنات اس کو ہوا دے کہ غفلت بنا دیا۔ بنی ہاشم کے بڑے بڑے جاہ و جلال اور ان کی روز افزوں ترقی بنی امیہ کے دلوں میں تیرن کر بیست ہوئی۔ لہذا انھوں نے اقتدار حاصل کرنے کے لئے ہر ممکن ذرائع اختیار کئے۔ حضرت علی کو مسجد میں زخمی کیا اور امام حسن کی ران پر جائے نماز پر زخم لگایا۔

خانہ بنی ہاشم روحانیت کا پرچار کرتا اور کبھی منافقین کے لاطوت کا پیغام تھا۔ لہذا انھوں نے اس پسند روحانیت کے جانشینوں کو جیتنے کرنے کی اسکیم تیار کی۔ منافقوں کا پہلا مار کا سیلاب ہوا اور انھوں نے دوسرا مار حضرت امام حسن پر کیا اور اس میں بھی وہ کامیاب رہے۔ مظلوم کر بلا ان حالات کا اچھی طرح سائنس کر رہے تھے اور دیکھ رہے تھے کہ کس طرح یکے بعد دیگرے ان کے اعزاز ختم ہو رہے ہیں اور اب ان کی باری ہے۔ اور اس کے ساتھ نانا کا پیغام بھی لوگوں کے دلوں سے آہستہ آہستہ مشتعل ہا رہے۔ لہذا انھوں نے یہ مصمم ارادہ کر لیا کہ وہ اپنے نانا کے حق کو اپنے خون کی قربانی دے کر بچائیں گے۔ نیز یہ سے ٹکر لینے کے لئے

کرو۔ دنیا تمہارے کارناموں کو دیکھ اور ہمارا انصاف کرے۔ دنیا کے سرودلوں میں پہچان پیدا کرنے کے لئے زبردست قربانی کی ضرورت تھی تاکہ سرودلوں میں پھر جوش پیدا ہو اور وہ اچھے بُرے کی تیز خود پہچان کر کے ورنہ مرز میں کوہ پر حضرت مسلمؑ کو تنہا جانے کی ضرورت نہ تھی اور مسافرت میں چھوٹے چھوٹے بچوں کا کیا کام؟ مگر حسینؑ جلتے تھے کہ یزید تو ہماری بیخ و بن کو اکھاڑنے پر تیار ہوا ہے اور وہ حضرت مسلمؑ کو فرد شہید کرا دے گا اور یہی نہیں بلکہ ان کے ننھے ننھے بچے بھی اس کے ظلم و ستم سے محفوظ نہ رہیں گے۔ اور یہ واقعہ ہائی کو ذمہ لے لے آگے کھل دینے کا باعث ہو گا اور ظلم کا آہنی پنجہ خود بخود سوجھ جائے گا۔ چنانچہ یہی ہوا۔ پیرایہ مسلمؑ اور حضرت مسلمؑ شہید ہو گئے اور نفرت اور انتقام کا مادہ آہستہ آہستہ لوگوں کے دلوں میں کوٹھلنے لگا۔ بیان کیا کہ دربارِ امیرِ زیاد میں اس کا مظہر بھی ہوا۔ حضرت مسلمؑ کا مشن ختم ہوا۔ اب صرف حسینؑ مظلوم کا کام باقی رہ گیا قیامتِ نبویؐ میں خیرِ یسب کے لئے اور یزید نے ساتویں محرم سے حسینؑ پر پانی بند کر دیا۔ اب بیان ایک سوال باقرہ جاتا ہے وہ یہ کہ کیا غیر ششک کے بیٹے میں اتنی بھی ہمت باقی نہ تھی کہ وہ اپنے جانثاروں کے ساتھ حملہ کر کے فرات سے چند ٹھک پانی لے آتا؟ جس کے ہمراہ عباسؑ جیسا جوی اور حبیبؑ ایسی منظر جیسا جانثار موجود ہو اس کے لئے یہ مشکل نہ تھا لیکن اس کا نتیجہ منظر تھا یزیدی لشکر کے کشتوں کے لپٹے بندھ جاتے اور لاکھوں بے گناہ جو سیم و زر کے لالچ میں یزید کے لشکر کے ساتھ لٹے وہ ختم ہو جاتے۔ حسینؑ نے قتل و غارت سے احتراز فرمایا اور ہر جبر و تشدد کو خود پر گوارہ کر لیا اور یہی نہیں بلکہ حسینؑ نے ایک مجلس مشاعت کا لم کی اور اس میں سب پر یہ واضح کر دیا کہ کل میں شہید کر دیا جاؤں گا یہ لوگ میرے خون کے پیاسے ہیں ان کو تم سے کوئی قرض نہ ہو گا۔ انداز میں کا دل چاہے وہ وہاں چلا جائے اور اس کے ساتھ آپسے چراغ گل کر دیا تاکہ جانے والے آسانی کے ساتھ جا سکیں۔ حسینؑ خود ہی دوسروں کو ابتلا میں مبتلا نہ کرنا چاہتے تھے۔ مرتے دم بھی آپ نے عرب کے اصول جنگ کو نظر انداز نہ کیا اور فردا فردا لوگوں کو جنگ کی اجازت دی۔ مظلومیت اپنے عروج کا طرف بڑھ رہی تھی

اور ظلم اپنے مرکز کی طرف نہایت تیزی کے ساتھ جارہا تھا۔ اصحاب و نصار کے قتل ہو جانے کے بعد عرویز و اقباب آہستہ آہستہ ختم ہونے لگے اور حسینؑ نے اتمامِ حجت کے لئے ظلم کا آخری شکار بھی بھولی میں سے نکال کر پیش کر دیا۔ ننھے مجاہد کی شہادت ہی وہ جانا کاہ واقف ہے جس نے دنیا کو متحیر کر دیا اور واقعہ کر بلا کی اہمیت کو معراج پر پہنچا دیا۔ دنیا میں اس واقعہ سے آگے لگ گئی اور قلوبِ عالم یزید کی طرف سے خوف ہر گئے اور حسینؑ کا مشن پورا ہو گیا۔ حسینؑ نے طریقہ یزید سے کوٹھلنے کا اختیار کیا تھا وہ ایسا غیر مستحکم نہ تھا جو آسانی سے لوگوں کے دلوں سے جوہر جاتا حسینؑ کے مشن کو آخری منزل پر پہنچانے میں زبردست ہاتھ حضرت زینبؑ کا ہے۔ حضرت زینبؑ کا تشریف حسینؑ کے مشن کو کامیاب بنانے میں معاون ثابت ہوئی۔ آپ کی تقریر نے زمانہ پر سے مکروہ کا پردہ اٹھا دیا اور یزیدی سلطنت اپنے صبحِ خرو خالی کے ساتھ ظاہر ہو گئی۔ جس کا نتیجہ ہوا کہ نصرت یا پون صدی کے اندر اندر یزیدی حکومت تباہ و برباد ہو گئی۔ حسینؑ سیاست ہے جس آسانی سے تختہ یزید کو پلٹ دیا وہ لوگوں کے لئے شعلِ راہ بن گئے۔ آج اس عبوری دور میں ہر شخص اس سے استفادہ حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہو یزید نے اپنی دانست میں تشدد اور ظلم میں کوئی کسر باقی نہ رکھی لیکن جو جو حیوانیت اور دندنگ انسانیت پر قبضہ جانے کی کوشش کرتے تھے گئی اتنا ہی دور میں ابد پیدا ہوتا گیا۔ اگرچہ غافلانہ نبوت کا ہر فرد کشتہ جفا ہوا اور کوئی بھی اپنی طبیعت سے نہرا۔ لیکن اس کے نتائج اسی قدر دور میں ہونے کے قابل جو مشن

ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسینؑ

حسینؑ کی مظلومیت اپنے اندر وہ سیاسی اہمیت رکھتی ہے کہ اس کی خال ملنی مشکل ہے۔ دو بادشاہوں کی جنگ کہنے والے ذما اپنے گریبان میں بند ڈال کر کہیں کیا اس شان و شوکت سے جنگ لڑی جاتی ہو۔ میدانِ جنگ میں اندازِ سلوک کا پیمانہ کیا اس بات کی دلیل ہیں بزرگوار حسینؑ مرز میں کو مدینہ کو اپنے اہل و عیال کا وچھے آزمائش میں مبتلا کرنا نہ چاہتے تھے۔ جن و بادل کا جنگ کے نتائج ہلکے ساٹے ہیں۔ دنیا دیکھ رہی ہے کہ ظلم و ستم کرنے والے کا نام و فظان بھی باقی نہیں اور حسینؑ؟

محبوب کے مقصد کی طرح پھیل گئے

ہر ملک میں ہر قوم میں ہر گھر میں

رفضل

سلام

خواب سیاب اکبر آبادی کی روایت و قافیہ میں
(از جناب سید محمد حسن صاحب قاف اور نجیب آبادی)

قتل کرتا ہے نیرید اور فتح پاتے ہیں حسین

(رئیس الادب و جناب ہفت اجتماع دی مرحوم)

حق کے اور پر کر بلاں سکھاتے ہیں حسینؑ
بیت بکا اور زور بکا و مصطفیٰؐ
جسے موطات کو کیر کر فتح حاصل کیجئے
باطل و حق کا ہمایوں کر ہمارے فیصلہ
چاند پر بھی خاک ڈالے ہے پری کو تک
تیر کا شیکہ تیرہ جائے کا نام اسلام کا
چاہتے ہیں ہر صیبت کا بوجھ خاتمہ
کا میا بی جب نظر آتی جو اک اک زخم میں
انکی ایسی جنگ نیاں لوگ کیا کوئی
جس جگہ کے رہنے والوں کے تھوڑے پر نہیں
اپنی بیا بی کی صیت پوری کرنے کیلئے
ہائے عبوسہ شدھی لاش عیاش جی
تعویذ لے رہے ہیں بھلا ہو دنیا میں ہیں
یہ تو روئے کی تھکے نقل جو بدعتیں
حضرت حمزہ کو روئے تھے رسول شرف
دشمنوں سے دین پیغمبر پر جانے کیلئے
آپ کے اہل حرم زندان میں جاتے ہیں حسینؑ

مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں سب کی لئے حق
ہم گنہگاروں کے کفر کام آتے ہیں حسینؑ

نظر رحمت کی ہر اسکی طرف پوشیدہ فرشتہ
دینے کے سلائی کینوں گرویدہ گرویدہ
سوئے کر بے بلا دیکھو شہیدانِ قافیہ میں
جہنم کی آگ میں ہر گز غریب کا تولا
مجاہد شہدائے کیلئے جنت یقینی ہے
صراط حق پہ آنچ آنے نہ پالے نہ کاشا
پر عیب اب کا عالم تھا ہاشم لاؤ کا
کشا رخشاہ میں ہیں نیچاں مغرور کہیں
قطع ہے

طلوع صبح کا دیشام سے جیب گئی دیکھ
سم دیکھو بناؤ دیکھو دیکھو دیکھو دیکھو
چھری چلتی ہے طرز زندگی پر کیا کیا
ستمگاریوں کی دین میں ہر جہت سے دیکھو
قیامت تک اینگی ہال کولے فاطمہ ہار
سینے سے رہا گیسوئے نورانیہ و لیلیہ

نیرید غلج پرے میں کوئی دشمن دین
جلا جاتا ہے خشمِ غم میں خورشیدِ زندہ
ہے مشہور جہاں دیر انداز آل نبی خامہ
گمراہ تیں کیا کرتے ہیں وہ سنجیدہ سنجیدہ

تاجدار مملکت وفا کی سبق آموز زندگی

(از جناب سید حافظ علی صاحب صاحب مدرسہ صدر انجمن طلاب لکھنؤ)

و بہادر ہو جو میرے اس فرزند حسین کی سرزمین کر بلا میں مدد کرے

اسرار الشہادۃ مطبوعہ ایران صفحہ ۲۱۹

اس عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت علیؑ کی یہ خواہش تھی کہ میدان کر بلا میں میں موجود نہ ہوں گا۔ مگر ایک ایسا فرزند چھوڑ جاؤں جو میری طرف سے حسینؑ مظلوم کی نصرت و مدد کرے معلوم ہوتا ہے کہ حسینؑ کی نصرت کرنے والوں کا درجہ بارگاہ باری میں کچھ اتنا بلند ہے کہ انبیاء مرسلین کو یہ خواہش تھی کہ کاش ہم میدان کر بلا میں نصرت کرتے۔

انشاء اللہ حضرت علیؑ جیسا انسان جو قاسم نار و جنت ہے، سکی یہ تمنا کہ کوئی میری طرف سے حسینؑ مظلوم کی نصرت کرے۔ کاش ہم سب غلاموں کے دل میں نصرت حسینؑ کا صحیح جذبہ پیدا ہو جائے۔

تاریخ ولادت کے متعلق علماء کے اقوال { چونکہ آپ کے حالات زندگی

سے کتب تاریخ خالی نظر آتے ہیں۔ لہذا آپ کی ولادت کا کسی معتبر کتاب میں کوئی تذکرہ نہیں شاہ محمد حسین صاحب صابری حنفی، آمینہ تصوف، مطبوعہ رامپور کے صفحہ ۴۶ پر رقمطراز ہیں کہ آپ کی ولادت بتاریخ ۱۳ رجب بروز پنجشنبہ مدینہ منورہ میں ہوئی۔ اہل ایران نے آپ کی تاریخ ولادت کے متعلق مستند علماء نجف اشرف سے فتویٰ حاصل کیا ہے جس کا خلاصہ ان لفظوں میں پیش کیا ہے۔

در ولادت با سعادت باب الحوائج قرنیہ، ششم حضرت ابو الفضل العباسؑ

ما آقا یان نجف اشرف لیلہ چہارم ماہ شعبان از اسناد معتبرہ موثقتہ

بہت آورده اند ۱۲۱۲

مجلہ علمیہ ندائے ترقی مطبوعہ مشہد مقدس صفحہ ۲۲۷

ان اقوال کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں لیکن درجہ صحت تک کوئی نہیں۔

سنہ ولادت کے متعلق شیخ محمد بن علامہ شیخ طاہر ساری نے اپنی کتاب اہل بیت

ضرورت ہے اور شدید ضرورت کہ ہمارے نوجوان طلبہ کو ایسے بزرگان دین کے حالات زندگی سے آگاہ کیا جائے جن کی علیؑ زندگی نے ترقی کے لیے ایسی شاہراہیں بنادیں جن پر چلنے والے ہمیشہ دینی اور دنیاوی ترقی حاصل کر سکتے ہیں۔ اسی خیال کو پیش نظر رکھتے ہوئے قر بنی ہاشم حضرت ابو الفضل العباس علیہ السلام کے حالات زندگی تحریر کیا ہوں تاکہ عباسؑ کا ماتم کرنے والے آپ کی لائق تاسی زندگی کو پڑھیں اور آپ کی سیرت کو اپنا لائحہ عمل بنائیں۔

خلاصہ حیات { آپ کا نام عباسؑ، ابو الفضل لقب مقلد، کنیت تھلا ابیطالب تھے، والدہ گرامی جناب فاطمہ کلابیہ (ام ایمن) تھیں۔ آپ کی ولادت کی تاریخیں علمائے مختلف تحریر کی ہیں لیکن صحیح تاریخ کی تحقیق نہ ہو سکی۔ ۳۴ برس کی عمر میں میدان کر بلا میں حایت سبط رسول کے سلسلہ میں ۱۰ رجب ۱۲۱۲ء کو شہادت ہوئی۔

آپ کی ولادت کے متعلق حضرت علیؑ کا خاص اہتمام

حضرت علیؑ کے دل میں آپ کی ولادت کے متعلق ایک خاص تمنا تھی چنانچہ اس سلسلے میں آپ نے اپنے بھائی جناب عقیلؑ کو طلب کیا (یا خود آپ تشریف لے گئے) اور فرمایا بھائی تم عرب کی تسلوں سے خوب واقف ہو لہذا میرے لیے کسی ایسے خاندان کی کوئی عورت تلاش کرو جس سے جو بچہ پیدا ہو وہ بیعت و بہادری میں اپنا خل و زہیر نہ دے گا۔ صاحب اسرار الشہادۃ، تحریر فرماتے ہیں

ترجمہ عبارت: جب حضرت علیؑ علیہ السلام نے اپنا عقد کرنا چاہا تو بھائی عقیلؑ (جہاں سب عرب تھے) کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا بھائی عقیلؑ میں چاہتا ہوں تم میرے لیے کسی مالی خاندان کی کوئی ایسی عورت تلاش کرو جس سے جو بچہ پیدا ہو وہ نہایت ہی شجاع

فی انصار الحسین" مطبوعہ نجف اشرف کے صفحہ ۲۵ پر لکھا ہے: "ولد سنیۃ ست و عشرين من المحبۃ" یعنی حضرت عباس علیہ السلام ۶۰ سال میں پیدا ہوئے۔

حضرت عباسؑ کی پرورش آپ کی پرورش کی تمام ذمہ داری حضرت امام حسین علیہ السلام کے سپرد تھی۔ فرج زیارت ناحیہ میں تحریر ہے کہ وقت ولادت جناب امام حسینؑ نے آپ کے سامان میں اذان کی اور قبل خیرادر اپنا العابد وہن آپ کے منہ میں دیا۔ افسوس اور انتہائی افسوس ہے کہ آپ کے حالات بچپن کے حالات زندگی کتب تواریخ میں بالکل ناپید ہیں اور جو کچھ حالات ملتے بھی ہیں وہ واقعہ کر بلا کے سلسلے میں ہیں۔ لیکن اگر کتب تواریخ کی کافی چھان بین کی جائے تو یقین ہو کہ کچھ نہ کچھ حالات ضرور مل جائیں گے۔ جب آپ کی ولادت کی خبر حضرت علیؑ علیہ السلام کے نام کی صفت کو پہنچی تو آپ درویش میں تشریف لائے خوش ہو کر بچہ کو گود میں لیا پیار کیا اور نام "عباس" رکھا۔ حضرت علیؑ سے بڑھ کر کون عالم انیب ہو سکا آپ نے یہ نام بچہ کے آئندہ کارناموں کو پیش نظر رکھتے ہوئے رکھا تھا۔ کتاب "المختار" کے باب میں صفحہ ۵۰۳ پر مطبوعہ بیروت میں تحریر ہے: "العباس من الاسماء الکاملہ" شیروں کے نام میں سے ایک نام عباس بھی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ کر بلا کے میدان میں شیر خدا کے اس شیر نے وہ بے پناہ شجاعت اور بہادری کا مظاہرہ کیا ہو کہ دنیا تا اب مثال پیش کرنے سے قاصر رہے گی۔

جنگ صفین میں آپ کا وجود آپ کے بچپن کے واقعات میں ایک واقعہ ۵۵ ہجرت پر ملتا ہے کہ جنگ صفین میں محمد حنفیہ نے حضرت علیؑ سے شکایت کی کہ آپ بھی کہ ہر مرتبہ جنگ کے لیے بھیجتے ہیں اور حسینؑ کو اجازت جنگ نہیں مرحمت ہوتی۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ تو میرا فرزند ہو اور حسینؑ فرزند رسولؐ ہیں لہذا میں ان کو کیسے جنگ کی اجازت دیتا۔ امام حسینؑ علیہ السلام نے یہ باتیں سنیں اور کچھ تکلیف ہوئی۔ آپ حضرت علیؑ کے پاس آئے اور اذان جنگ طلب کیا۔ حضرت علیؑ نے بڑی مشکل سے اجازت مرحمت فرمائی۔ جب حضرت عباسؑ نے امام حسینؑ کو رزمگاہ کی طرف تنہا جاتے دیکھا آپ ایک گھوڑے پر

سوار ہو کر فوراً فرج دشمن پر چاہے اور نوے دشمنوں کو واصل جہنم کیا۔ لوگوں میں کھلبلی مچ گئی کہ آخر یہ کون بہادر ہے جس نے فوج دشمن کو الٹ کر رکھ دیا۔ آخر معلوم ہوا کہ یہ قرظی ہاشم جناب عباس علیہ السلام ہیں۔ اس وقت آپ کی عمر شریف صرف نو برس کی تھی۔

لیکن بعض کتب معبرہ صرف آپ کے وجود کی قائل ہیں جنگ کی نہیں علامہ شیخ طاہر سادیؒ کتاب "انصار العین فی انصار الحسین" کے صفحہ ۲۶ پر لکھتے ہیں کہ آپ موجود تھے لیکن جنگ نہیں کی نیز رزمگاہ صفین میں آپ کے وجود کا پتہ مناقب الخطب خوارزمیؒ کی عبارت سے بھی چلتا ہے۔ جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

ترجمہ: "کرب" پلوں سے مقابلہ کے وقت حضرت علیؑ نے اپنے بہادر بیٹے عباسؑ کو بلایا اور حکم دیا کہ اپنے گھوڑے سے اترو اور اپنے کپڑے اتار دو۔ حضرت علیؑ ان کے گھوڑے پر سوار ہوئے (اور ان کے کپڑے پہنے) اور اپنا لباس اپنے بیٹے عباسؑ کو پہنا کر اپنے گھوڑے پر سوار کیا (یہ اس لیے تھا) کہ کرب آپ کے مقابلہ سے بچو گے نہیں۔ مناقب الخطب خوارزمیؒ صفحہ ۱۹۶ (مجمعی)

جناب عباسؑ کی شادی جناب اولاد حیدر صاحب فوقیؒ لکھتے ہیں کہ ۲۱۰ ہجرت میں آپ کی شادی کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

آپ کی شادی حضرت عباس بن عبد المطلب کے صاحبزادے عبداللہ کی لڑکی سے ہوئی تھی بعضوں نے آپ کی زوجہ محترمہ کا نام زکیہ لکھا ہے۔ آپ کے دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھیں۔ صاحبزادوں میں سے ایک کا نام فضل دوسرے عبید اللہ تھا۔

لیکن تاریخ التواریخ جلد ششم صفحہ ۲۸۹ مطبوعہ بیروت کی عبارت آپ کی زوجہ کا نام "لبابہ" بنت عبید اللہ ابن عباس بتلاتی ہے اور اولاد میں صرف دو صاحبزادے فضل اور عبید اللہ بتلاتی ہے۔

علامہ اسفرائینیؒ نے کتاب "نور العین" مطبوعہ مصر کے صفحہ ۲۱ پر لکھا ہے کہ جب جناب عباسؑ رخصت کے لیے خیمہ میں داخل ہوئے تو آپ کی زوجہ اور دو بچے تھے جنہوں نے آپ کا دمہ تمام لیا۔ فدخل وکان لہ نوحۃ فدخل بن خالد فقہ "نور العین" مطبوعہ مصر صفحہ ۲۱۔

امام حسینؑ کا سفر عراق اور حضرت عباسؑ کے خدمات

کتاب ابصار العین فی انصار حسینؑ کے صفحہ ۲۶ سے پتہ چلتا ہے کہ جناب عباسؑ نے چودہ برس تک اپنے والد کے ساتھ اور چوبیس برس تک امام حسینؑ کے ساتھ زندگی بسر کی۔ جب آپ کی عمر چونتیس برس کی ہوئی تو امام حسینؑ نے یرمیت کا بڑھتا ہوا سیلاب روکنے اور اسلام حقیقی کو دنیا میں پھیلانے کے لیے سفر عراق کی تیاری کی۔ اس موقع پر سفر کے تمام انتظامات جناب عباسؑ کے سپرد ہوئے۔ جناب عباسؑ نے حسینؑ اور اہلبیت سینؑ بلکہ پورے قافلے کی ایسی خدمت کی کہ جو یادگار رہے گی۔

کمر ہلا میں داخلہ { حسینؑ کا چھوٹا سا لشکر دو محرم کو سرزمین کربلا پر پہنچا۔ امام حسینؑ نے خیام لب کیے جانے کا حکم دیا جناب عباسؑ نے فرات کے کنارے نیچے لب کرنا چاہے لیکن دشمن فرام ہوئے بالآخر فرات سے دور جتنی ریت پر خیام امام لب کیے گئے۔ جناب عباسؑ نے اہل حرم کو نہایت عزت و احترام سے اتارا، غرض دوسری محرم سے دسویں کی صبح تک آپ ہر طرح کے خدمات انجام دیتے رہے۔

فرات سے پانی کا بندھونا { محرم کی ۷ تاریخ تھی کہ ابن زیاد کا سختی کراد پانی بالکل بند کر دے ایک قطرہ خیام امام میں نہ پہنچے۔ اب کیا تھا حسینؑ پر اور تشدد ہونے لگا، پیاس سے بیقرار بچے طالی کو ذرے ہاتھوں میں لے، اسطرح اسطرح کی صدا ئیں بلند کر رہے تھے۔ سوال آپ پر یہ جواب ملتا تھا۔ اگر دسے زمین پانی پانی ہو جائے مگر حسینؑ کو ایک قطرہ پانی نہیں ملے گا۔ علامہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ اپنی کتاب "امالی" میں صفحہ ۸۲ پر مطبوعہ ایران میں تحریر کرتے ہیں: "اماتون الی ماعاء الفرات یلوح کا نہ لہون الحیات" دشمن کہتے تھے ایسے صبح جبکہ ہے جناب فرات سے کتب سطح لہریں مار رہا ہے (مگر تم کو نہ ملے گا) غرض کہ خیام حسینؑ اور انصار حسینؑ میں قیامت کا تھا آب تھا۔

جناب عباسؑ کا کنواں کھودنا { تاریخیں بتاتی ہیں جب بچوں پر جناب عباسؑ کا کنواں کھودنا { پیاس کی شدت ہوئی تو امام حسینؑ نے حضرت عباسؑ کو بلوایا اور فرمایا۔ بھیا ان بچوں کے لیے کنواں کھودو۔ ملاحظہ

مقتل ابی مخنف کی عبارت۔

ترجمہ عبارت۔

بچوں نے بے پناہ پیاس کے سبب سے بچپن کے عالم میں امام حسین علیہ السلام سے شکایت کی۔ آپ نے حضرت عباس علیہ السلام کو بلا کر فرمایا بھیا ذرا اہلبیت کو جمع کر کے کنواں کھودو حضرت عباسؑ نے فوراً کنواں کھودا لیکن پانی نہ برآمد ہوا لہذا بند کر دیا۔ علامہ بطامیؒ تحریر کرتے ہیں کہ آپ کنواں کھودنے بھی نہ پائے تھے کہ عرسعد کی فوج نے بند کر دیا۔

برادر خود را طلبید و فرمودہ اہلبیت خبر را جمع نماد چاہے کہ

حضرت عباس چاہے کند عرسعد چاہے ریلز کرد

تحدہ حسینیہ مطبوعہ ایران صفحہ ۱۳۲

اللہ اکبر۔ کربلا کی پھر ٹی چٹیل زمین، اور آفتاب کی تمازت حد سے زیادہ بڑھی ہوئی ایسی حالت میں کنواں کھودنا۔ یہ عباسؑ ہی جیسے وفادار اور بہادر کا کام تھا۔

شب نہم جناب عباسؑ کا کنواں کھودنا { ۸ تاریخ التواریخ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے

شب نہم گزر جانے کے بعد ایک کنواں کھودا۔ ملاحظہ ۷ عبارت۔

۷ چون شب نہم محرم بیایاں رسیدہ سفیدہ صبح برویدہ بر سر حسین

علیہ السلام آب تنگیاب بودا ملیت و مصحاب سخت لغتہ شدہ و شکایت

بحضرت حسینؑ آدودند البعداشر برادر خود را طلب کرد و فرمود

چند تن از مصحاب چاہے کنید با شد کہ آہ برآوید درین کوٹ

برقند و چند کہ کاوش کردند آب نہ یافتند

۸ تاریخ التواریخ جلد ۱ صفحہ ۲۴ مطبوعہ مہر

بہر حال ان عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ جناب عباس علیہ السلام نے پانی دستیاب کرنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن کسی طرح پانی نہ ملتا ہوا۔

جناب عباسؑ کے لیے جریر بن عبد اللہ نے امان نامہ بھیجا

ابن زیاد مدبر میں بیٹھا تھا، کربلا لشکر روانہ کرنے کے انتظامات ہو رہے تھے، غم کو تیار ہی کا حکم ہوا، دفعتاً وہ بار سے جریر بن عبد اللہ نے اٹھ کر

ابن زیاد سے کہا کہ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں، ابن زیاد نے کہا کہ جویر بن عبد اللہ نے کہا لشکر حسین میں میرے چار بھائی عباس اور ان کے بھائی موجود ہیں لہذا تو ان کے واسطے امان نامہ لکھ دے، عمر سعد نے منظور کیا، اور امان نامہ لکھ دیا۔ جریر نے فوراً اپنے غلام عرفان کو وہ امان نامہ دیا اور کہا کہ بلا کر عباس کے ہاتھ میں دینا اور کسی کو خبر نہ ہو عرفان روانہ ہو گیا۔ خلاصہ عبارت: "ناسخ التواریخ، عہد کوفی وغیرہ عرفان کو بلا پہنچا، امان نامہ حضرت عباس کے ہاتھ میں دیا، آپ نے ملاحظہ فرمایا اور غیظ میں آکر چاک کر ڈالا (خلاصہ ناسخ التواریخ) عرفان نے جناب عباس کے پاس سے واپس آکر شمر سے سارا حال بیان کیا، اور واپس آکر جریر بن عبد اللہ سے سارا واقعہ بیان کیا۔ اس کو اپنی جگہ بڑا افسوس ہوا۔

شمر کا پیغام ابن حضرت عباس کا انکار { شمر ۹ محرم کو کربلا پہنچا اور ابن زیاد کا خط عمر سعد کو دیا جس میں یہ تحریر تھا کہ حسین پر سختی کی جائے اور اگر تو ایسا کرنے سے قاصر ہو تو شمر کو فوج کی کمان دیدے۔ اس خط کے پاتے ہی حسین پر اور زیادہ مظالم ہونے لگے۔

شمر کی خواہش یہ تھی کہ حسین کا لشکر صرف جناب عباس علیہ السلام کی وجہ سے مضبوط ہو لہذا کسی طرح سے آپ کو توڑ لیا جائے اور اپنی فوج ملا لیا جائے۔ چنانچہ وہ اسی خیال کے تحت لشکر حسین کے قریب آیا اور جناب عباس کو آواز دی۔ امام حسین نے آواز پہچان کر کہا بھیا میں تو لو شمر تم کو کیوں بلاتا ہے۔ آپ حکم امام سے مجبور ہو کر شمر کے پاس آئے شمر نے کہا تم میرے بھائی ہو میں تم کو امان دلواتا ہوں چلو میرے لشکر میں عیش کی زندگی بسر کرو۔ یہاں سوائے موت کے اور کیا ہے۔ یہ سن کر آپ کو غصہ آ گیا۔ اور آپ نے ہونٹ چباتے ہوئے فرمایا۔

ترجمہ عبارت: "خدا تیرا تھکا کاٹ دے ملعون تیری امان پرست سے خدا کے دشمن ہم سے کتنا ہو کہ ہم اپنے بھائی اور سردار حسین ابن طاہر کو چھوڑ دیں اور ملعون نیر کی بیعت کریں۔"

تفصیل: صفحہ ۱۱۹، مقتل عوالم صفحہ ۹۷ مطبوعہ ایران یہ ہے نظام داری، یہ ہے نفس کی پاکیزگی اور کیر کڑ کی لمبی جس سے دنیا

نما بدست حاصل کرے۔ اور اپنے نفس کو ایسا بتائے کہ انسان کے نفس کچھ ہیں لشکر زبیدی کا حملہ جناب عباس کا روکنا { شمر یہ دنداں شکن جاتا عمر سعد کے سامنے پہنچ کر اس کو پیشورہ دیا کہ حسین پر بھی حملہ ہونا چاہئے عمر سعد نے فوج کو حملے کا حکم دیا۔ فوج خیام امام کی طرف بڑھی، جناب عباس نے امام کو مطلع کیا، امام نے فرمایا بھیا ان لوگوں سے بچھو یہ کیا چاہتے ہیں، جناب عباس نے فوج کے روہدہ کر پوچھا تم لوگ کیوں آئے ہو اور کیا چاہتے ہو۔ ان لوگوں نے کہا ہم کو حکم ہوا، اگر حسین بیعت کریں تب تو خیر ورنہ ابھی حملہ کر دو، جناب عباس نے تلوار سے زمین پر خط کھینچ دیا میں ابھی پوچھ کر آتا ہوں اس نشان سے قدم آگے نہ بڑھے۔ جناب عباس نے خدمت امام میں عرض کی۔ امام نے فرمایا اگر ممکن ہو سکے تو ان لوگوں سے کہو ایک رات کی ہمت دیدیں تاکہ ہم اپنے معبود کی عبادت کر لیں۔ جناب عباس نے امام کا پیغام عمر سعد سے نقل کیا۔ عمر سعد نے شمر سے مشورہ کیا شمر نے جواب دیا میں تو اجازت نہ دیتا، پھر عمر سعد، عمر بن ابیہاج زبیدی سے مخاطب ہوا۔ اُس نے کہا اگر عبادت کے لیے کا فر بھی ہمت مانگتے تو میں اجازت دیدیتا یہ تو آل رسول ہیں۔ عمر سعد نے یہ سن کر ایک رات کی ہمت دی۔

شب عاشور اور حضرت عباس { یہ رات اہلبیت حسین علیہ السلام کی رات تھی، سب جانتے تھے کہ صبح موت کا بازار گرم ہو گا سب ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے۔ لیکن اس موقع پر صرف قمر بنی ہاشم حضرت عباس علیہ السلام سے سب کو ڈھارس تھی یہ مجاہد کبھی خدمت امام میں حاضر ہوتا، کبھی خیام الجرم میں جا کر تشفی دینا، بچوں کو پیار کرنا، ہر ایک کا دل بہلانا کبھی جو انان نبی ہاشم کے خیمہ میں آکر فرماتا، اے مہین رسول کے نہنوں! دیکھو صبح موت کا بازار گرم ہو گا، ہر ایک کی محبت کا امتحان لیا جائے گا، تم آل رسول ہو، تمہاری رگوں میں علی کا بہادر خون جوش مار رہا ہے، تم نے فاطمہ کا دودھ پیا ہے دیکھو سبط رسول فاطمہ کی تود کا بالانبرغہ اعدا میں گھرا ہوا ہے، اسکی نصرت و مدد میں ایسی جنگ کرنا کہ یا گم زمانہ بن جائے، دنیا بیکار بن جائے کہ ہاں یہ علی کے گھر کے بچے ہیں اور دیکھو! انصار حسین سے پہلے اپنی قربانیاں پیش کرنا ورنہ دنیا کبھی کہ حسین نے پہلے فیروں کو کٹوا دیا غرض کہ یہ بہادر سات بھرا ہی طرح معرظہ لڑا۔

نے اپنے چھوٹے سے لشکر کو آراستہ کیا، جناب لہ پٹریہ کو مع ۲۰ بہادروں کے مینہ لشکر اور جناب حبیبؑ ابن مظاہر کو مع ۲۰ بہادروں کے میرہ لشکر پر مقرر کیا۔

جناب عباسؑ فوج حسینی کے علمدار مقرر ہوئے { امام نے علم لشکر جناب عباسؑ کے سپرد کر کے قلب لشکر پر مقرر کیا۔ کیا کہنا اس علمدار کا میدان کر جائیں کچھ ایسی علمداری کی آپ کا نام دعباس علمدار ہو گیا۔ باز ارموت گرم ہو گیا { لشکر درست ہوتے ہی فوج یزید نے خیام امام کی طرف تیر ہیکھا شروع کر دیے اور ایک مرتبہ فوج امام پر پوری فوج نے حملہ کر دیا اس حملے میں تقریباً تیس شیخ الہیچہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے موت کی آٹھ سفیں میں سر گئے۔ اب انصار و اقرار باری باری درجہ شہادت پہنچائے ہوئے گئے۔ یہاں تک کہ جب قاسمؑ ابن حسن بھی موت کا جام پی کر خاموش ہو گئے اور سوائے علیؑ و علیؑ تھنر اور سید الشہداء کے کوئی باقی نہ رہا تو جناب عباسؑ تڑپ کر خدمت امام میں حاضر ہوئے۔ عرض کی مولا اب غلام سے زندگی کا بارگاہ نہیں پہنچتا گود کے پالے ہوؤں کا خون میں تڑپنا نہیں دکھایا جاتا۔ مولا خدارا اذن جنگ مرحمت فرمائیے حسینؑ نے یہ فقرے سن کر تھامی اور بیقرار چکر کرنے لگے یہاں تک روئے کہ ریش اقدس تر ہو گئی۔ لاکھوں طریق سے جناب عباسؑ نے اجازت انگلی گلوام حسینؑ نے اجازت نہ دی کبھی فرمایا تم میرے لشکر کے علمدار ہو کبھی فرمایا اہل حم کو تم سے بڑی دھارس ہے کبھی کہا تم میرے باپ کی تصویر ہو بھلا کوئی انجے باپ کی تصویر کو خود مٹاتا ہے۔ غرض کہ امام نے اپنے قوت بازو کو جنگ کی اجازت نہ دی۔ ناظرین یاد رہے کہ شہداء کے ہلا میں صرف جناب عباسؑ کی وہ ذات تھی جس کو امام نے جنگ کی اجازت نہیں دی۔ جب جناب عباسؑ کا مہل صرف پانی لانے کی اجازت ملی { حدیثہ جود گیا اور امام کو بھی کچھ بن نہ پڑا تو فرمایا اچھا بھتیجا اب اچھا بچوں کے واسطے پانی کی کوئی سبیل کرو۔ جناب عباسؑ یہ حکم پاتے ہی کمر بستہ ہوئے اور علم و مشک پیسے سے فرات کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ نے انتہائی حسرت دیا اس سے

امام کا خطبہ اور جناب عباسؑ کا وفادارانہ جواب { امام نے اپنے اصحاب و اقربا کے مجمع میں ایک خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا اے میرے جان نثارو یہ دشمن کی ٹڈی دل فوج صرف میرے خون کی پیاسی ہے میں تمھاری گردنوں سے اپنی بیعت کا طوق اٹک لیا ہوں جہاں بھی چاہے چلے جاؤ۔ اور اگر یوں نہیں جاتے تو میرے اہلبیت کا ہاتھ پکڑ لو اور ان کو بھی لیتے جاؤ۔ آپ کی اس تقریر کے بعد فوراً جناب عباسؑ کھڑے ہوئے اور فرمایا مولا خدا وہ دن نہ دکھائے کہ ہم زندہ رہیں اور آپ نہوں ہماری تودلی قنایہ ہے کہ ہم آپ پر سے فدا ہو جائیں اور آپ ہمیشہ زندہ و سلامت رہیں۔ علامہ بسطامی تحفہ حسینیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ ترجمہ عبارت :- (حقیقتاً) حضرت عباسؑ نے سب پہلے جان نثار کا ثبوت دیا ان کے بعد پھر ساری جماعت نے دیکھا کما اور تصدیق کی؟ تحفہ حسینیہ صفحہ ۱۲۰، مقتل حوالہ صفحہ ۸، مطبوعہ اہلاد۔

جناب عباسؑ کی وفاداری کا ایک حیرت انگیز واقعہ

عمر سعدؓ نے شب عاشور دونوں لشکروں کے درمیان تنہائی میں امام علیہ السلام سے گفتگو کرنا چاہی، امام نے مقرر کیا اور چلے جب جناب علیؑ اکبرؑ نے یہ دیکھا کہ عمر سعدؓ کے ساتھ اس کا لڑکا بھی ہے تو آپ بھی ساتھ ہو گئے کچھ دوسرا مام گئے ہوں گے جناب عباسؑ نے دیکھا کہ عمر سعدؓ کا غلام اسکے ساتھ ہے فوراً آپ بھی امام کے ہمراہ چلے۔ امام نے فرمایا بھیا علیؑ اکبرؑ تم اس کے ساتھ ہو گئے کہ اس کا لڑکا بھی اس کے ساتھ ہے لیکن بھائی عمر سعدؓ کے ساتھ اس کا بھائی تو نہیں ہے۔ آپ نے دست بستہ ہاتھ جڑ کر عرض کی مولا اس کا غلام تو اس کے ساتھ ہے۔ کہاں دنیا نے ایسے بھائی پیدا کیے جو بڑے بھائی کو ہمیشہ آقا سمجھا کیے دنیا رکھے اور سب لے۔

یوم عاشور

لشکر حسینؑ کی صف بندی { اور عاشور کی قیام سے خیر صبح نمودار ہوئی امام اور انصار امام نے خاک کر بلا پر تم کیا، نمازیں ادا کیں، نماز کے بعد امام حسینؑ علیہ السلام

آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا۔

ترجمہ عبارت: ”اے میرے خدا اور سردار میں چاہتا ہوں کہ جان توڑ کوشش کرے بعد ایک ہی مشکیزہ مہی بچوں تک پہنچا دوں۔“

اسرار الشہادۃ مطبوعہ ایران صفحہ ۲۲۲

محاسن المتقین مطبوعہ ایران صفحہ ۷۴

جناب عباسؑ کا نہر پر جانا { مشک کو ساندھ سے پر رکھے ہوئے فوج کا نشان لے لیے ہوئے عباسؑ علمدار تمام بچوں اور اہل حرم کی تہنایاں کر کے اپنے ہوئے فرات کی طرف روانہ ہوئے۔ فوج یزید کے بڑی دل لشکر سے سخت مقابلہ ہوا آخر شیر خدا کے شیر کی تلوار کی تاب نہ لا کر لشکر بھاگ گیا عباسؑ نے فرات میں گھوڑا ڈال دیا۔ چٹوئیں پانی بھرا اور بجزرت غور سے دیکھا پھر یہ لکڑی بچینک دیا۔ خدا کی قسم جب تک حسینؑ اور حسینؑ کے بچے پانی نہ پئیں گے اس وقت تک عباسؑ پر یہ پانی حرام ہے۔

ذوالشہادۃ مطبوعہ لاہور۔ صفحہ ۵۶۔

نہر سے پانی بھر کر نکالے تو پھر جناب ہوئی { عباسؑ نے مشک کو سے اہرنیکے۔ اب اہل انصاف قلب پر ہاتھ رکھ کر بتلائیں کہ ایک تین روز کا پیاسا مجاہد۔ دل پر سیکڑوں داغ مشک، علم، ایک ہاتھ میں تلوار اور لاکھوں دشمنوں سے مقابلہ بھلا کرے تو کیا کرے۔ یہ جناب عباسؑ ہی کا کام تھا کہ فرات سے اتنی دور مشک کو محفوظ رکھے آئے۔

جناب عباسؑ کے ہاتھوں کا لگنا { ساقی کو خر کا لال، سکینہ کا آئینہ، تیروں کی دوسے بچتا ہوا دشمنوں کو ہٹانا، خیمہ کی سمت بڑھ رہا تھا کہ نوفل بن اندرق شامی نے چھپ کر آپ کے دامن ہاتھ پر وار کیا۔ اللہ سے بہادر ہاتھ کٹے ہی مشک و علم بائیں ہاتھ میں لیا اور پھر دشمنوں سے لڑتا ہوا خیمہ کی طرف چلا۔ علامہ یزدی انوار الشہادۃ کے صفحہ ۷۴ مطبوعہ ایران میں تحریر فرماتے ہیں کہ حکیم ابی فضل جو درخت خرما میں چھپا بیٹھا تھا اس نے آپ کے بائیں ہاتھ پر وار کیا۔ جب آپ کو بائیں ہاتھ بھی کٹ گیا تو آپ نے اپنے نفس کو مخاطب کر کے یہ دعا پڑھ لی:

یا نفس لا تخشی من الکفار والبشری برحمة الجبار

و مع النسبی سید المختار

اے نفس کھارے خوف نہ کر اور ماشر کی جمع اور خدمت رسول میں ہونے کی بشارت (کا انتظار کر) یعنی تو اس امر سے برداشتہ خاطر نہ ہو کہ ہاتھ کٹ چکے ہیں اب مقابلہ کیسے ہوگا اگر اب لڑنا دشوار ہے تو خدمت رسول و رحمت خدا میں ہونے والا آسان ہے۔

قد قطعوا بیغیہم یساری فاصلہم یارب حوالئنا
اے میرے پالنے والے ان لوگوں نے میرے ہاتھ کو بھی اپنی ہمتوں سے قطع کر دیا جو لہذا تیری ابر کا مہیا دعا ہو کہ تو ان کو اصل جہنم کرنا۔

تحفہ حسینہ جلد ۱ مطبوعہ ایران صفحہ ۱۸

مشک کا دانتوں سے پکڑنا { جب آپ کے دونوں ہاتھ قطع ہو چکے پکڑا اور علم کو سینہ سے لٹکا یا گھوڑے کو پٹ پٹا کر کسی طرح خیمہ تک پہنچ جائوں۔ چاروں طرف سے فوجوں کے حملے تیروں کی بادش اس قیامت کی تھی کہ آپ کے جسم میں اس قدر تیر ہوئے تھے کہ جسم سابی کی طرح نظر آ رہا تھا۔

مشک پر شیر کا لگنا { اس عالم میں آپ کی جان تو خواہش یہ تھی کہ مشک بچوں تک پہنچ جائے مگر ایک تیر سننا ہوا آیا مشک اور بازو میں پیوست ہو گیا۔ پانی بھنے لگا۔ تیر نہیں تھلائی ہی کہ جناب عباسؑ اس وقت انتہائی اضطراب میں دعا فرما رہے تھے کہ اب مجھ کو موت دے دے۔ آہ حسینؑ کے بچے پیاسے رہ گئے اور میں پانی نہ پہنچا سکا { شہادت { سبطینا دشوار ہو گیا قریب زمین پر سر جھکا دیا آہ ایک ظالم نے ایسا کرنا نہیں سہا کہ آپ کا سر انور شکافتہ ہو گیا آپ نے گھوڑے سے گرتے ہی آواز دی۔ مولا آخری سلام قبول ہو۔ امام نے یزیدؑ کو حکم کر کے تمام لی اور فرمایا عباسؑ تمہارے غم نے میری کمر توڑ دی اور راہ چارہ وہ تیر مسدود ہو گئی۔ امام مفضل کی طرف روانہ ہوئے ہر قدم ہٹو کر یہ کھاتے تھے جناب علیؑ اکبرؑ کو دیکھتے ہوئے تھے ناگاہ لاش جناب عباسؑ پر نظر پڑی حسینؑ کے بچے کچھ دیر کے بعد سر کوٹھا کر زانو پر رکھا۔

جناب عباسؑ نے آنکھ کھول کر بھائی کو دیکھا، آخری تسلیم کی اور گلخن جنت کی طرف آپ کی روح پہلے نہ گئی۔

آپ کی لاش نہ اٹھ سکی { حسینؑ روتے پٹیتے لاش سے اٹھے اٹھالے جائیں مگر کچھ اس قدر آپ کی لاش اقدس سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی کہ نہ اٹھ سکی آخر ساقی کو فری گود کی پالا۔ اہلبیت حسینی کا سقد فزات کی ترائی میں ہمیشہ کیلئے سو رہا۔

(جناب عباسؑ کی والدہ کا مرثیہ اور آپ کے قاتل کا حشر)

ابو الحسن اخفش شیعہ کامل میں تحریر کرتے ہیں کہ جناب ام البنین فاطمہؑ کلابیہ آپ کے فرزند عبید اللہ کو لے کر مدینہ مرثیہ پڑھنے بقیع جایا کرتی تھیں جس کے سننے کے لیے اہل مدینہ میں ہوجایا کرتے تھے۔ حرمان ابن حکم ایسا دشمن اہلبیت بھی ان میں شامل ہوتا تھا چونکہ یہ مرثیہ بہت درد فکریہ تھے لہذا یہ لوگ ان کو سن کر روتے تھے۔ ہم یہاں پر دوسری شکل کرتے ہیں۔

دکان ہے وہ شخص کہ جس نے عباسؑ کو دیکھا ہے کہ وہ بہادروں کے اوپر حملہ آور ہے اور ان کے پیچھے حمزہؑ کے شیر ہر ایسے فرزند ہوں۔ مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ میرے فرزند کے سر پر گز ایسی حالت میں لگایا گیا جب اسکے ہاتھ قطع ہو چکے تھے۔ ہاے افسوس کہ میرا بچہ سر پر عمرو دخیمہ کی چوٹ کھا کر زمین پر گرا اے فرزند اگر تیرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو کوئی بھی تیرے قریب نہ آتا۔

۳۱ صفحہ

دوسرے مرثیہ میں فرماتی ہیں۔

تم پر دوائے ہر مجھ اب ام البنین بگڑنے پکا دوا تم نے تو ہمارے ان شیریں فرزندوں کو مار ڈالا جن کے سبب سے میں ام البنین کے لقب سے پکار دی جاتی تھی۔ اور آج میں ایسی ہو گئی ہوں کہ میرا کوئی فرزند باقی نہیں رہا میرے چار بھائی و بہادر فرزند تھے جو اپنی خودکشی کا کموت سے جا ملے وہ سب کے سب نیزہ کھائے ہوئے لاوارثوں کی طرح زمین پر پڑے ہیں۔ اے کاش مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ لوگ جو کہ رہے ہیں صحیح ہے کہ عباسؑ کے قاتل کشت گئے۔

ابصار العین فی انصار الحسین

۳۲ صفحہ مطبوعہ نجف اشرف

جناب عباسؑ علیہ السلام کے قاتل کو سزا { راویوں کی ایک جماعت نے قاسم بن

اسبن ابن بنانہ سے روایت کی ہے کہ میں نے بنی عبان ابن راہم کے ایک شخص کو سیاہ رو دیکھا۔ جیسے میں جانتا تھا کہ گوراجیہ حسین و جلیل تھا میں نے اس کے بغیر کا سبب پوچھا اور یہ کہنا کہ میں تو تجھے پہلے سے جانتا تھا تو حسین تھا۔ اس نے جواب دیا میں نے کہا میں ایک خوبصورت اور فداکار جوان کو قتل کیا، جس کی پیشانی پر سجدہ کا نشان تھا اسکے قتل کے بعد سے اب تک جب میں سوتا ہوں وہ خواب میں آتا ہے میری گردن پر دھڑک رہی ہے کہ جس کی طرف گھسیٹنا ہوا لیجاتا ہے اور جہنم میں دھکیل دیتا ہے اور میں چونکا شروع کر دیتا ہوں جسے قبیلہ کا ہر شخص مٹتا ہے۔ یہ خبر مشہور ہوئی اور اس کی ہمسائی نے کہا ہم برابر اس کی چیخوں کو سنتے ہیں۔ یہ اپنی چیخ پکار سے ہم کو رات بھر سونے نہیں دیتا۔ میں قبیلے کے جوانوں کو لے کر اس کی زوجہ کے پاس آیا اور اس سے واقعہ دریافت کیا زوجہ نے کہا کہ خدا برا کرے جب اُس نے خود بیان کر دیا تو سنو وہ سچ کہتا ہے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ وہ مقتول: اب عباسؑ ابن علی علیہ السلام (ابصار العین فی الانصار الحسین صفحہ ۳۲ مطبوعہ نجف اشرف)

اسلام ترا

حقاکہ حسینؑ فیض ہے عام ترا کدہ ہے ہر ایک قلب پر نام ترا
ہے شان زمانے میں انوکھی تیری کافر کو بھی مرغوب ہے اسلام ترا
(نثار بو ترابی)

امام آپ کو کہتے ہیں

سب شاہ انام آپ کو کہتے ہیں ہر عرض مقام آپ کو کہتے ہیں
وہ وصف ہے خاص آپ کا اے شیر دشمن بھی امام کو آپ کو کہتے ہیں
(نثار بو ترابی)

(نثار بو ترابی)

ہم کیوں نہ کریں ماتم اے شاہِ زمیں تیرا

لاذخا بہ نجم الحسن کماروی مبلغ در ستہ اور عین کھنڈ مقیم پناہ و صوبہ صا

ہم کیوں نہ کریں ماتم اے شاہِ زمیں تیرا
تبتی ہوئی دھرتی ہے عسریاں ہے بدن تیرا
بیگوری لاشے پر ذروں نے ترس کھایا
گردِ مٹتی ہے میداں کی بتا ہے کفن تیرا
کیوں دھوپ میں تیزی ہے کیوں آگ ہستی ہے
کیا جسم کیا شے نے، اے چرخ کفن تیرا
کیوں روتے ہیں ہم تجھ کو، کن لفظوں میں بتلائی
روتے ہیں کہ آنسو سے ہو غسل بدن تیرا
اسلام بڑا احسان ہے تجھ پر شہر دیں کا
پانی کے عوض خوں سے سینچا ہے چمن تیرا
تو بارخزاں آئے کچھ بھی تو نہ بگڑے گا
تا حشر رہے سکا اب، شاداب چمن تیرا
اک زندگی کھوئی ہے تو زندگی پائی ہے
صدرِ شکبہ تجھ ہی ہے مولا یہ چلن تیرا
کوفے کے مسلمان ہیں اور تیروں کی بارش ہے
چھلنی سا چھنا ہے تن اے شاہِ زمیں تیرا
ہچکی کے اغاروں میں زینب سے کما شے نے
تا حشر نہ بھولوں گا، احسان بہن تیرا
خود جس کو ہمیں نے آغوش میں پالا تھا
بے سر ہے پڑا رن میں صد حیف وہ تن تیرا
پامالی کا ستا ماں ہے نانا کو خبر کر دے
اب گھوڑوں کی ٹاپوں سے پستا ہے بدن تیرا
اے بچہ ستم دیدہ یس روک زباں اپنی
دل سخن نہ کہیں کر دے جمع کا، سخن تیرا

جناں کو رہتے جاتا ہوں بدھا کر بلا ہو کر

لاذخا بہ سید منظور مدنی مسطور فرخ آبادی بلا سبزی پنی (ظن جانیو لاریں جلا)

جہاں پر آج چھایا ہوں غبار کر بلا ہو کر
حیاتِ خضر حاصل ہے مجھے جذبِ فنا ہو کر
لباسِ انسانیت کا جب سے پہنا تو خالق نے
جگہ ہر دل میں پائی مصطفیٰ و مرتضیٰ ہو کر
خوشی سے سرکنا کر شاہِ دین نے یوں ظفر پائی
دھال آیا مصائب پر بلا کی انتہا ہو کر
فنا کس طرح ہوتے جب بقا تھی نعتِ صغریٰ
حیاتِ جاودانی آئی تھی تیر قضا ہو کر
صیبت میں زباں سے میری جس دم یا علی نکلا
بلا خود بن گئی آرام جاں لطیفِ خدا ہو کر
غم و آلام کرتے تھے طوائفِ دلبر زہرا
حرم سے بڑھ گئے یہ کعبہ رنج و بلا ہو کر
چھپا کر لاکھ بخشیں روٹیاں آلِ پمیر نے
زباں زد ہو گئی بخشش جہاں میں بل اتی ہو کر
علیٰ کی صفدری جھولے میں بڑھ کر یہ کتنی تھی
رہیں گے دیکھ لینا ایک دن شیرِ خدا ہو کر
شہیدِ راہِ خالق مر کے بھی تجھ ہدایت ہیں
سرِ شبیر نے قرآن پڑھا تن سے جدا ہو کر
کئے ہاتھوں سے کشتی دین کی عباس کہتے ہیں
لب دریا رہیں گے حشر تک یہ نا خدا ہو کر
حسینی سوگواروں کا ٹھکانا قصرِ حنہ ہے
جناں کو راستہ جاتا ہے بدھا کر بلا ہو کر
ملی ملکِ سخن کی آستانِ علم سے شاہی
نری قسمت کھلی منظوم حیدر کا گدا ہو کر

حسینی پنتھ

(مصنفہ)

(شاعرت جناب مولیٰ سید محمد ضامن صاحب آفر جانی)

تھاری جیوٹ تھارا بوتا تھاری پر باتا کی پوجا
نردا ترمی کی چھٹ کھا کر تو برابر گھٹی نہ داتا
نکا کے سیناٹا کے مایہ رہا کھن ماکو دھرم راجا
تھاری ہنسا رہے جگت تک رہے گی واپر کلنک ٹیکا
ہم ہیں حسینی پنتھ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو
لگا کے سندرباگ بگیچہ دھرم کا اڑاویں بساوی
لو کی بھویں پر لگا کے بروا چھری کے نیچے دھرم چایو
اکاس او پر او چڑھا کر گیان روپی دھری جایو
دھرم کی بھولی ہوئی کہانی دھرم پسرین کا پھرناو
ہم ہیں حسینی پنتھ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو
کیسی کسی بھینٹ چڑھاو کیسی کیسی کشت اٹھاو
سبھن کا پر ماتا کی سُدھ مادھرم کی اُم ذکر دکھاو
لٹی سبھا کا مگرے آپن کھنبر لجا لے سبھاو
دھرم کے کانت اُجاڑن مالہو سے گھساں اٹھایو
ہم ہیں حسینی پنتھ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو
دھرم کا بیڑا کو دھرمی سے چھڑا کے جل ہاں سٹھاو
دھرم کے تن برا سے ہو کے نور بہت بخود مالہو کا چھایو
جما کے بھگتی چن دھرم پر گلاٹے ٹیک نہ پھرناو
جگت کے کل سنت سادھون کا دھرم مانگتے چلے گیاو
ہم ہیں حسینی پنتھ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو

کر نل مگری ایسی بسائی ساری گمائی واپے گمائی
ست کی لیل جگ مار چا کر دھرم کی پوری بات بٹائی
دھرم کی رکشا کر نیوالے بالک بوڑھے بیر سہائی
جگت ماچاروں اُدر پڑی ہے اکٹھ سن ہے تھری دہائی
ہم ہیں حسینی پنتھ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو
کر نل بن مایا پون کی دسویں کا ڈھیسر ڈھیسری
نہری بھرا ماتی تھاسے دھرم دھری کی چھیر ڈھیسری
دھرم کی باسی بالری دھما دھمی کی ریڑ بھیسری
لہو بیت کے دھرم کی بانی سوتری کی میڑ بھیسری
ہم ہیں حسینی پنتھ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو
کیو نہ بھوجن پون نہ پانی گھا گھسی ماد کھایو جیوٹ
بھجن سے اپنے ہلا کے گراو پانی بھون کا چوکھٹ
گھنڈیوں کا گھنڈ کھو کر کیو گھنڈی سبھا کا تلپٹ
بگاڑ دھیسو جیالے پن سے مسان جیسی گروپ نیوٹ
ہم ہیں حسینی پنتھ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو
پاپ کی ندی پر چھن اچھل دیکھ کے جگ مانگو بھولا
بھرے سگر کے مالی تیا نبا جو بے چھوڑ ہو کے دھارا
بٹے بٹن کا سمیٹ لالی بھور کے چکر ماوا کی باہا
پرنت دھرتی سانی اپیا پڑا جو تھہرے دھرم سے پالا
ہم ہیں حسینی پنتھ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو

بڑے گھرانے کے جس کھانڈ کھنڈ کا نام وہں بھائی
دھرم کے کارن رہی نہ گھر ماحو کو چین کا سندھو
کھنڈ کھنڈ کے دھرم دگر ماسد عاز جو گنگ بڑھایو
رلی ڈر ماحو بیری سینا پریم سے واکا جیل پلائیو

ہم ہیں حسینی پنتھ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو
برن یہ پڑھ کا لگا رچھا ماتو نہ چھوٹا دھرم کا پلا
دھرم کا بیڑا جیو نہ پوڑا ہو جو دن ماحو کی ندیا
بنائیو ایسا دھرم بنا رابھا گڑے سے کاؤ کے نہ بگڑا
حسینی سنار بھرا سر پر رہا مہاتما دھرم کا بھرا

ہم ہیں حسینی پنتھ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو
میں تارن سبھ کو دھرم پرنت ان کا نہ تم تائیو
بھجن ماسو رکی ساخ پن سے کٹل کی سنگری زین تائیو
دھرم کے اوتار ست کے دیوتا پران دیکھ دھرم جیو
مہا کھن سنکھپ کا بیڑا نہ جانا کو پو کر کس اٹھائیو

ہم ہیں حسینی پنتھ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو
بھڑی بھڑائے نہ جال کو کو دھرم مٹا کھنڈ پلائیو
بڑے کھلاڑی بڑے گمانی بڑے سیانے کابل گھٹائیو
گھنڈیوں کو بڑے کرم کا کرم گتی اس بجا چکھائیو
جگت کے پھسکار کی اگر ماز کھ سے پہلے اٹھائیو

ہم ہیں حسینی پنتھ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو
سبھی جن سے ہمیں ڈالا سبھن کو اپنی مسکھی بنایا
نگر نگر ماسو دھرم کے کہ لہریں کا پکڑ بلا یا
ادھرم سنار لو بھین کا ہر جہا لو بھیا دکھایا
پرنت کھجک کے پاپین کا لا نہ کتن کے مہر کا چاما

ہم ہیں حسینی پنتھ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو

سنا کے گھن گرت کوا کا پوجا رہی کا لہو کھ ڈرایا
بزدل سینا کا ہر سپا ہی تھا رادو مارو پ ماسیا
سبھن نے چرکھن کی سو رانی اپنی پرائی کھٹا مٹایا
پرنت زن بولنے پہ بھاگے سب آچھا اور بھرم گنویا

ہم ہیں حسینی پنتھ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو
ہنر کے کھوٹے تھے سب سپا ہی بھرم مارا کتن کرم کے پو
پڑا جو بولانیوں سے پلا لہو کھ کے دو چار چٹ بھاگے
بتر بتر دن ماسب پڑے تھے آپے ہوئے چاروں اڈ بھاگے
بھی جو گھسان کی لڑائی تو پڑھ ماسو دے رہے نہ کھ

ہم ہیں حسینی پنتھ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو
اکڑ کے آئے تھے جو سپا ہی دکھانے منہ توڑ سو رانی
حسینی سینا کے بالوں سے پھڑے تیرے لاک منہ کی کھائی
کرم جو پھڑے کو دھرمین کے گنوائی سالی نہوت بدھائی
رلی تو کھوٹے کرم کے بدلے سراپ رو پلا جگت ہنسائی

ہم ہیں حسینی پنتھ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو
جوست کے کارن حسینی داتا نہ ہوتی یہ پردھتھاری اچھا
تھاری لہنی اچا لہنے کا نہ پاسکت کو کو بنس پو تا
پرنت تھری دیا بھما سے بھین نے خدال بن کے لوٹا
موتے پہ بھی دینہ پر تھاری پران بشر تلک نہ چھوڑا

ہم ہیں حسینی پنتھ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو
تھاری بھینا کے آگے دن ماسو کے پاپی نے میں کاٹا
کیو پہ نر دے نشن نے تم کا نہ بڑھ بھرا کے بل پلا یا
آپا سے دھرم ماکو دلنے ماسو دھم دکھ کا آن کھلا یا
بران سپا کرے کے بدلے تھارا اٹم اٹو بھسایا

ہم ہیں حسینی پنتھ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو

کئی دنا پاپے پائیو ماٹھی بھیا نہ بکریا کرم ہمارا
محرم صاحب کے ہونے کی تانی نہ انکی پر جائے چین پایا
ساج والے تھے کیسے پاپی دھرم پتا کا نہ جے سنایا
چلت پھرتے چھاؤں کے ہمارے سورج کھی لال لکڑیا

ہم ہیں حینی پنہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو
تھاری میناے دکھ اٹھا کر پریم سوسائے تم کو پالا
پتانے گاڑھی کمانی کر کے تھیں بائی دھرم کی ملا
مہا بلی کے جو پوت ٹھہرے بھئے جگت ماہا جیا لا
تھے تو دیا تیاگی ہو گئے حینی جھیلو ہسا کسالا
ہم ہیں حینی پنہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو

نانا کا اونٹ بناؤں والے بن گئے دکھیا ہائے حینا
ہرن کا بچہ سنگانے والے پوت چڑھایا اے حینا
عرش کا جوڑا اپنن والے کفن نہ پایا ہائے حینا
دھرم نگر کے راج دھارے جگت کے داتا ہائے حینا

ہم ہیں حینی پنہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو
ریس کے لے پر چین نہ پایا نگر نگر کی دیکھی لیسلا
سنگھ رہیں سب بال پھکا اسے دکھیا بائی پتری جینا
زربل پوت کی دیکھی پتا کھن سے کالے کالے نہ رستہ
سہائے لاگانہ کو کو دھری ہمارے پروار کا حینا

ہم ہیں حینی پنہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو
جگت تیاائی جگت گیا لی بسا رہی کہ بدھ تھاری سہو کو
جگت کے سب سورا کیت ہیں بچا کر کے تھاری یو کو
جگت کے بدھ مان پوجتے ہیں تھاری پرتاپ دن ہر کو
جگت ماہدھی رچانے والے جگت میں ہر دم تھاری تھو
ہم ہیں حینی پنہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو

جگت کے سارے ساج والے ہمارے چروں کے پیو بھو
جگت ماہدھی سادھار پائے سبھی سماجی بنے سادھاری
جگت اُجاگر کئے ہے داتا ہمارے ہنسا لہو کی دھاری
جھننے نے کھینی زیر گردی بزان آدمی رہی نہ ساری

ہم ہیں حینی پنہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو
یزید بھپتا یا جیت بازی رہی سہی بات بھی گنوائی
مگر ڈگئی مورتی کی سوبھا دھرا تھا جہ کارنگی رنگائی
اُجوڑ گئی پھل کپٹ کی یلا کرم گئی سے رچی رچائی
بچی نہ واڈ شٹ کو رکھائی تھن کا امرت بھی سیرھائی

ہم ہیں حینی پنہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو
بھول بھلیاں بنا کے بیٹھے دھرم کے بیری نگر نگر ما
جہاں تھیں تھیں دھرم لگاؤں کو دھرمین کا جگت ماہیرا
پڑت رہا جگ ماہون دھاڑے دھرم سہا ل گھروں کے لگا
حین تم نے دکھا کے جیوت بھگا بھگا کے سجن کا مارا

ہم ہیں حینی پنہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو
سمان پر کھا کے رین کالی دھرم تھا داسمان جگنو
گھڑی اُجاگر گھڑی بھیا تک کھلے ڈھکے رین کا تھا پلہ
بچے تھے دھرتی پر سانپ بچو ڈھرا پک دھرتی کو کو
کیو جگت کا تم آس اُجاگر دیا نئی دھول پل کے کو ہو

ہم ہیں حینی پنہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو
راج بھین کا سوون ہارا نھل نھل تم کا کو بھو مالایا
پلے پر جا کے بل بوتے گھر کا پرتاب دکھایا
آنت کو اپنے پاپ بھند ماتم کا گھر سے لائے بھنایا
پُرت ہمارے دھرم کی جے ہو کر جانے پاپی بھین گایا
ہم ہیں حینی پنہ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو

جگت کا اپدیش دے گیو یہ کرت دباے نہیں دیت ہو
دھرم کی لیل کدھرمین مارچے رچائے تو اس جت ہو
بچن کا سچا ہو دھم کا چکا تو چوٹ پر چوٹ اس نہت ہو
سے پہ مرطہ جائے چتر کی سے تو چوب پر دھول کھینچ ہو

ہم ہیں حسینی پنتھ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو
گیان گیانی کا گن کرت ہے گئی کا پتا ہے بول بالا
چتر کی ہوتی ہے بات بھاری رنگے ساوول کا بول ہلکا
دھرم میں راجا ہیں چاہے پنا جگت کرو کے بھی نہ ہوتا
نہیں شائے سے مرٹ سکت ہے منشی اپرو سے سام پوجا

ہم ہیں حسینی پنتھ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو
جگت ما اوتار ہو جو تم سا تو کا ہیکا پھر دھرم کو کھکا
کھوٹا پائے ہا گیانی تو بڑے سب پر دھرم کا بیڑا
جو چکے جگ مادھرم کا سورج تو رہ سکت ہو کارا زہیرا
دھرم کی بستی کا اس بڑا پوگرب کا ہو اب وہیں لیرا

ہم ہیں حسینی پنتھ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو
ابو ہیں سنار ما کو دھرمی پرت پنتھ نہیں دھرم کا
بھلے برے کی ہے بو چھ کی سبھن کا اس بڑھنا سکھایا
پڑی ہے کانن ما وہ کمان پھری کے نیچے جو کہ سنایا
دک دک جگگارا ہا ہی دھرم سے اس اوٹ کا ہٹایا

ہم ہیں حسینی پنتھ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو
اما باطن ما سال پیچھے دھرم سبھا کی رچت ہے لیل
دھرم پوجاری نہت پرت پرت ہی نور حنین گیت
کاپ کے رووت میں سب سبھا کی سکت ہیں جبکہ تھلکا
ہوا نہ ہوئے گا سارے جگ مارشی منی بھکت کو تو ترما
ہم ہیں حسینی پنتھ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو

علم نکالت ہیں دھرم والے جتنا بنا کر ڈگر ڈگر ما
پو تر ہو نیچے بنا سجا کے دھرت ہیں کا نہ من پاتھری کا
بجاکرت ہے علم کے آگے مہری جھانچہ ڈھل تا شا
د با پڑھت کے کرت ہیں ماتم کہت ہیں رو رو ہلے سینا

ہم ہیں حسینی پنتھ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو
نگر سے ایسی گھڑی ما بھڑے جنم بھرے کا بھنے برسی
پلک پلک کے دنا بتائیں تھاری صبح ما پر ام پھری
بہت دنا پاچھے تم کا پھنس منش کے ہاتھ پریم مٹتی
بھڑنے والی کے سدا ما کھاپتا کو بھیتا کو اپنی بیٹی

ہم ہیں حسینی پنتھ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو
کھا تھا اکبر کو مورے بھیا بزرگی تم کا تھری بھینا
کھا تھا جلتے تھے جو تھے لگائے ہے واک اس سگرا
پرت کا دوش دے کے بھینا کرے بساے کا تم گلا
تھن دشا کے بھوز ما پھنس کر سبھے کا ہووت ہو بھاگ کھلا

ہم ہیں حسینی پنتھ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو
پتا کو کھا تھا بابا صاحب بنی ہے سگرا کے جیو پہ اب تو
سائے ہے یاد سب کی بابا ترنت اب تو بلا تو ہم کو
دشا بھی کا تھارے پاچھے بلا کے اپنی بھرے دیکھو
تھاری سگرا بنی ہے دکھیا اسے نہ پردیس میں بساؤ

ہم ہیں حسینی پنتھ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو
اجا و گھرا اکیل سگرا گنل سے دن کاٹے کہ سہارے
جنن سے نہیں نہیں کے کھیتی متی وہ سب ہیں چل کر سگرا
کر دھن ما چوٹن بڑن کے بابا بھی ہے سگرا مرے کھارے
لنگ مادرن کے تھرے بابا گھڑی گھڑی جات ہوں دھرا
ہم ہیں حسینی پنتھ کے سیوک داتا ہم کو درشن دو

شانِ شہیدان

(جناب سید ابن حسن صاحب حسن زید پوری)

پے نصرت علی اکبر پیر بن کے نکلیں گے
 علی اصغر بھی گوارے سے حیدر بن کے نکلیں گے
 حسینی فوج کے جانا زان پر چڑھنے والے ہیں
 فرس اصلیل سے میدان میں محشر بن کے نکلیں گے
 دغا کے واسطے تیار ہیں عون و محمد بھی
 یہ جعفر بن کے نکلیں گے وحید بن کے نکلیں گے
 رگ جان عدو مثل طراز خیمہ کاٹیں گے
 کہ دونوں نیچے نیچے دو سپر بن کے نکلیں گے
 مسماں کر بلا میں جمع ہیں نواکھ سے زائد
 فقط اسلام کے ناصر بہتر بن کے نکلیں گے
 سپاہ بادشاہ کر بلا جب کام آئے گی
 اکیلے حضرت عباسؑ لشکر بن کے نکلیں گے
 صدف ہیں جس کی رہڑا اس درنا باب کے غم میں
 مرے اشک عزاء آنکھوں سے گوہر بہنے لگیں گے
 نماز عصر میں مشغول ہوں گے سید والا
 عدو کے کینہ دیرینہ خنجر بن کے نکلیں گے
 وفا کرتا ہے دلہند ہمیر وعدہ طفلی
 جو ارماں دل میں ہیں مضمون خنجر بن کے نکلیں گے
 غلامانِ نبیؐ کی ہوگی دعوت جب لب لکڑ
 حسن بھی غلام مولائے قبر بن کے نکلیں گے

دولارے اسگر کو گود لیکر بہن کے بدلے دولار کرنا
 سکینہ بانی کو سدھ دلا کر پریم بانی سے پیار کرنا
 چچا پھوپھی ماما بیٹا سب سے ذیادہ مرہم رام چار کرنا
 جگت کے داتا ہوتے تو بابا آؤشٹس ہمارا بچار کرنا

ہم ہیں حسینی پنہ کے سیوک داتا ہم کو دشمن
 پرست یہ کھوٹ تھا سنے کا کہ پوچھی چٹھی جو کر بلا ما
 پڑی تھی رنواس ما دہائی ٹلی ہوئی تھی دھرم کی سنا
 پڑے تھے سب رن ماسر کٹائے کسے ستائے حسینؑ داتا
 پتا پہ کا بیتی ہوگی پاکر دولاری پتری کا پتر بکھا
 ہم ہیں حسینی پنہ کے سیوک داتا ہم کو دشمن
 بڑا ہیو گھاؤ گھا کے اٹھے حسینؑ جگ سے چلت چلاؤت
 رہا نہ ایسا سہائی کو جو جس کے بگڑا سنے بناؤت
 دکھی سے پر چھائیں تک ہے بھاگت بنی بنائی ہو کر آؤت
 اثر کی ہو نکات مکت آشا جو دعویٰ کرل مابار آؤت
 ہم ہیں حسینی پنہ کے سیوک داتا ہم کو دشمن

بقلم ماحی سید ابوالقاسم محمد حسینی جالسی
 پسر شاعر ملت، جلیب مولوی سید محمد خاس صاحب آڑجانی

سبا عی

(خواجہ اسد اللہ صاحب اسد)

جب حضرت مشیرؑ پر ہم روتے ہیں
 جب اصغرؑ بے مشیرؑ پر ہم روتے ہیں
 روح زہراؑ کو شاد کرنے کے بعد
 اسلام کی تقدیر پر ہم روتے ہیں

محرم کی فضائیں

(از جناب صغیر صدیقی صاحب نیوتنوی)

محرم ۱۳۶۵ھ کا ذکر ہے :-

میں وطن سے دور ایک ایسے شہر میں مقیم تھا جہاں زیادہ آبادی غیر مسلموں بلکہ غیر شیعوں کی تھی یہیں نے مسئلہ مذکور کو توڑنے ہوئے دیکھا چاند نے نمودار ہو کر مسئلہ مذکور کو ادائیگی پیغام دیا اور پھر وہی ایک خفیہ واقعہ کی یاد دلا کر روپوش ہو گیا اسی چاند مات کو ۱۲ ماہ تک بجے میری سوتے سے آنکھ کھل گئی کافوں میں فحش کی آواز آئی۔ اشکوں کی رو بہا ہوتی ہے ہر آنکھ سے خون برسائے گی یہ رات کے گھرے ستائے میں عورتوں کی آوازوں نے فضا میں درد انگیز ترنم بھردیا تھا آسمان ابراہیم و عیسیٰ حسرت و مایوس کا منظر تھا اس فوج نے تنب پر لشکر کا کام کیا اور دنیا معلوم ہونے لگا کہ دل کی ساری دہلیزیاں عجم ہو کر سامنے آجائیں گی اور میرزا مہن اسی اضطراب کے غلام ہیں اپنے وطن کی طرف رجوع ہو گیا۔ اس سے محرم شروع ہو جائے گا میرے چھوٹے سے قصبہ کے اماں ہاڑوں منیر نے میرزا کے گھروں پر پہلی بھر چکی ہوگی پردے، جھاڑو فافوس لگا دیے گئے ہوں گے عہد توں نے حسین کی یاد میں اپنی تمام آرائش و زیبائش کا سامان ترک کر دیا ہو گا بستر و کونینک سے ہٹا کر زمین پر عزا خانوں کے قدموں پر بکھایا گیا ہو گا۔ شب بیداریاں ہوں گی، ماتم ہو گا، فوجے پڑے جائیں گے حتیٰ کہ پٹنیا و افینا سے بے خبر ہو کر سو گوارا ہی ڈوب جایا جائے گا اور یہ دس دن دس منٹ کی جگہ لے کر گزار جائیں گے۔ قصبہ میں آئے ہوئے لوگ اپنے آپ کو بے پروا نہیں جانتے جائیں گے تھکیاں اس طرح منسان ہونگی جیسے کسی شام نہ سواری کے گزر جانے کے بعد ہوتی ہیں اور خاک آلود ہیں شب و روز کی اس ہوا ہی کے بعد قلب کو سکون دے گا لیکن طبیعتوں کو بے چینی سے رہے گی جیسے ہاتھ میں آکر کچھ قیمتی شے نکل گئی ہو آہ حسین! اپنی مظلومیت کے ساتھ ہر سال ہندوستان میں جو رونا فٹ لانا ہے وہ دس محرم کو ہمارے سب سے بھی رخصت ہو جائے گی توبہ خانہ دیران ہر

اور گھروں پر اسی چھا جائے گی یہاں پر میں اپنے ان برادرانِ یوسف دریافت کرنا چاہتا ہوں جو آج عوامی برٹھ بڑھکا اعتراضات کرتے ہیں کہ کہیں تم نے دل سے حسین کی سوگوارا کی کا لٹھ اٹھایا ہو کبھی محرم کے ان دس دنوں میں اپنے قلب کا جائزہ لیا ہو کہ بلا وجہ عوامی پر ہر ہر ہو کا پیش کے تم جو کہ ہم کو حسین کی یاد میں رونے والے سے منع کر رہے ہو اپنے قلب کی گہرائیوں کے ساتھ اس غم و الم کی سچی داستان کی افادیت پر دھیان دے سکو دیکھو ایک ہندو وی، این تھڈائی پرنسپل ہندو کالج دہلی متاخر ہو کر کیا کہتے ہیں :- "ہر قوم کی زندگی میں ایک ایسا وقت آتا ہے جب چھوٹی چھوٹی چیزیں اور فرق بھلا دیے جاتے ہیں اور میل کا خیال آتا ہے یہ وقت غم، دکھ اور درد کا ہوتا ہے خوشی کے وقت لوگ الگ الگ رہ سکتے ہیں لیکن دکھ کے وقت رنج کے وقت میل بہت ضروری ہو جاتا ہے ہر مذہب میں ایسی بات ہوتی ہے جسے آپ کہہ سکتے ہیں ہے راہ دکھانہ والا ہوں جس سے خدا ملتا ہے جس کی تعریف سب سے اونچی ہے اور انسان کو وہ سبق پڑھایا جاتا ہے جس سے اس کو خدائے اعلیٰ اور میں سمجھتا ہوں وہ وقت دکھ اور غم کا ہوتا ہے جب خدا ہر ایک کو یاد آتا ہے سلطان قوم میں ہی وہ وقت ہے جب دل کو غم ہوتا ہے جب دل دکھتا ہے یہی وہ وقت ہے جب سلطان نرم ہو جاتے ہیں سلطان ہر سال واقعہ کو یاد کرتے ہیں اور وہ خال شانے ہیں جس سے ہر سلطان اپنے مذہب پر پکا ہوتا ہے یا کچھ سمجھے! لیکن تم بیکار ہو ایسی باتیں تمھاری سمجھ میں نہ آئیں گی تمھارے سامنے ہر وقت اقتصادی حالت کا رونا پٹنا ہے قوم فصول پر مبنی ہے مٹ چکی ہے مٹ جائے گی۔ تباہ ہو جائے گی افسوس کہ یہ باتیں تمھارے منہ سے بھی نہیں نکلتیں خدا مجھے سمجھاؤ کہ آج جو دوسری اقوام اپنی اقتصادی بد حالی کی وجہ سے گورکھ پور ہیں کیا وہ بھی غم حسین پر کچھ خرچ کر رہی ہیں؟ اگر نہیں تو بھران کی اقتصادی حالت کیوں خطاب ہے؟ اسی لیے سمجھ لیجئے کہ اقتصادی حالت کے تباہ ہونے

نصرتِ اسلام

(از جناب سید محمد باقر صاحب جلولی)

ظلم اٹھانے چلے صبر دکھانے چلے
گھر سے شر کر بلا گھر کو لانے چلے

شام سے بلی بھلیں اُدھر کفر کی تاریکیاں
شمع اُدھر نور کی شاہ جلا نے چلے

نصرتِ اسلام میں روکتے تھے دلہ دار

اُستِ جد کے لیے برچھپیاں کھانے چلے

کفر کے سیلاب میں غرق نہ ہونے دیا

کشتیِ اسلام کو بار لگانے چلے

فوجِ سنگمر بڑھی تو لے ہوئے برچھپیاں

خیمے سے آکر اُدھر سینے کو تانے چلے

پانی کی بدوا بھی کیا اُصغر بے سفیر کو

باپ کے اُتار کی خان بڑھانے چلے

دیکھی جو بچوں کی پیاس حضرت عباسؓ نے

لے کے علم نہر پر قبضہ جمانے چلے

کر کے نمازیں ادا تیروں کی بوجھار میں

اُمتِ خوابیدہ کو شاہ جگانے چلے

سر کھلے اہلِ حرم نیزوں پہ پیاسوں کے سر

صبر و رضا کی ہم شان دکھاتے چلے

ساتھ تھے اُجر ہی جب طفلِ جواں ہر سب

شہ کے عز اخاؤں میں اُنک جہانے چلے

پہنچے نہیں آواز جہاں کُٹاں بھی مظلوم حسین کا عز اخا نہ ہے

اُدھاج یہاں بھی جبکہ یہ چند سطریں اپنے وطن کے حرم کی یاد میں ملبو ادرشت

غریب کر رہا ہوں میرے کانوں میں براہِ نام کی آواز گونج رہی ہے۔

دشمنوں کی رو پھٹی بدلی ہے ہر آنکھ سے غم برساتے گی

یہ چھاؤں حسینی پر چم کی کوئیں پہ جھاتی جائے گی

حسینیہؑ آباد

دوسرے ہی اسباب ہیں اپنا کام میں صرف کر دینا اقتصاد
حالت کو نہیں بگاڑنا بھائی صاحبان تم وہ خلوص کہاں سے لاؤ گے جو
ہمارے دلوں میں موجود ہے ہمارے غریب بھائی تھوڑا تھوڑا اپنے خواجہ
سے بچا کر حج کی موٹی پونجی کو صرف حرم میں نام حسین پر صدق کر دینے ہیں
ایک وقت کا فاقہ صبر و شکر کے ساتھ کر لیں گے کیونکہ ان کے سامنے دنیا میں
رہیں ہے۔ مجھ یہاں پر پچھلے سال کی چھ محرم کی وہ مجلس یاد آگئی جس میں
بے ساختہ رقت ہوئی یہ وہ گھر تھا جہاں دس محرم سے قبل ایک عاشق حسینؑ
کا غم منایا جا چکا تھا مرحوم نے اپنے دھن کا حرم کرنے کی غرض سے ملا دت
سے استغنیٰ دیا تھا اور وطن چلے آئے تھے یہاں لوگوں کو معلوم ہوا تو سمجھا کہ
والہیں کرنا چاہا لیکن اس شخص حسینؑ کے پروانے نے صاف انکار کر دیا انھوں
نے کہا کہ جس کے غم میں اپنے وطن منانے آیا ہوں وہ ہی میرا مددگار ہے
مرحوم کے یہ الفاظ سچے ثابت ہوئے دوسری نوکری ملی اُس سے ابھی ملی
یہاں تک کہ انسپکٹر کے عہدے پر پہنچ کر ادائی اجل کو لبیک کہا اب ایسے
خلوص کے لوگ کہاں نصیب کا ملک میں ہی سہی لے سکتا جو کہ وطن سے
اتنی دور محرم کی یاد میں غلطاں ہوں اور نظریں وہ محرم کے جلوس کی
پصویریں پھر رہی ہیں ہمارے اس بھوٹے سے قصبہ میں ان جلوں میں ہندو
مسلمانوں کی برابر کی شرکت ہوتی ہے ہمیں خضر ہے کہ ہمارے مذہبی دوام
اخوت و محبت کا پیغام دیتے ہیں آج ہمارے مذہبی مراسم پر اعتراضات
کیے جا رہے ہیں افسوس کہ معترض حضرات کہنے سے پہلے سمجھنے کی ضرورت کا
دھیان نہیں دیتے ہیں فی زمانہ دنیا بھر میں اور خصوصاً ہندوستان میں
ایک قوم کے افراد دوسری قوم کے لوگوں کے خون کے پیالے نظر آتے ہیں
اور اُس پر غصہ کرتے ہیں لیکن آج ہم ہی وہ ہیں جو امام حسینؑ کی یاد کے منانے
کے ذریعہ سے دنیا کو اخوت کا پیغام دیتے چلے آ رہے ہیں اور اقامت
دینے چلے جائیں گے جس سے نہ صرف بڑھے کلمہ بلکہ جہلا و بھی متاخر جو بڑے ہیں
نہ قہر نہ ہود یا توں میں آکر دیکھ لو کہ کس طرح ہندو مسلمان یا حسینؑ کو اپیلے
جوسے ہیں۔ ہندو دھ کے گھروں میں تھوڑے پاؤ گئے ان کے بچوں کو قہقہوں
کے نیچے سے گزرتا ہوا دیکھ گئے نور محمدؑ کی عورتوں کو امام صاحبؑ کے
درشن کرتے ہوئے پاؤ گئے جب ہی غم حسینؑ کے اخوات کو سمجھ سکے۔
وہ کون سی آبادی دویا نہ ہے جو نامِ سفیر سے بیگانہ نہ ہے

معرکہ عاشور کا ایک منظر

(از جناب سید محمد اہل صاحب کاشف کھنوی)

عاشور کا دن ہے۔ کہ بلا کا خونریز محرکہ اپنی انتہائی استبدادیت کے ساتھ جاری ہے۔ باطل کی تشنہ حق کے خلاف نہایت آزادانہ طور سے استعمال ہو رہا ہے۔ کہ بلا کا وہ وسیع میدان کے جہاں آج حق و باطل کی فیصلہ کن جنگ ہو رہی ہے۔ وہ زمین مثل آگ کے تپتی ہوئی معلوم ہو رہی ہے جو رنگ کے ذرات ہیں سورج کی گرم شعاعوں کو دن بھر اپنے میں جذب کرنے کے بعد وہ جنگ آزما سورماؤں کو جھلسائے ڈال رہے ہیں گویا سلوم ہوتا ہے کہ آسمان سے آگ برس رہی ہے اور زمین اب الگ الگ رہی ہے ادھر عرسدک فوج کے صفے ٹھنڈے پانی کے شرابے لئے اپنی فوج کے سپاہیوں کی پیاس بجھاتے پھرتے ہیں اور جہنم جگہ سپاہیوں کی نو لادی زہریں ریتل میدان میں آفتاب کی آتش بار کروں سے پتے لگتی تھیں تو عرسدک فوج کے صفے سرد پانی چھڑک چھڑک کر ان زہریوں کی حد سے دور کر دیتے تھے اور اس تدبیر سے عرسدک جبری فوج کے سپاہیوں کو کچھ سکون ملا اور وہ پھر اس طرح تازہ دم ہو کر لڑتے۔ ادھر پہلے کا محبوب فراسد علیؑ کا لڑا ملاع عزیز و اقارب اور اولاد اور دوستوں کے جن کی تعداد بہتر سے زائد نہیں تھیں مختصر سی فوج کو لئے تین شب و روز کی بھڑک اور پیاس میں عرب کے ایسے ریگستانی ملک کی آتش خیزیوں سے بے نیاز اپنی تریاں بارگاہِ احدیت میں بقائے دین کے لئے پیش کر رہا ہو۔ اور رضائے خالق کی ان کٹھن منزلوں کو جہاں فطرت انسانی اُس کے تصور سے دم بخود ہو وہ منزلیں نہایت صبر پسندانہ سے طے کر رہا ہے۔ کبھی اپنے قوت بازو عباسؑ کی موت سن کر جاتا ہے اور بھائی کو اپنے سامنے دم توڑتے ہوئے دیکھتا ہے اور کبھی اپنے جوان فرزند ہمنہن علیؑ اکبرؑ کو اپنے ہاتھ سے آلات جنگ سے آراستہ کر کے میدان کا دارار میں بھیجتا ہو اور اپنے فرزند کو جلتے ہوئے دیکھ کر بارگاہِ ایزدی میں کہتا ہو کہ پروردگار تو گواہ رہا کہ میں ایسے فرزند کو فوج مخالف میں جہاد کے لئے بھیج رہا ہوں جو صورت و سیرت و تقاریر و گفتار میں تیرے رسول سے بہت زیادہ مشابہ ہو۔ اور پروردگار دیکھ جس وقت تیرے رسولؐ کی زیارت کا اشتیاق ہوتا تھا تو میں اپنے اس فرزند کی صورت دیکھ جتنا عقائد و اُمت اپنے جوان فرزند کی خبر مرگ سننا ہو تو کتنا ہو۔ واولدی و

اکم و اولادی و اقر قاصینی یا نبی علی الدنیا بعدک العفا۔ اس فرزند اے میرے پارہ بگر اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک اے میرا بعد تیرے دنیا حیف ہو۔ کبھی اپنے بھائی کی نشانی قائم سے حسینؑ کی فوجی فوج کے جس کے ابھی سرے کی لڑیاں تک نہر جہاں میں تھیں موت سے ہم آئندہ ہوتے دیکھتا ہو کبھی اپنے بچپن کے ساتھیوں کو اپنی جانتا رہیوں اور وفاداریوں سمیت دم توڑتا ہوا دیکھتا ہے مگر حسینؑ کے عزم و استقلال میں ذرہ برابر کبھی کمی نہیں ہوتی بلکہ حسینؑ کے رضائے خالق کے جذبہ اور ولولہ اور بڑھتے ہیں اگرچہ دوست سب شیخ امامت کے پردہ فانی کی طرح ختم ہو چکے اعزاء اپنے جانی خدا کر چکے عباسؑ سا باہر اور بیکر و فانی وفاداریوں سمیت فرات کے کنارے جہنم شہادت نوش کرے مگر حسینؑ عزم و استقلال میں کمی نہیں ہوتی بیان تک کہ اب فوج حسینؑ میں کوئی بھی نہ رہا تو وہ کس بھادر باپ کو کس بہادر کے لشکر میں یک و تنہا دیکھ کر جذبہ نصرت میں نکلا جس کا سین بھرماہ سے زائد نہ تھا حسینؑ نے علیؑ اصغرؑ کو گود میں لیا دامن قیاس سے چھپایا اور میدان میں لائے اور عرسدک کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے گروہ تم نے میرے بھائی عباسؑ کو قتل کر ڈالا میری اولاد اور میرے دوستوں کو مار ڈالا اب فقط اس بچے کو کوئی بھی نہ رہا یہ اس اس بچے کو بھی ہلاک کئے دیتی ہیں اس کو توڑ ڈالسا پانی دیر و گد میں تمہارے زعم باطل میں گمراہ رہیں تو یہ بچہ تو بے گناہ ہو ابھی یہ کلام حضرت کا ختم ہونے ہی پایا تھا کہ ایک تیر عرسدک فوج سے آیا اور اُس نے علیؑ اصغرؑ کو شہید کر دیا حسینؑ نے اپنے اس دل سے کھڑے کا خون چلو میں لیا اور اپنے چہرہ مبارک پر مل لیا اور فرمایا کہ اے خدا گواہ رہتا کہ اس قوم جفا کار نے یہ ارادہ کر لیا ہو کہ تیرے بچے کی اولاد میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑے گی۔ دنیا نے حسینؑ کی شہادت کے وقت بھی دیکھا اور قیامت تک دکھتی رہے گی کہ اس مظلوم پر قیامت تک خون کے آنسو بہاتی رہے گی جس نے عاشور کے دن تین دن کی بھڑک اور پیاس میں اپنے اعزاء اور اولاد اور اصحاب کے شہادت پسند کی مگر ظالم اور انسانیت کش اور خونخوار انسانوں کی اطاعت گوارانہ کی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے مضبوط اور مستحکم ارادوں سے باطل کی انسانیت سوز اور حق کش لپاسی کو محبت و نالود کر دیا۔

حیات شہید

(جناب مولانا دمی محمد صاحب نجفی)

قبل اس کے کہ ہم حیات شہید پر کچھ روشنی ڈالیں مقدمہ اتنا کمنا ضروری جانئے ہیں کہ شہید کی زندگی کا جائزہ لینے کا حق قرآن پر ایمان رکھنے والوں کو حاصل نہیں ہے کیونکہ بتا دیا گیا ہے کہ ”لکن لا تشعرون“ تمہارے ادراک و شعور سے مسئلہ حیات شہید بہت بلند ہو تم اس کو جیسا کہ چاہتے کچھ نہیں سکتے۔

یعنی یہ صاف صاف فرما دیا گیا کہ مسئلہ حیات شہید تنقلاات عقلیہ میں سے نہیں ہو اس کے حل کے لئے تنہا عقل کافی نہیں ہماری عقلیں ہر حکم میں متقل نہیں ہیں بہت سی چیزیں ہیں جن میں ہماری عقلوں کا بظاہر حکم کچھ ہوتا ہو اور حقیقت کچھ اور ہو اگر قیاس ہم یہ سمجھتے ہیں کہ قوام بچوں میں جو پہلے پیدا ہو وہ بڑا ہوتا ہے اور بعد والا چھوٹا ہوتا ہے لیکن اصحاب و ارحام کا جائزہ لینے والی منصب کی نظر وہ سب کچھ دیکھتی ہے جس کو غیر منصب دار نہیں دیکھ سکتا یہی وجہ ہے کہ ظالم کا ہر قابو پالینے کے باوجود اس کو اس لئے پھونڈ دیا جاتا ہے کہ اس کے صلب میں مومن کا نور و دلالت ہے اور اسی وجہ سے تلوار اٹھانے نہ اٹھانے کی سوجھ بوجھ منصب دار کی ذمہ داری اور مصلحت شناسی کے حوالہ ہے چنانچہ ناطق بحق حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ قوام بچوں میں جو بعد کچھ پیدا ہو وہ بڑا ہو کیونکہ اس کا استقرار پہلے ہوا اور جو پہلے پیدا ہو وہ چھوٹا ہے کیونکہ اس کا استقرار بعد کچھ ہوا۔

قیاس اسی لئے حرام قرار پایا اور بتایا گیا کہ اہل من قاس ہو! ایسے دیکھو! قتل کا جرم سنگین تھا مگر اس میں صرت دو گناہوں کی ضرورت ہے اور رونا کے ثبوت میں چار گواہ ہونا چاہیئے بغیر عقل پھر میں آجاتی ہے مگر امام علیہ السلام اس کے حل میں فرماتے ہیں کہ قتل میں مجرم ایک ہے اور زنا میں دو لہذا ایک مجرم کے لئے کم از کم دو گواہوں کی ضرورت ہے لہذا ہم ایسے کا احتجاج پر عمل تھا کہ خلقی من نامہ و خلقت من طین شیطانہ ناری تھا آگ کے ترفیع فطر و گودی کا متفق ہی تھا کہ تراپ جیسی پست چیز کی بنی ہوئی چیزوں کو سجدہ نہ کرے اور اپنی خود داری کو دھیر لے لیکن حقیقت کچھ اور تھی ایسے و آدم میں اصل و ذرع کی نسبت قحی خاک اصل اور ناز فربہ جیسا کہ دشاؤ ہوتا ہو کہ افرأ فیہم المنا

الحمد لولیدہ الصلوۃ والسلام و علی حبیبہ وآلہ۔ قال عربیہ قائل لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احياء عند ربہم یمزقون (ترجمہ) جو لوگ خدا کی راہ میں قتل کر دیے گئے ہیں ان کو مردہ نہ سمجھنا بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق پاتے ہیں۔

دوسری آیت لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ امواتا بل احياء و لکن لا تشعرون (ترجمہ) دیکھو جو لوگ خدا کی راہ میں قتل کر دیے گئے ہیں نہ کمنا بلکہ وہ میت ہیں بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم ان کی حیات کا ادراک اور شعور نہیں رکھتے۔

”لا تحسبن“ فرما کے بتایا گیا کہ قتل راہ خدا (جس کو اسلام کی اصطلاح میں شہید کہتے ہیں) زندہ مرنون من عند اللہ ہے اس کے خلاف گمان کرنے اور اعتقاد رکھنے سے نہی فرمائی گئی ہے معلوم ہوا کہ حیات شہید کا یقین اہل اسلام کا ایمانی فریضہ ہے۔

لا تقولوا فرما کے اقرار قول لیا گیا کہ شہید زندہ ہے۔

جب یہ اقرار کر لیا جیسے کہ شہید زندہ ہے اور اس کا اعتقاد بھی ہو تو مروجہ ملے پر درجہ شہادت حاصل کرنے میں عملی جبرہ جبرہ یا عقل و ایمان کا مستحسن اقدام ہو گا اور اس سے تقاعد اور عہد قرار عہد الزحف یعنی جہاد سے بھاگنا بے شبہ اسلام سے بغاوت کفر سے قربت اور ایمان کے خلاف علم بلند کرنا ہو اسی کی توضیح شاہ لافقی علی مرتضیٰ علیہ السلام نے اُحد میں کردی جب کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تم کیوں نہیں بھاگتے والوں سے جا ملے عرض کی آ کر بعد الا ایمان حضور اکیا میں ایمان کے بعد کا فر ہو جاتا۔ روفتہ الصفا و مارج البیۃ۔

شہداء و اُحد و بدر و خنین کے اقدامات اسی صحیح عقیدہ کے ماتحت لکھے جہیں اور سین فائوں کا اقدام بھی اسی صحیح عقیدہ کا عملی مظاہرہ تھا طوبی العزم و حسن مآب۔

لَا تَشْعُرُونَ

اس کے معنی ہیں کہ ذوق تحقیق رکھنے والے مایوس ہو جائیں گی کہ وہ معلوم ہے کہ ہمارے اور ان کا تہا جس سب سے پہلے مشتمل اور حواس سپر انداختہ ہو جاتے ہیں وہ سامنے علی غایب اور اذہم دنیا سے معرقتہ باری بننے اس کے سمجھنے کے لئے کسی شعور و ادراک سے مدد نہیں لے جاسکتی اس کی ذات لا یبھد ولا یتصور ہے۔
لہذا کشفلہ منشی کے عقیدہ کے ساتھ ساتھ پھر بھی ہم کو سپر ایمان لانا ہے جس کا واحد تعارف یوں کرایا گیا ہے کہ کل زندہ مشکوۃ الایۃ اس کے نور کی مثال فانی کی مثال ہے ۱۱

خدا کے اس طریقہ ارشاد و ہدایت نے عقل کی اتنا راہبر کیا کہ ان دیکھی اور ان سنی چیزوں کو مثال سے معلوم کرنے کا حق ہر وقت حاصل ہو یہ وہ حق ہے جس کو اہل عصمت علیہم السلام نے بھی مخصوص فرما دیا ہے جنت اور اس کے تفائیل ہمارے لئے ان دیکھی چیزیں ہیں "أَوَلَا بِهِمْ مَثَلًا لِّمَنْ يَحْتَقُّ" سے باہر حضرات مادہ پرستوں کو سامنے کی چیزوں سے مثال دے کر تسکین دے دیتے ہیں اہل جنت کے بول و براز نہ کرنے کی مثال میں جنین پیش کر دیا جاتا ہے اور نعمات جنت کے کم نہ ہونے کی حقیقت پر چراغ سے مثال دے کر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ یہ دنیا عالم مثال ہے حیات شہید کہ بھی مثالوں سے سمجھا جاسکتا ہے۔

ہمارا دعوئے صرف اتنا ہے کہ شہید کے زندہ رہنے اور رزق پانے کا امکان ہے جس کی تائید ہمارے روزمرہ کے مشاہدات سے ہوتی ہے اور نبی صادق کالایا ہوا پیغام اور خدا کے قاطع کلام اس پر ناطق ہے لہذا اس کے وقوع پر ہمارا ایمان ہے۔

حیات شہید کے ممکن ہونے کی ایک روشن اور واضح مثال

حدیث میں وارد ہے کہ خَلَقْتُمْ وَلَا تَمُوتُوا اِنَّمَا تُتَوَلَّوْنَ مِنْ دَاوَابٍ اِلٰہِ حَاوِیٰ
ثم ابہ کے لئے پیدا کئے گئے ہوں اتنا ہوتا ہے کہ موت آنے پر ایک (فانی)
گھر سے دوسرے (ہیٹنگی کے) گھر کی طرف منتقل کر دیے جاتے ہو۔

مخاد حدیث یہ ہے کہ دستِ فیاض ہماری شمع حیات کو اس قدر محبوب کر دیتا ہے کہ اگر کوئی خارجی سبب نہ ہو تو ہمیشہ ہمیشہ یہ شمع زندگی روشن رہے لیکن اس چراغ کے خاموش ہو جانے کی وجہ یہ ہے کہ انسان کبھی سو رہ اختیار سے قلیل حیات کو گناہوں سے اس قدر چمک آؤد کر دیتا ہے کہ پھر آگے چلنے کی ہر

الستی تورڈن عرقم الشاتم شجر لھا اثم غنی المنشون " اگر
جس کو تم روزمرہ ہی جلایا کرتے ہو کبھی تم نے غور کیا کہ (اس کی اصل کیا ہے)
بتاؤ اس کے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم نے " معلوم ہوا کہ آگ کی اصل خود
ہے اور معلوم ہے کہ درخت کی اصل خاک ہے لہذا خاک اصل الاصول ہوئی اور
آگ فرع الفروع اہلین اس حقیقت سے جاہل تھا قیاس کر بیجا اور عقل گھوڑے
دوڑانے لگا نتیجہ میں رحیم و مہربان قرار پایا ایسا کیوں ہوا اپنی اصلیت کو بھول
جانے کی وجہ سے۔

نہ ہر جائے مرکب تو انہما تاختن کر جا ہا سپر باید انداختن
صبح کی دو کہتیں یا مغرب کی تین کہتیں کیوں ہیں؟ تکبیروں میں ہاتھ کانٹوں
تک کیوں لیجائیں صاف ستھرے مشرکین کی مس کی ہوئی تراشیاں سے کیوں خیرات
کریں ان سوالوں کا جواب بجز اس کے اندک نہیں کہ قول و حکم بخیر صادق مسلم
یوں ہی ہو اور صادق کا اتباع عقلاً فرض ہو۔

آج کل کے جو شیئے اور ذوق تحقیق میں انتہا پسندی سے کام لینے والے
حضرات اپنی بساط سے زیادہ ہوا یا مذمتی ہیں اور تابع آہوائہ و مضمرات ہو کر
حقائق کے منکر ہو جاتے ہیں اسلام کے ہر پیغام کا جائزہ اپنی عقل کی روشنی میں
لینا چاہتے ہیں "فرمادیتے ہیں کہ اسلام دین حق ہے اس کے ہر حکم کو عقلی ہونا چاہیئے
لیکن ظاہر ہے کہ کس حکم کا عقلی ہونا اور ہے اور عقل میں آج ناشی دیر ہے۔ اگر
انہوں نے بہت زیادہ رواداری سے کام لیا تو یہ فرما دیا کہ ہم کو صرف قرآن
سے سمجھا دیا جائے حدیث نہ مانیں گے بتایا جائے کہ قرآن میں کہاں لکھا ہے کہ
خلق لعینہ حرام ہے " یہ رواداری بھی اسلام کا کفر ہے اور باب تحقیق کو ایک
احتمال چیلنج ہے کیونکہ بغیر حدیث پر ایمان رکھے قرآن پر ایمان قطعاً محال ہے اس لئے
کہ حدیث میں اگر قال رسول اللہ ہوتا ہے تو قرآن کی حقیقت بھی قال رسول اللہ
قال اللہ ہے قرآن کا ماننا اور حدیث کو نہ ماننا بعینہ ایسا ہے جیسے کسی کو سچا اس لئے
سمجھا کہ وہ جب دوسرے سے خبر دیتا ہے تو بیچ بولتا ہے اور جب خود کوئی بات کہتا
ہے تو وہ ناقابل اعتبار ہوتا ہے۔

تحقیق اچھی چیز ہے اور بہت اچھی چیز لیکن فرمائیے کہ ایک مادرِ زادانیہ
کو سبز اور سرخ رنگ کا فرق کیونکر سمجھایا جائے ایک غیر محسوس چیز کیونکر محسوس
کراں جائے ایک عالم بقا کے رہنے والے کے حالات حیات و حصول رزق کا
تعمینہ ایک عالم فانی کے رہنے والے کو کیونکر کیا جائے اسی لئے فرمادیا گیا لیکن

صرف ارباب دیانات اور اس سے زیادہ آسان مکان بدل کر کبھی ہوئے چراغ کو دوسری جگہ روشن کر دینا ہے جس کو حیات شہید کہتے ہیں اس پر ایمان رکھنے والا اور کم یعنی صرف ارباب اسلام اور اس سے بھی آسان تر جلتے ہوئے چراغ کو محفوظ مقام پر رکھ دینا ہے جس کو غیبت کہتے ہیں اس پر ایمان رکھنے والے سب کم یعنی صرف ہم یہ ہیں عقل کی رسائی کے نیاں خود خالی کر جتنا جتنا ارمان و آسایا ہوتا جاتا ہے عقل رکھنے کا دعویٰ کرنے والے اتنا ہی اس کو محال اور مشکل سمجھتے جلتے ہیں اور شکل کو آسان جانتے ہیں۔ بر عقل و دانش بایہ گزشت۔

حیات شہید کی مثال

شرعیات سے فقہ میں جملہ مہلرات انتقال انقلاب اور استحکام کو بھی ذکر کیا گیا ہے۔

انتقال یہ ہے کہ مثلاً انسان کا خون بھس ہے لیکن جب مکمل اور پھر جیسے نفس مائل نہ رکھنے والے جانوروں میں انسان خون منتقل ہو جائے تو پاک ہو جاتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ شرع مقدس میں انتقال مکانی خون کی طہارت کا سبب بن سکتا ہے اسی طرح اگر انسان اپنے کو راہ حق میں خدا کر کے اس دار فانی سے عالم جاودہ کی طرف انتقال کرے تو ایسا انتقال اس کی طہارت کا ذمہ دار بن جائیگا اسی وجہ سے شہید کو غسل کی احتیاج نہیں بلکہ اس کے عموں کو وہ کپڑوں سمیت اس کو نلکے بعد دفن کر دیا جائے گا وہی لباس اس کا کفن ہوگا۔ مگر جہاں اس کا خون گرے گا اور جس جگہ وہ دفن ہوگا وہ زمین بھی پاک ہو جائے گی اسی طرح علیہ السلام نے اس طہارت پر نفس فرمادی ہے یہ فرما کے کہ ”طلبتہم وطلبت اللارضۃ التي فیہا دفنتم“ اے کر بلا کے شہید! تم لو پاک ہوئے ہی وہ زمین بھی پاک ہوگئی جس میں تم دفن کئے گئے اس سے زیادہ نص یہ ہوگئی کہ معصوم شہید کا خون چہرہ پر مل لے یا قلم قدرت نمید کے پھلے قطرہ خون سے قرآن کی آیت لکھ دے کہ وسیعہم الذین ظلموا الحق منقلب ینقلبون۔

انقلاب یہ ہے کہ مثلاً ینقلب الخمر فلا شراب سرکہ بن جائے تو ظرفیت پاک میں وہ مٹا ہوا ہے جہاں ہمارے ناقص مقولوں کو اپنے بے سواد کی کار قرار کرنا پڑتا ہے۔ اس انقلاب میں محل مکان و ہوا لیکن اصل شی میں تغیر انقلاب ہوگا جسکو فرسکر بن گیا جس شی پاک ہوگئی رنگ و مزہ و تاثیر میں سب کچھ بدل گئیں اسی طرح جو لوگ کہ بادہ کفر سے سرست رہے ہوں اور دفعہ ان کو اسلام کا نشہ چڑھ جائے کہ وہ فغان کی دورنگی چھوڑ کر حقیقی اسلام کے چوکھ رنگ میں رنگ

صلاحیت باقی نہیں رہتی اور یہ بد قسمت انسان اپنے ہاتھوں فنا ہو کر رہ جاتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ فانوس حیات کا پیدا کرنے والا جو عورت و بشارت کے ساتھ متوجہ ہے اپنی قوت قاہرہ سے اس فانوس کے کل پرزے اس لئے الگ الگ کر دیتا ہے تاکہ اس کا حق تصرف واضح ہو جائے۔ یہ کہہ کر نبوت سے ہوت اور معدوم سے موجود کرنے والے کے لئے موجود کو کالعدم کر دیا یا اجزا کو منتشر کر دیا اور وعدہ گاہ آگے پر منتشر اجزا کو پھر جمع کر دیا آسان تر ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے کہ ضَرَبَ لَنَا مَثَلًا دَسْرِي خَلْقَهُ قَالِ مَنْ يَحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ قُلْ يَحْيِيهَا الَّذِي اَنْشَأَهَا اَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ (ترجمہ) اپنی خلقت کو بھول گیا پھر مائتھ بڑی بات کہنے لگا کہ کون ان پر سیدہ ہڈیوں کو حیات نو دے گا (اے رسول) آپ فرمادیں کہ انہیں وہی خلقت حیات دوبارہ دے گا جس نے ان کو پہلے پھل اچھا کیا تھا اور وہ تو ہر ہر پیدا شدہ چیز سے واقف ہے انشاء و ابداع یعنی کسی شی کا پہلے پھل پیدا کر دینا زیادہ مشکل تھا بہ نسبت اس کے کہ موجود کو منتشر کر کے پھر سے جمع کر دیا جائے اور حالت سابقہ پر لے آیا جائے لیکن یہ ہے عقل کی وسعت کہ اپنے وجود سے انسان زندگانی کرتا اور مر کے زندہ ہونے کا انکار ہو اس لئے اتمام حجت کے طور پر فرمایا گیا (تَا عَلٰی جَعَلَهُم لِقَادِسْ هِم اس کے جمع کر دینے پر یقیناً قادر ہے اَلَا نَسَبُ الْاِنْسَانِ اِلٰی نَحْنُ عِظَامٌ بَلٰی قَادِرٌ عَلٰی اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهُ کیا انسان نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم اس کی پر آئندہ ہڈیوں کو تکی نہیں کر سکتے ہاں ہاں ہم تو اس پر قادر ہیں کہ پور پور درست کر کے رکھ دیں جس خدا نے چراغ ان جہم کو اچھا دیا ہے وہ اس کے فنا کر دینے اور باقی رکھنے پر پوری پوری قدرت رکھتا ہے اس جلتے ہوئے چراغ کو دشمنی اگر قبل از وقت بجھا دے اور اس کے جلتے کے لئے اس میں صلاحیت موجود ہے یعنی روغن حیات باقی ہے تو قدرت کو حق حاصل ہے کہ اس کو بیاں سے ہٹا کر کسی دوسری جگہ رکھ کے پھر سے اس کو روشن کر دے اسی کو حیات شہید کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اگر کسی دشمن کسی چراغ کے بجھانے پر اُتر آئے ہوں اور اس چراغ کے جلتے رہنے کی ضرورت مالک چراغ کے نزدیک باقی ہے تو اس جلتے ہوئے چراغ کو سانس نہ سے ہٹا کر دشمنوں کی نظر سے بچا کے اس طرح رکھ دیا جائے گا کہ پھر اس کو کوئی بجھانے سکے اسی کو غیبت کا منہم سمجھیے۔

انشاء و ابداع کا درست ہے جس سے آسان تر جمع بعد از انتشار ہے لیکن پہلی چیز پر سب ہی متفق اور دوسری چیز پر جس کو حشر و نشر بھی کہتے ہیں ایمان رکھنے والے

فلسفہ شہادت پر ایک عقلی نظر

از کتاب اقل القیاحین ایک عقلی فیصلہ ہے جب دو قبیح چیزیں سامنے آئیں
تو اس کو اختیار کرنا پڑے گا جو کم قبیح ہو اور جس میں قبیح زیادہ ہو گا اس کو ترک
کرنا پڑے گا۔ اسی پر فقیر کا بھی اساس ہے حلت و حلول بالترتیب افضل و مفضول
ہو کر رہے ہیں افضل کو مفضول پر قربانی کر دینا عقل حکم ہے ماحولت الجہن
والالدنس الا لیعبدون کی نص کے بموجب ہماری پیدائش کی علت عبادت
و معرفت خدا ہے غفلت الخلق کی اعرفت بھی اسی پر شاہد ہے خود سرور عالم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرض خلقت ہی میں معرفت باری ہے معرفت باری اولیٰ
ہے جیسا کہ سید المودعین امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں اول الدین معرفت
دین سے مراد دین اسلام ہے جیسا کہ خالق عالم کا ارشاد ہے کہ ابداً الذین عندہ
الاسلام ان سب کا حاصل یہ ہے کہ ہم اسلام کے لئے پیدا کئے گئے ہیں لہذا جب
اسلام اور مسلمانوں میں فساد ہو تو اسلام کو بچانے کے لئے مسلمانوں کو قربانی
ہو جانا ان کا فریضہ عقلی ہے۔

ٹھیک اسی طرح جیسے کہ جمادات و نباتات میں امر دائر ہونے پر نباتات کی پرورش
کے لئے قیمتی سے قیمتی زمین گود کے رکھ دی جاتی ہے اور نباتات و حیوانات میں
امر دائر ہونے پر حیوان کے لپٹا کے لئے نباتات کو ان کی غذا بنادیا جاتا ہے اسی
فلسفہ غذا کاری کے ماتحت جب حیوان اور انسان میں امر دائر ہو تو حیوانات کو
انسانوں کے لئے قربان کر دینا میں عقل ہے (کیونکہ اس کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی
کہ حیوانات کو جو حق تسلط اپنے سے ماتحت انواع پر حاصل ہے اس سے
اشرف المخلوقات کو محروم رکھا جائے اور جب انسان امدانی مقصد میں امر دائر
ہو تو انسان کو الہی مقصد کے کامیاب بنانے کے لئے اپنے کو قربان کر دینا چاہیے
کیونکہ اس میں اس کی تکمیل حیات ہو۔ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جب
کسی چیز کو اس کے صحیح مقصد میں صرفہ کر دیا جائے تو اس سے اس میں فنا کے
بدلہ بجا پیدا ہو جائے گا دیکھو اجزاء ارضیہ جو نباتات میں کھو گئے تھے فنا
ہیں ہوئے بلکہ ان میں بھی نو پیدا ہو گیا اور ہم مطلق سے جسم نامی بن کے ظاہر
ہوئے اسی طرح اجزاء نباتی حیوان کی غذا بن کے اور قوت پر گئے اور جسم نامی
سے حرکت کر کے متحرک بالارادہ کا جزو لاینفک ہو گئے اسی طرح اجزاء حیوانی
لا عقل سے عاقل کا جزو بن گئے اور یہ حقیقت بھی ناقابل انکار ہے کہ متنی جتنی
حیات قوی ہوتی جائے گی اتنی اتنی غذائے قوی و کار بہتی جائے گی چاہے جمادات

جائیں تو ان کا یہ نشتر یاق بن جائے ضرر لفع سے بدل جائے نجاست طہارت
سے مبدل ہو جائے جام شہادت نوش کرنے سے پہلے ہی طہیتم فاذخلوها خلداً
کی فیہی آوازیں آنے لگیں اور مستقام دہم شرباً طہوراً کی ٹولی میں داخل
کر لئے جائیں خواہ وہ حنظلت و غسیل ملا لگتے ہوں یا کر بلا کشید حر
جس نے شہادے سے پہلے اپنی زندگی میں عظیم انقلاب پیدا کر دیا اور بتایا کہ صرف
سجعت میں شراب سر کر نہیں بنتی کر بلا کو بھی یہ شرف حاصل ہے جو پہلے اسلام نوازوں
کے لئے مضر تھا اب مفید بن گیا ناری قہار نوری بانجس تھا پاک ہو گیا "انقلاب نوری"
کے وہ نعرے لگائے کہ رہتی دنیا تک اس کی آواز خدا میں گونجتی رہے گی یہ آج
جو اک گونج ہے آزادی کی۔ یہ بھی ہے اسی حرجی کی آواز (ترمیم کے ساتھ)
جو خود بھی پاک ہوا اور اس کے بھائی فرزند اور غلام اس کی معیت و تبعیت میں
پاک ہو گئے بالکل اسی طرح جیسے شراب کی بوتل سر کر ہو جانے کے بعد معیت و تبعیت
میں پاک ہو جاتی ہے یعنی کفایت معصوم فاخوذو ذرا عظیماً۔

استعمال یہ ہے کہ ہر کردار کا نمک رفت نمک شد مثلاً بنجس، لین بھی اگر
نمک زار میں گرے کہ نمک بن جائے تو پاک ہو جاتا ہے استعمال بہ نسبت انتقال و
انقلاب کے زیادہ موثر اور قوی چیز ہے اس میں مکان ہستیت رنگ ہر مزہ نام اور
کام سب کچھ اسی طرح بدل جاتا ہے کہ موضوع باقی رہے سکے اور جو شخص موضوع
قرب قربان ممکن ہو جاتی ہے۔
استعمال جس طرح طہارت کا ضامن ہو اسی طرح حیات تازہ دے دینا بھی
اس کا ایک ادنیٰ مجموعہ ہے۔

مثال کے طور پر دیکھو بنجس لکڑی رکھ ہو جانے پر پاک ہوئی اور رکھ کھلا
کی صورت میں منتقل ہو کر قوت نامیہ کے خزانے لٹانے لگی اور کھانے کی آخری حد پر
سڑ گئی جانے کے بعد کیڑوں کی شکل اختیار کی یہ ہی استعمال کی کارفرمایاں لفظ کو
دیکھو جو کائنات عالم کا ایک عصارہ یا جوہر ہے اس وقت ایک بنجس قطرہ ہے
لیکن جب یہ روپ بدلتا ہے اور پردوں ہی پردوں میں ترقی کے منازل طے
کرتا ہوا ظاہر ہوتا ہے تو وہی قطرہ گندیہ منیک الطویٰ اعالم الاکبر کی تفسیر بن
جاتا ہے ماں کی ایک بنجس چیز دودھ کی صورت میں مستحیل ہو کر پاک بن جاتی ہے
اور پھر دہی کے ذریعہ سے پھر پھر کر بچہ کی گون میں خون بن کر دوڑنے لگتی ہے
اور مدار حیات بن جاتی ہے یہ ہے خالق قدرت کی قدرت نائی اور یہ ہی استعمال
کی کارگزاریاں کہ اس طرح سے طہارت و حیات کی ضامنیں ادا کی جاتی ہیں۔

کو غذا کی ضرورت نہ ہو لیکن نباتات بغیر آب و ہوا اور حرارت شمس کے زندہ نہیں رہ سکتے اور حیوانات تو صرف ان لبائظ پر بھی قناعت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ کو ان کی لپکائی ہوئی مقوی غذائیں مثل شاگ پات کے درکار ہیں اور انسان چونکہ دو جنسین ہے مادی جنبہ غذا کا طالب اور روحانی جنبہ غذائے روح کا طلبگار اور لطیف یہ کہ نباتات کے طریق حصول غذا کا شعور ہم کر سکتے ہیں نہ حیوانات کے جلب غذا کو سمجھ سکتے ہیں نہ ہم کو یہ معلوم کہ خود ہمارے پیان غذا کی کار فرمایاں کس طرح جاری و ساری ہیں صفرا سودا بلغم اور خون کی تقسیم اور اس کے اثرات ماحد کا شعور ہم کو بالکل نہیں غذائے روح ہی ہم حاصل کر لیتے ہیں لیکن اس کے اندازہ سے ہم عاجز یہ ہے ہمارے سامنے کی چیزوں کا حال پھر وہ کہ جس نے الہی مقصد پر جان دے کر کامیاب سے کامیاب تر زندگی حاصل کی اور بقائے جاودانی کا مالک ہو گیا ہماری اس ہزم سے الگ زندگی گزار رہا ہے ہمارے اندازے سے زیادہ قوی غذا اور کھل سے کھل عزان سے رزق حاصل کر رہا ہو ہم اس کے حالات کا کیا اندازہ لگا سکتے ہیں اسی لئے فرمایا گیا کہ بل اخیاء عندنا ما یضمیرون ہم پر جان دینے والا زندہ ہے رزق پاتا ہے دیکھی لاشیں ورنہ لیکن تم نہیں سمجھ سکتے۔

یہ سب فرض شناسی اور مقصد فہمی کا نتیجہ ہے اور ان کتاب اقل البقیین کی تفسیر کل ہے جب انسان و حیوان میں امر دائر ہو تو حیوان قربان کر دیا جائے گا انسان بچا لیا جائے دُنبہ ذبح کر دیا جائے گا اسماعیلؑ بچا لے جائیں گے خاتم النبیینؐ اور ان کے وصی میں امر دائر ہونے پر حبیب کو بچا لیا جائے گا اور وصی کو سب ہجرت کے خطروں میں سو رہنے کا حکم ہو گا اسی فیصلہ عقلی پر ابو طالبؑ نے عمل کر کے شیعہ رسالت کی حفاظت میں اپنے چہم و چراغ کو ہمیشہ خطروں میں ڈالا اسی صحیح فہم پر سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عمل سے نص فرمایا اور اپنے فرزند ابراہیمؑ کو اپنے فرائض پر قربان کر دیا بلکہ نبوت کو امامت پر قربان کیا جو نیا پیغمبر المودۃ والی الحدیث کا مفاد ہے کہ جب ابراہیمؑ کے فضائل ذکر فرمانے لگے تو فرمایا کہ لو عاشق لکان نبیاؑ اگر ابراہیمؑ زندہ رہتے تو یقیناً نبی ہوتے لیکن زندہ رہنا نبوت کی صلاحیت رکھنے والے کا اس لئے بھی محال تھا کہ حضور خاتم الانبیاءؐ تھے یہ حسینؑ جس پر ابراہیمؑ کو قربان کر دیا گیا اس لئے ذخیرہ کیا جا رہا ہو کہ جب اسلام خطرہ میں پڑے گا تو حسینؑ قربان ہو جائے گا اور اس طرح اسلام بچا لیا جائے گا جیسا کہ مبارک کے موقع پر اسلام کو خطرہ میں

دیکھ کر سب ہی اصحاب کسا رنگل پڑے تھے حسینؑ شہید اعظمؑ ہے مقصد خدا فیاض بند بچہ عظیم اور خود ذریعہ عظیم ہے حسینؑ فدایہ اسماعیلؑ نہیں بلکہ فدایہ خاتم الرسلؑ ہے کیونکہ اسماعیلؑ کا عہدہ حسینؑ کے حوالہ کر کے نورختی مرتبت کی حفاظت مقصود تھی جو اس وقت تک صلب اسماعیلؑ میں ودیعت تھا اور قیہ ابن اسماعیلؑ کی طرف منتقل نہیں ہو چکا تھا حفاظت رسولؐ کیے یا پیغمبرؐ کے مناصب کی تکمیل بہر حال حسینؑ اور حسینؑ دونوں فدایہ رسولؐ قرار پائے اور اس طرح ان حضرات نے کامیاب زندگی پر فائز ہو کر ساتھ والوں کی زندگی کو کامیاب بنایا اب نہ صرف حسینؑ زندہ ہیں بلکہ کر بلا کا ہر شہید زندہ ہے واقعات روایت سے گذر کر درایت کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں اگر حسینؑ نے بعد شہادت تلاوت سورۃ کہف کر کے اپنی حیات کا اعلان کیا تو چون غلام ابوذر غفاریؓ کے مرنے کے کئی دن بعد تک چہرہ کے نور اور بدن کی خوشبو نے بھی چون کی حیات کا ثبوت دیا اس لئے کہ مرنے کے بعد رنگ کا تغیر اور بدبو کا پیدا ہو جانا امر واقعی ہے چون مرے کب زندہ ہیں اور رزق پاتے ہیں یا بی انتم والی یا لیتن کنتم حکم فاقو ذہکم۔

سب کا محرم

(از مولانا بہت اجتہادی رحمہ)

فتح علی کریمؑ

فتح باطن پر جا بیا قدم عباسؑ کا

دشمن آل عیسیٰؑ کا نشان باقی نہیں

کریمؑ پر نصب ہو ایک علم عباسؑ کا

حسین اور اسلام

(از جناب آغا صاحب لی۔ اے۔ بی۔ ٹی ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ مسلم ٹریننگ اسکول گنڈوڑہ)

بر باد ہورہا ہوں اور سہیغہ کے لئے دنیا سے مٹا یا جا رہا ہوں۔ ہے کوئی میری نصرت کرنے والا اور مجھ کو بزدل کے ظالم ہاتھوں سے بچانے والا۔ اچھا ایسے بہت سے مسلمان باقی تھے جنہوں نے رسول اللہ کا مدد دیکھا اور ان کو اس خطرہ کی محبت میں بیچنے کا شرف بھی حاصل تھا۔ اور وہ اس امر کو اچھی طرح جانتے تھے کہ باقی اسلام کو اسلام سے کسی محبت تھی لیکن کوئی شخص اس سے نہ ہوا۔

اسلام کا بر باد ہونا پاک پیغمبر کی پاک آغوش میں پرورش پانے والے اس مصلح اعظم انسان سے جس کو دنیا کا فہ ذرہ جیٹے کے نام سے پکارا جاتا ہے کیسے دیکھا جائے گا۔ مگر گوشہ علی رضی اللہ عنہ اور حضرت دل فاطمہ الزہراؑ نے سرزمینِ کربلا سے آواز دی کہ اے اسلام نیم جاں تجھے ڈرنے کی کوئی بات نہیں جب تک اس حسینؑ کی جان میں جان ہے تیری نصرت سے منہ نہ موڑے گا اور مجھ کو بر باد نہ ہونے دے گا۔ اے میرے نانا کے پرورش کنندہ اسلام تو یاد رکھ کہ تیری بقا کے لئے حسینؑ خود مٹ جائے گا لیکن تجھے مٹنے نہ دے گا سیدہ کے لال نے صرف زبان سے کہا ہی نہیں بلکہ اپنے اہل خانہ کو علی جانہ پناہ دینا کو بتادیا کہ حقانیت کے علمبردار ایسے ہوا کرتے ہیں۔

مظلوم کو بلانے والی دھندہ گاہ پر پہنچ کر اپنے ادراپنے عزیز و اقارب مار کے خون سے شجر اسلام کی آبیاری کی کہ شجر اسلام کی جڑوں کو سنبھالنا مضمحل جڑوں کو مضبوط کر دیا۔ اسلام نیم جاں میں جان آگئی۔ ان بہتر بیکس و مظلوم مگر بہادر شہیدوں میں جن کے خون سے شجر اسلام کی آبیاری کی گئی تھی ایک چھ مہینے کا بچہ بھی تھا جس کا خون دیکھ کر انسانیت کا پٹ اٹھتی ہے۔ ان شہداء کربلا کی شہرہ رگوں سے فوراً صفت نکلنے والا خون مگر کربلا کی سوکھی ہوئی ریت از بدستِ ہوائی زمین کو سیلاب کرنے میں کامیاب نہ ہوا بلکہ شجر اسلام کی آبیاری میں وہ کام کر گیا کہ مسلمانوں کو تاقیام قیامت سرسبز و شاد کام رکھے گا۔

اگر مظلوم کربلا اسلام نیم جاں کی آواز پر لبیک نہ کہتے اور اسلام پر اپنی اور اپنی اولاد کی جانوں کو نثار نہ کرتے تو آج دنیا میں نہ اسلام ہوتا اور نہ مسلمان

مذہب عالم کی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ہر ایک مذہب کا کوئی نہ کوئی بانی ہوا ہے اور ہر ایک بانی مذہب کو اپنے مذہب کی فلاح و بہبود کے لئے اور اس کی ترقی اور استحکام کے لئے بے انتہا تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ اسی طرح بانی اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اخلاص اسلام اور اس کی فلاح و بہبود کے لئے جن جن مصائب و تکالیف کا سامنا کرنا پڑا ان سے کوئی مسلمان بے خبر نہیں ہے۔ آج دنیا کے چپ چاپ پر بیٹھے مسلمان آباد ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں ان کے لئے رسول اکرمؐ نے بڑی بڑی معیتیں اٹھائیں۔ بے انتہا تکلیفیں سہیں مگر اُفت نہ کیا۔ آپؐ پر کوڑا چھینکا گیا، لیکن آپؐ نے صبر سے کام لیا۔ آپؐ پر پتھر پھینکا گیا اور آپؐ کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے لیکن آپؐ نے کسی کو بُرا نہ کہا۔ یہاں تک کہ آپؐ کے دندان مبارک خمید کر دیے گئے لیکن آپؐ نے نصرت اسلام سے منہ نہ موڑا۔ گویا اسلام کو آپؐ نے اولاد سے بھی زیادہ پیار اور محبت سے پالا۔

پھر تاریخِ مرتبت کو اس دینائے خالی سے رحلت کئے ہوئے کوئی زیادہ عرصہ نہ ہوا کہ سلسلہ میں شجر اسلام پر باوجود حادثہ کے ناخوشگوار بھونکنے چلتے گئے اسلام کا کتنی منہ و سار میں آگئی۔ یزید جیسا فاسق و فاجر شخص اسلام کا پہنچا ہوا گیا۔ اسلام کی باگ یزید کے ہاتھ میں آگئی۔ یزید کیسے شخص تھا اور اس کا کہہ کر کیا تھا اس سے تو دنیا کے اسلام اچھی طرح واقف ہے مگر میں صرف اتنا بتا دینا کہ کتنی سمجھتا ہوں کہ یزید حلال ہمدردی کو حرام اور حرام محمدؐ کو حلال قرار دینا چاہتا تھا اور مسلمانوں کو آتش جہنم کی طرح لے جا رہا تھا۔ مگر یا رسولِ مقبولؐ کی انتہائی محنتیں یزید کے ہاتھوں بر باد ہو رہی تھیں۔

یہ وقت بین اسلام کو اپنی بقا کے لئے ایک حقیقی نا صرود دھار کی ضرورت تھی تاکہ وہ یزید کے ظالم ہاتھوں سے نجات پاسے۔ اسلام نیم جاں با آواز بلند یہ کہہ رہا تھا کہ اے رسول اللہؐ کا کلمہ پڑھنے والو اور حبیب خدا کا دم بھرنے والا تجھے خاتم النبیین نے بڑے پیار سے پالا۔ مجھ سے وہ بڑی محبت کرتے تھے اور ایک آن سے لئے بھی وہ مجھ سے غافل نہ رہتے تھے۔ لیکن آج میں یزید کے ہاتھوں

اعجاز کا حامل وہ بچہ چھ ماہ سے جس کا سن کم ہو

(جناب سیرا نقار حسین صاحب قوشہ راز ہندی جرنلٹ جو پورہ)

مغیرم فضائے عالم ہو، اس شان سے شہ کا ماتم ہو

ہاتھوں میں علم عباس کا ہو سر جوش عقیدت سے خم ہو

لب پہ ہو حسین تشنہ جگر ہاتھوں میں حسینی پر جم ہو

ماتم نہ ہو ابراہیم کا اب آؤ اُسی کا ماتم ہو

تو خاکِ شفا کو کیا سمجھ، وانظہ ہے دلیل کم نظری

یہ راز ہے راز روزِ اول، مسجد ملائک آدم ہو

داؤد صفت سوکھی سی زباں لوہے کے دلوں کو موم کرے

اعجاز کا حامل وہ بچہ چھ ماہ سے جس کا سن کم ہو

غاری کے قدم کو چوم بھی لے، دریا کی روانی چپکے سے

سوتا ہے زانی میں ضمیمہ لہروں سے نہ تیری برہم ہو

مرد یہ ہیں بتلا کے گئے خود کر کے گئے۔ دکھلا کے گئے

ہر حال میں واجب طاعت حق گربارش ناوک بہیم ہو

مہمان بلا کے اعدا نے افسوس اسی کو قتل کیا

سردارِ خباں ہو جنت کا دنیا کا شہید اعظم ہو

اے فخرِ بقول پذیر رونے کو فقط ہم خلق ہوئے

کیوں ہاتھ نہ ماتم کو اٹھیں کیوں آنکھ نہ شکلوں سے نم ہو

ہوتے اگر ہوتا بھی تو محمد کا اسلام نہ ہوتا بلکہ نہایت بیزاری کسی اور رنگ کا مذہب ہوتا۔ جہ حقیقت میں مذہب نہ ہوتا اور جس کو دنیا کا کوئی فرد بشر پسند بھی نہ کرتا۔ اب ہم اس غیبت کو کھینچ کر شہید بنوائے اپنے مانا کی انتھک محنتوں کو ٹھکے نہ ٹکادیا اور کائناتِ اسلام کو جہنم میں ڈال دیا۔ ہمارے ہاں ہوتی تھی سانس مراد پر ہنگامہ دیا۔ ہم سناؤں کے ساتھ قیام کو برقرار رکھا ورنہ ہم بھی کسے بھٹک گئے ہوتے۔ اس لئے کیا خوب کہا گیا۔ "حقاکر بنائے لا الہ است حسین" ہندستان کے رہنے والے وٹس کرور اور دنیا کے لیجنے والے ۷۰ کروڑ مسلمانوں کو حسین مظلوم کا شکوہ رسوا ہونا چاہیئے اور ہر ایک مسلمان کو ان سے دل بچت ہوئی چاہیئے کہ شہید کر بلائے اسلام کی لاج رکھ لی۔ عزیز و انصار کو اسلام پر سے نشانہ کر دیا لیکن اُن نے کہ حضرت ابو الفضل العباسؑ جبری اور پھسل پیغمبر حضرت علی اکبرؑ جیسے کراہیں اور کراہیں۔ صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ کچھ مہینے کے تحفے مذہب کو بھی پیش کیا لیکن امام حسینؑ کی پیشانی پر بل نہ آیا۔ ٹھکر لٹا دیا اور سر کاٹ دیا لیکن شجرِ اسلام کی جڑوں کو کٹنے نہ دیا۔ آخری وقت تک یہاں تک کہ زہرِ خنجر بھی مظلوم کر بلا کر اپنے نصب العین کا خیال نہ کیا۔ ان کا نصب العین یہ تھا کہ محمدؐ کے مشن کو دھچمکھیل تک پہنچا دیا جائے اور اسلام جیسے عالمگیر مذہب کو بیزاری کے ظالم ہاتھوں برباد نہ ہوئے دیا جائے۔ سید الشہداء حسینؑ مظلوم کر بلا اپنے مشن میں کامیاب ہوئے آپ نے پیکرِ اسلام میں روح پھر کی مردہ اسلام میں جان ڈال دی گویا مسلمانوں کو جہنم کی آگ سے بچا کر جنت کی راہ بتائی۔ حسینؑ مظلوم کا ہم مسلمانوں پر بہت بڑا احسان ہے لہذا ہر ایک مسلمان کو چاہیئے کہ وہ مظلوم کر بلا کی یادگار کو شائے اور حقیقی مسلمانوں میں منائے۔ آج دنیا جینی سیرت کو یاد دلارہی ہے اور حسینؑ تھنڈے کے نیچے پناہ لے رہی ہے۔

کے بارہا انہوں نے زندہ کر دیا اسلام کو جو گھٹے گھڑوں کا ٹاپوں سے بدن گو پٹال

رباعی

(از مولانا بہتاجتادی مرحوم)

جنگِ حق و باطل حق حکومت کیسی

جان دے کے کیا فتح ہر محبت کیسی

شہیدؑ کے اولاد رسن لبتہ سے ؟

بعیت کا سوال اُٹھ گیا سب کیسی

شافع محشر ہیں حسینؑ

(از جناب یاد حسین صاحب یاور رائے پوری)

رہبر منزل قرب احدیت ہیں حسینؑ
باعث رون محراب عبادت ہیں حسینؑ
مصحف معرفت اشرف کی صورت ہیں حسینؑ
ناز قرآن کو جس پر ہے وہ آیت ہیں حسینؑ
پیکر دین خدا کی بخشد ا جان ہیں یہ
بات ایمان کی گر بوجھو تو ایمان ہیں یہ
ہے سرفراز دنیا جس سے وہ سرور ہیں حسینؑ
کشتہ راہ خدا فدائے داور ہیں حسینؑ
ماکب روز جزا ساقی کو خر ہیں حسینؑ
اپنے نانا کی طرح شافع محشر ہیں حسینؑ
بغداد امت عاصی کے سہارے ہیں حسینؑ
ناز کیونکر نہ کریں ہم کہ ہمارے ہیں حسینؑ
الک ارض و سما خاک نشین عرش مقام
منبع علم و عمل و جہ بقائے اسلام
نعمت نفع نسب کا ہوا ان پر اتمام
بیٹے اور بھائی امام باپ امام آپ امام
عزت و جاہ و شرف میں کوئی ہمسر نہ ہوا
ان کے نانا سا زمانے میں ہمیشہ نہ ہوا
بازوئے ختم رسل دست خدا ان کا پدر
ہر لڑائی میں جو اسلام کا تقابینہ سپر
جس کو محبوب خدا نے کہا سیف داور
ضرب اک طاعت کو نین سے جس کی بہتر
جو کی روٹی پہ ہمیشہ کی قناعت جس نے
کھول دی قلعہ خیبر کی حقیقت جس نے

نفس اللہ ہے جس سرور عالی کا لقب
وقت تھی جس کی ہرک سانس پئے مرضی رب
جان پر کھیل کے کی نصرت سلطان عرب
سو گیا تینوں کی جھنکار میں ہجرت کی شب
بس کہ اشرف نبی ہی اسے بہتر سمجھیں
جسے اعدا کی بجھا میں بھی ہمیشہ سمجھیں
ان کی ماں فاطمہ صدیقہ زکیہ زہرا
جن کی چو کھٹ کی قسم کھاتا ہے خود باب دعا
کیوں نہ در بانی کریں اس کی ملک صبح و مسا
جس میں داخل نہ ہوں بے اذن رسول دوسرا
لے کے قسمت کی بلندی کا سہارا اُترا
جن کا درجہ مئے گردوں سے ستارا اُترا
سوئے آلام نظر کی نہ پریشاں ہو کر
دل پہ ہرزخم ستم سے لیا خنداں ہو کر
آفتابیں دور ہوئیں ضبط سے حیراں ہو کر
مشکلیں آئیں تو شرما گئیں آساں ہو کر
جو کا آٹا تو کبھی صبح کبھی شام پسا
روز چکی میں غم گردشِ ایام پسا
جلوہ نقش جبین حق کی عبادت کا چراغ
آبلہ ہاتھوں میں ہے درس مشقت کا چراغ
کیفد خما کا ہے پیوند قناعت کا چراغ
جن کی چادر کا براک تار ہدایت کا چراغ
رہی ظلمات میں ایساں کا چراغان کر کے
رہن سے چھوٹی تو کافر کو مسلمان کر کے

حقیقت کا نظارہ

(شاعر سرکار حسینی ابراہیم صاحب لید عترتین عترت ازہور ضلع لہری)

سجدہ شبیر کو اپنی ادا پر ناز تھا
ہاں وہ سجدہ جس میں پنہاں عبدی کا راز تھا
دروقت سے تڑپ اٹھتے تھے وہ رہ کر حسین
ایک دل پہلو میں تھا اور دل کے اندر ملاز تھا
ستہ نے صدئے کر دیا سلام تجھ پر وہ نہو
جس کے ہر قطرے میں تیری زندگی کا راز تھا
تیرے گلے گتے ہی وہ ہنس ہنس کے کھیل موت سے
شاہ کا تنہا مجا ہد کس قدر جاننا تھا
حالی ماضی منکشف تھا جرات عباس سے
ہر ادا پر قوت شیر خدا کو ناز تھا
وہ پھر نا اکیبر غازی کا ہنگام حدال
صورت انسان میں پنہاں شیر کا انداز تھا
ہم نے مانا نقش قرآن صبر ہے ایوب کا
صبر پر شبیر کے لیکن خدا کو ناز تھا
مرعیت صرصر کو بھی رفعت کا دھوکا ہو گیا
اشہب شبیرن میں مائل پرواز تھا
بن گئے قوسین وحدت اور نبوت کے حجاب
بس کہ معراج امامت کا اسی میں راز تھا
لائق نظارہ تھی عئون و محمد کی حدال
شان جعفر حیڈر کرار کا انداز تھا
آفتاب شان حیڈر تھا حرم میں ضو فلک
جسلوہ ثمر نبوت فرشتہ پا انداز تھا
آگئی کس سن سے تلوار کے سائے میں نیند
فرشتہ احمد کا مجا ہد شیر تھا جاننا تھا

ہائے محتاج کفن وہ کر بلا واسے شہید
جامہ رنگب شہادت خلعت اعزاز تھا

اے زمین کر بلا صغیر سے رہنا جوش
یہ وہ بچہ بے زباں ہے جو سپرد نادر
نزع کی خوشکلیں تھیں بن گئیں آسانیاں
صیغہ یا مرفعی استوت مراد مساز تھا

نوحہ

(از جناب سید محمد احسن صاحب باقر تعلیم لی۔ اے حیدر آباد)

کر بلا کے دشت میں کچھ اور ہی سامان تھا
ساقی کو شر کا بیٹا چند دن مان تھا
تیرا اور مصوم کی نازک سی گردن ہائے
کیا قصور اس سے ہوا تھا ہائے وہ ملا
ڈھونڈتے پھرتے تھے مولا لاش اکیبر طرف
جس کسی سے پوچھتے تھے ہائے وہ انجان تھا
گود میں مولا کے صغیر مسکراتے ہی
جیسے مرنے میں مرزا تھا، شوق تھا، اراد
جنگ تھی عباس کی صفین کا انداز میں
الاماں کا شور تھا اور فوج میں بیجان تھا
کیوں نہ ہوتا، ناز تھا شبیر کو اصحا
جس کسی کو دیکھیے وہ تاج فرما
بیکسی بھی شاہ کی ظلم و ستم کا راج تھا
عصر کا ہنگام تھا اور خون کا میدان تھا

فضل شہداء حضرت عباسؑ

(جناب قائم الملک مولانا سید قائم محمدی صاحب)

شہیدان راہ خدا کے پیش خداوند عالم جو مراتب ہیں ان کا بیان کرنا میرے امکان پہنچ نہیں کہ مجھے ان عالی منزلت ہستیوں کی اس حد پر معرفت نہیں جس کی وجہ سے میں ان کے تمام مراتب عالیہ کا احصاء و استقصاء کر سکوں اور جس حد تک معرفت ہو بہو اس تک نہیں الفاظ کا نایاب کی وجہ سے ان شہیدان راہ خدا کے مراتب حد شمار میں نہیں آسکتے ہم تو جس اس قدر ان خوبی کفرز کے مراتب عالیہ بیان کر سکتے ہیں جو قرآن و حدیث کے الفاظ میں بیان نہ کئے گئے ہیں۔ درحقیقت ہم کو شہیدان ملت کے حقیقی مراتب کی تفہیم بھی نظر نہیں آتی ہو۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں عمومی حیثیت سے شہیدوں کے مرتبہ بہت بلند ہیں۔ انبیاء و صادقین و صالحین کی صف میں شہیدوں کی بھی جگہ ہو اور ہر نعمت خدا میں شہداء بھی انبیاء کے ساتھ مساویانہ طور سے شریک ہیں۔ بلکہ حیات بعد الممات کے پہلے ہی حیات جاودانی کی نعمت حاصل کر لیتے ہیں اور اسی زندگی کے مناسب بغیر گم و گشت کے مبلغ قدرت سے رزق بھی پاتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہو کہ ہر نیکی سے بڑھ کر نیکی کی جاسکتی ہو۔ مگر اب نیکی سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں ہو کہ وہ سبیل اللہ جہاد کرے اور قتل ہو جائے۔ ہاری کوتاہ بین نگاہیں اگر تمام شہیدوں کو ایک منزل اور ایک مرتبہ پر دیکھیں تو کوئی تعجب نہیں ہے مگر ایسا درحقیقت نہیں ہو سکتا کہ سب شہید ایک ہی مرتبہ پر فائز ہوں۔ یقیناً خداوند احد کے شہید مرتبہ میں دیگر شہداء سے بلند ہیں کیونکہ قرآن مجید مدح کرتا ہے اگرچہ وہ مدح ہی کرنا طریقہ پر ہو مگر پھر بھی شہداء احد کا یہ مرتبہ نمایاں ہوتا ہے لیکن شہداء کربلا سے جب بھی پچھیں اس لئے کہ بنیاد حدیث قطعی قرآن مطلق نے شہداء کربلا کے بلندی مراتب پر باری سے نص فرمادی ہے کہ سبہ اصحاب سے وقادار تر کھائے ان سے بھی نہیں۔ لہذا شہداء احد بھی مرتبہ میں گھٹ گئے۔ شہداء کربلا کی منزل بلند ہو گئی لیکن اگر امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کے بلند مرتبہ ہونے کی تصریح فرمادی اور تمام شہیدوں سے مرتبہ میں بڑھا دیا تو حضرت عباس علیہ السلام کے مرتبہ کو بھی علمداری لشکر کا منصب عطا فرما کر عیاں کر دیا۔ حبیب ابن مظاہر کہ امام علیہ السلام کا لقب ضرور مرحمت فرمایا لیکن علمداری فوج کا حبیب ابن مظاہر

کو نہیں عطا کی کہ نہ کہ سرداری اسی کے لئے مخصوص ہے جو علم شجاعت میں سب سے زیادہ ہو۔ جناب عباسؑ کو سرداری کا منصب عطا فرما کر امام نے بتایا کہ عباسؑ علم و شجاعت میں سب سے زیادہ ہیں۔ جب یہ فضل و جل امام سے ثابت ہوا کہ حضرت عباسؑ علم و شجاعت میں سب سے بہتر تھے تو تمام شہداء میں آپ کا افضل الشہداء ہونا بدرجہ اولیٰ واجب ہونا چاہیے۔ اس کے علاوہ بعد امام حسین علیہ السلام کے امام زین العابدین اور امام جعفر صادق علیہما السلام کی حدیثیں دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام شہداء کربلا میں بعد امام حسین علیہ السلام کے حضرت عباسؑ کا مرتبہ ہو۔ چنانچہ امام زین العابدین علیہ السلام نے عبید اللہ بن عباسؑ علیہ السلام کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کوئی دن اُس روز سے زائد سخت نہ تھا جس روز جناب محمد صحر جنگ احد میں شہید ہوئے اس کے بعد کا سخت ترین دن وہ تھا جس دن جنگ موتہ میں رسول اللہ کے چچا زاد بھائی جناب جعفر بن ابی طالب شہید ہوئے اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ اس روز کا سختی کی کوئی انتہاء تھی جس روز حسینؑ مظلوم کو تیس ہزار لوگ گھیرے ہوئے تھے۔ ثم قال علیہ السلام رحمہ اللہ العباس فقلنا انزل وابی وقدی اخانا بنفسہم حتی قطعتم یراک فاجدہ اللہ عز وجل کما جانا حسین یطیر دھما مع الملائکۃ فی الجنة کما جعل لجعفر بن ابی طالب وادان للعباس عند اللہ تبارک وتعالیٰ منزلة یغبط بها جمیع الشہداء یوم القيمة۔ پھر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ خدا رحمت نازل کرے عباسؑ پر یقیناً انہی نے یشار کیا اور سخت بلا میں امتحان دیا اور اپنے بھائی پر خدا ہو گئے بیان تک کہ دونوں ہاتھ قطع ہو گئے پس خداوند عالم نے ان کو ہاتھوں کے بدلہ میں دو بازو (پر) عطا فرمائے جن سے وہ ملائکہ کے ساتھ جنت میں پرواز کرتے ہیں جس طرح جعفر بن ابی طالب کو جنت میں پر ہاتھ تھے۔ یقیناً جناب عباسؑ کی خدا کے نزدیک ایسی منزلت ہے کہ جس کو دیکھ کر تمام شہداء قیامت کے دن غبطہ کریں گے۔ اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ بعد سرکار سید الشہداء و تمام شہداء میں حضرت عباسؑ کو افضلیت حاصل ہے۔

زمہر انسانیت

(از قلم ابوالفضل زراہد حنفی - مالیر کوٹلوی)

میں تو یہ کہوں گا کہ ابھی یہ دائرہ محدود ہے۔ حضور تمام دنیا کے پیکرِ رحمت بلکہ محکمِ رحمت بن کر آئے تھے۔ حضور کے نور کی پاکیزہ شاعری نے وہ کام کیا جو بڑے بڑے مشہور جوہرِ نبیل نہیں کر سکتے۔ حضور نے اپنے اخلاقِ حسنہ کی سب سے وہ میدان کارزار فتح کئے جن کے متعلق بڑے بڑے دہروں کے خوابِ شرمندہ نہ ہو سکتے تھے۔ حضور کے بعد جو کارزار شہیدانِ انسانیت حضرت امام حسینؑ علیہ السلام نے فتح کئے وہ حضور کے زمانہ میں بھی پیش نہ آئے تھے۔ آنحضرت کے زمانہ میں جو اسلام نے ترقی کی تھی اسے نیست و نابود کرنے کے لئے اموی دور کے غیر خواہ کر لینہ ہر چکے تھے۔ بلکہ یہ کہنا بھی میالغِ آمیز نہ ہوگا کہ یہی لوگ اموی دور کے رکے تھے۔

جس خاندانِ خدا کے خدائے پدایان نہ آنحضرت کی رسالت پر اعتقاد بلکہ یہ لوگ تو کہا کرتے تھے کہ (انھذا البشر مناعوجی وغیرہ آنحضرت پر کچھ نازل نہ ہوا تھا بلکہ نبی ہاشم نے ایک ڈھونگ رچا رکھا تھا۔ ایسے نازک ترین دور ہیں جبکہ آنحضرت کی چالیس سالہ محنتِ اکارت جاری تھی حضرت امام حسینؑ نے اس ڈوبتے ہوئے سفینہ کو بچانے کے لئے کربلا زہل۔ اور عزمِ بالجمہر کر لیا کہ بنی امیہ نے اپنے چہروں پر جو اسلام کا نقاب پہن رکھا ہو۔ اسے اُتار بیٹھیں۔ چاہے اس غلیم انسان کام کے لئے چھ ماہ کے شیرخوارِ علیٰ اصغرؑ کی بھی قربانی پیش کرنی پڑی۔ اٹھارہ سال کے نوجوانِ علیؑ کے خون سے گلشنِ اسلام کو جو مرجھارا تھا امام حسینؑ نے سرسبز کر دیا۔

اسے شہیدانِ انسانیت! تیرے ہر نقشِ قدم پر انسانیتِ قربان ہو رہی ہے جنابِ لئے بتا دیا کہ ایک مشن کے استحکام کے لئے قربانیوں کی کتنی اہمیت ہے اسے نوعِ انسان کے غمخوارِ مجاہد، اگر کر بلا کی جلتی بٹا ریت میں انسانیت کی بقا کی تعلیم نہ دی جاتی تو آج انسانوں کے بھیس میں میدانِ جلہ گرہنے اسے تھکے کے تختِ جگر۔ فاطمہؑ کے نورِ نظرِ علیؑ کے دل کے چین۔ اگر جناب کی ذاتِ گرامی انسانیت کا اعلان نہ کرتی تو آج اسلام کے ساتھ۔ انسانیت کا

یہ بات انہیں آئیں ہے کہ تغیرات اور زمانہ کی انقلابی حالتیں انسان کو اپنے فرائض سے فراغوش نہیں کر سکتیں۔ آج سے کروڑ سال پہلے جو انسان اس عالم رنگ و بو میں آباد تھے۔ آج بھی ان ہی کی نسل کے انسان آباد ہیں یہ اور بات ہے کہ بعض ذاتی تفرقات کی وجہ سے ان کے مورثِ اعلیٰ کا نام اس دنیا سے معدوم ہو چکا ہے۔ آج سے ہزار سال پہلے جو انسان اپنی تحیفِ گردن پر بارِ خلافت لئے ہوئے تھے آج بھی اسی طرح لئے ہوئے ہیں یہ اور بات ہو کہ انسانی زندگی میں تکلفات و قہر نے چند نمایاں تبدیلیاں کر دی ہیں۔ وہ ہمارے جو آج سے ہزار سال پہلے کے لوگوں کے زندگی کا حسین نقشہ پیش کر رہے تھے آج سمجھا اسی طرح نقشہ سنجہ ہیں۔ انقلاباتِ زمانہ کسی بات کو کچھ و صر کے لئے معدوم کر سکتے ہیں بہتے کے لئے شائیں سکتے۔ اگر یہ جھوٹی چھٹی چیزیں ثابت ہیں تو یہ ناممکن ہے۔ کہ جنی ذواتِ اقدس کے لئے اس عالم رنگ و بو یعنی دنیا کی تشکیل کی گئی ہو۔ وہ ہمارے نفوس سے بہتے کے لئے پوشیدہ ہو جائیں۔ بلکہ اللہ کے متعلق چند اہلِ لوگ یہ کہہ دیں کہ وہ اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے جس پر ہر گز وہ یہ دیکھ کے اس ارشاد پر ہمارا ایمان ہے کہ کل نفس فاعلمتہا کہ اس زمرہ میں وہ ہستیاں ہرگز نہیں لائی جاسکتیں جس کے متعلق خداوندِ کریم ارشاد فرماتا ہو جو میری راہ میں شہید ہوں تم انہیں مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اور روزی حاصل کرتے ہیں کتنے افسوس کی بات ہو کہ چند کوتاہ اندیش کہہ دیتے ہیں کہ جیسے عام انسان مر جاتے ہیں۔ ایسا ہی حال شہیدوں کا ہوتا ہے یہ کوئی تعجبِ آمیز بات نہیں ایسے لوگ ہر زمانہ میں موجود رہے ہیں جو پیغمبر کو جالوگر بتاتے ہیں۔ رونے کو بدعت سمجھتے ہیں اور برحق خلیفہ السیاح حضرت علیؑ کے علاوہ آنحضرت کو بھی جائز الخطا سمجھتے ہیں۔ نوری اور خاکی میں کچھ تیز نہیں کرتے۔

محض یہ کہ دنیا کی حضرت خیر الانبیاءؑ مسلمانوں کے لئے ہی ہدایت کے چراغ تھے کافی نہیں ہے۔ حضور ہر انسان کے لئے رحمت بن کر آئے تھے بلکہ

ایسا کوئی بندہ ہو خدا کا تو دکھا دو؟

(جناب شیر النور بیگم صاحبہ ہولے نرمی پورے بیحد)

شہ ڈھونڈتے ہیں لاشہ اکبر کا پتا دو

لے کو فیو، مشکل ہمیں کدھادو

کیا حکم محمد کی شریعت میں یہی ہے

اس طرح سے مہمان کو بلو اے دغا دو

فرماتے تھے شہ ہاتھوں پہ صخر کو اٹھا کے

بیٹا انیس تم سوکھی زباں اپنی دکھا دو

ہونے لگی عاشور کی جب صبح نمودار

لیسے کا بیاں تھا کوئی اکبر کو جگا دو

باجوں کی صدا کو بختی ہے فوج عدویں

اے لال ذرا نعرہ تکبیر سنا دو

نیزے پہ ہوئی بعد شہادت بہتیں معراج

گمراہوں کو اللہ کے احکام سنا دو

سرشتِ طلا میں ہے توب ذکرِ خدا میں

ایسا کوئی بندہ ہو خدا کا تو دکھا دو

ہے شوقِ زیارت میں بشیر آپ کی بیتاب

از ہر نبی رہ منہ پر نور دکھا دو

کبھی خاتمہ ہو گیا ہوتا۔ اسے رہبر ملت۔ آپ نے انسانیت کے مردہ قاب میں اس وقت روح پھونکی جبکہ حرام چیزیں بالکل جائز۔ ہر چک تھیں۔ بیوی اور ماں میں کچھ تفریق تھی۔ ہوس پرستی نے انسانوں کو اندھا کر دیا تھا۔ مردہ روں کے گارٹھے پھینک کر کھائی جا رہے تھے کہ خلافت میں شراب و کباب سے اڑائی جاتی تھی۔ مذہبِ ظہر کے پاکیزہ اصولوں کا سراپا نارفتار اڑایا جاتا تھا۔

اسے مردہ روں کے مدد فرما! پیکرِ انسانیت۔ قیوم کے دادرس ہیں حقیقی معنوں میں اپنا ظلم بننے کی تو تیرے جیلِ عطا فرمائے۔ تاکہ ہم دنیا میں باعِ عمل و قوی۔ پیش کر سکیں کہ جناب کی ذات کسی خاص مل و محل، ملک و ملت کے لئے مخصوص نہیں بلکہ ہر ایک حقیقت پسند انسان کے لئے شملِ راہ ہے۔ آمین

سرکارِ آپ نے زندہ کیا اسلام کو

(از مداح آل نبی جناب شرف حیدرہ)

کر بلا والوں نے زندہ کر دیا اسلام کو
جان دیکر رکھ لیا باقی خدا کے نام کو

اے حسین ابن علیؑ اگر خوں نہ بہتا آپ کا
جانتی دنیا نہ پھر اللہ کے احکام کو

ہو بنائے لا الہ الا محمد و آل محمد
سرکارِ آپ نے زندہ کیا اسلام کو

آکر ہا تھا وقت ذبح آپ کو لطفِ حیات
جانے تھے آپ ہی بس خون کے انجام کو

اللہ اللہ بخش امت کا تھا کتنا خیال
نذر پکایں کر دیا تھا اس صفرِ گلِ گام کو

رہ گئی دینِ نبیؐ کی بات دنیا میں شرف
سرکارِ شام نے دی زندگی اسلام کو

بسکین نمازی

از عالی جناب سید مجتبیٰ حنین صاحب (مہر سروری)

.....

کچھ آفت کی کردیاں جمیل چکے تھے کچھ جھیلنی تھیں۔

عرصہ حیات جتنا ہی قلیل تھا حد ملنا تھا ہی جلیل تھا۔ زیادہ سے زیادہ کار نمایاں کرنے کی جستجو تھی۔ لیکن کہ حد تک حصول درجات کا اشتیاق تھا۔ سختی برداشت کرتے جاتے تھے اور دل نہیں بھرتا تھا۔ معیبت پڑتی جاتی تھی۔ دو کہ دروہے جاتے تھے جب بہ فزوں پہنچا جاتا تھا آقا کا وہی عالم تھا جانشانہ کی وہی کیفیت تھی۔ روحانیت غالب آچکی تھی۔ کھڑے تھے اور اس طرح کہ دنیا سے بے نیاز۔

..... جنگ چھڑ چکی تھی۔ آفتاب اپنی مسافت جلدی جلدی طے کر رہا تھا۔ آستخ میں اب تہامہ صدادی نے صفت لشکر سے آگے بڑھ کر کھاد مولا جان میری آپ پر خدا ہو آپ یقین کر لیں کہ یہ تودعوب کشا ہی گرم کیوں نہ ہو۔ مگر جب تک اپنے خون سے نہانہ لوں گا آپ پر آنج نہ آنے دوں گا۔ لیکن میری ایک تنہا ہے کہ میں ایک بار نماز اور آپ کے ساتھ بڑھ لیتا۔ تو اپنے زمناں سے ملحق ہوتا۔ کیا کہنا تھا راہے اب تہامہ تھیں نہ گھریاؤ کیا نہ ہال بچے بلکہ ایسے عالم میں اگر یاد آئی تو نماز اور کیا کہنا تھا راہے امام کا جو نماز کا نام سننے ہی اپنی تمام معیبتوں کو بھول گیا اور فوراً جانب آسمان نظر کی دیکھا نظر کا دل وقت ہے فرمایا۔ ذَکَرْتَ اللہَ وَجَعَلْتَ اللہَ مَعَنَا الْمُحْسِنِينَ اے اب تہامہ اس وقت تم نے نماز کو یاد دلایا خدا تمہیں نماز گزاروں میں محسوب کرے۔ بے شک یہ نظر کا دل وقت ہے۔ اچھا اس لشکر سے کہو کہ اتنی دیر لڑائی موقوف رکھیں کہ ہم نماز پڑھ لیں۔

امام کی اس فرمائش کا جواب حسین ابن نیر نے یوں دیا کہ رسول اللہؐ تمہاری نماز کب قبول ہے یہ سننا تھا کہ حسینؑ کا ہر جائزہ چپ بر جہیں ہو گیا عباسؑ کی آستینیں چڑھ گئیں۔ علی اکبرؑ کے تیور بدل گئے۔ اور حضورؐ بچپن سے دوست حبیب ابن مظاہر سے رہا نہ گیا۔ فوراً یہ کہتے ہوئے حسینؑ پر حملہ کیا کہ مولا اب نماز جنت میں پڑھوں گا۔ اور چھوٹی سی جگہ

عمر کی دسویں تاریخ تھی، گرمی کا زمانہ تھا۔ دوپہر کا وقت تھا۔ آفتاب آتش بار سر پہ تھا اور اس کی تیز کرنیں آگ برسا رہی تھیں۔ دیگ سے نئے نئے ذرے چنگاریوں کی طرح دکھائی دے رہے تھے۔ لو کے تھپڑے چل رہے تھے، ہنر کا پانی کھولا ہوا تھا، اور زمین کا تڑتہ جھل رہا تھا۔ ٹھیک اسی وقت جب کہ صحر کا ذرہ ذرہ رہتا مذاب انار کی تسبیح پڑھ رہا تھا، و باطل کی جنگ، اسلام و کفر کا مقابلہ، نور و ظلمت کا مرکز درخشاں تھا۔ ایک طرف چیدیہ بمیڑ بیٹے، شامی درندے، انسانیت کے باغی، کفر کے پرستار تھے، دوسری طرف اشیع عالم، پشت پناہ اسلام، مبط رسولؐ، شمسور لہذا کا بیٹا حسینؑ تھا۔ قلت ان کے ہاتھ آئی تھی کثرت دشمن کے غلے۔ کاطوق بن کر پڑی تھی۔ ادھر صرصر ہنر نفوس تھے جن میں بوڑھے، جوان، بچے سب ہی شامل تھے اور ادھر ہشمار لشکر تھا۔ جس کا ہر فروجوانی کشش میں چورندہ قدامت کے خیال میں مست، ہر قسم کے تمہید سے معصی تھا۔ موت سے کھیلنے والا اپنے چند ہمراہیوں کے ساتھ چنبھلائی دھوپ میں کھڑا اسلام کی منزلزل بنیاد کو مستحکم اور کفر کے آہنی قلعے کو سمار کر رہا تھا دنیا سیرب تھی پتیاے تھے مگر انہیں جو اطمینان حاصل تھا کسی دوسرے کو میسر نہ تھا عالم تہ و بالا تھا گران کے دل پر اس کا رقص بھر بھی اثر نہ تھا۔ ہر قلب میں اضطراب تھا، ہیجان تھا، گران کے قلوبوں میں وہ سکون اور نہات تھا جو کوئی بادشاہ اپنے شاہی محل میں بھی وہ کر نہیں پاسکتا۔

ہر حال تین دن کے بھوکے پیاسے اس آگ کے سمندر میں تیروں اور تلواروں کی جھاڑوں میں مثل کوہ اٹل کھڑے تھے۔ اپنی اہل کو اپنے روبرو پاتے تھے گراس کی متعلق پرواہ نہ کرتے تھے۔ انجام معلوم تھا لیکن دل کے حوصلے سوا بڑھنے کے گھٹتے نہ تھے۔ خونی منظر کو یا پیش نظر تھا لیکن دل بہشت سے اٹکل خالی تھے۔ مگر بار چھوڑ چکے تھے دنیا چھوڑنے کی لوگی ہوئی تھی۔ سرے کی گھاٹ آچکے تھے پار کرنا باقی تھا۔ خبر اسلام کو از سر نو کھڑا کر چکے تھے

اسلام

(از جناب ملا علیکاظمی صاحب لائق مکتوبی)

مشکل جو پڑی حل ہو کے رہی حب دل سے علی کا نام لیا
جب ذکر غم شہیر ہوا پھر کس کو بھلا کچھ ہوش رہا
انصار حسینی حق پر تھے اسلام کو زندہ کر کے ہے
یہ حر کا مقتدر صل علی تقدیر کی عظمت دیکھو تو
بخشش کی سند حق نے بخشی جب شہ نے خطا کی بخشی
کیا شہ کے تھے بچے غیرت والے تھے کتنی بڑی وہ ہست والے
کیا شہ پہ مصیبت آن پڑی افسوس کہ وہ کیسی تھی گھڑی
دم توڑا جو اکسب نے رن میں تھا شہ کی زبان پر شکر خدا
ہاں مدح علی سے اسے لائق حاصل دو جہاں میں کی عزت
لی داو سخن فہموں سے یہاں خالق سے وہاں انعام لیا

بیاض علی مشکل کیسٹا

(از جناب ایم ایچ تسنیم صاحب سارنگپوری)

مقتدائے بزم عرفان یا علی مشکل کشتا
ابن عتبہ مصطفیٰ یا ابوالحسن خیر شکن
آئینہ قطبیر سے ثابت ہو شانِ اہلبیت
شہیر و شہیر فرزدان نورالعین تو
پیشوائے اہل ایمان یا علی مشکل کشتا
آپ ہی ہیں شیر یزداں یا علی مشکل کشتا
دائقی تاطیق ہے قرآن یا علی مشکل کشتا
زوحیر تو خیر فہمواں یا علی مشکل کشتا
و مصیبت تا توں تسنیم میگویہ سدا
میری ہر مشکل ہو آساں یا علی مشکل کشتا

۳۸۔ عالی جناب نصیب علی صاحب آفت رشیدی برٹل شملہ۔ ۳۹۔
ارکین انجمن حیدریہ رحیم پور شملہ۔

نوٹ۔ جملہ ترسیل ذرا بنام سید خاں علی ترمذی سکریٹری
انجمن حیدریہ رحیم پور (چوڑا میدان پوسٹ آفس شملہ ہونی چاہیے۔



دنیا میں سے بڑے خطرناک مرض ہے

اس موزی مرض سے خوفناک برائیم نو جوانوں کے ہی
خون کے پیاسے ہوتے ہیں اور تمہارے ہی دونوں میں

کو موت کا فتوے دینے لگتے ہیں۔ موت کے بعد بھی اس کے خوفناک برائیم خزان میں کسی نہ
کسی کو اپنا نشانہ بناتے ہیں۔ اس موزی مرض کے ہمارے گریوانی اگر وہ اپنے ہی توفیقاً آسمان
اور مثال کی حیرت انگیز واقعات جی کہ جس نے ہزار ایسے مریضوں کو بھروسے موت کے نہ بچایا
ہو جن کو ایک دے وغیرہ کے بعد ناقابل علاج کہہ دیا تھا آپ ان ہی کا دور میں سے ایک کہ
ایک بڑے معروف خطاط مریض کے بچے ہی دیکھ چکے ہیں۔ ابتداً بھر کر بکلی مروت میں ہی۔ ہندو
سے کوئے کوئے تین جبری اپنے نام کا ڈھکا بچا چکی ہے۔ دو ماہ یہ اس پاک بھدکار کی مرہانی
ہے۔ کہ ملاط مریضوں پر بھی جبری نے مکمل راج ہے۔ جب ہی تو لوگوں نے اس کا نام دوا
نیں بلکہ مریض کو موت کے منہ سے بچانے والی خدائی طاقت رکھ دیا ہے۔

تپرق اور پرانے بخارات کے دلیضو اب بھی سمجھو!

اگر آپ اپنی بیماری جان کو بچانا چاہتے ہیں تو فوراً تجسری کا استعمال شروع کر دو اور
دس روز میں ہی کٹھن دیکھو۔ دہنہ دہی شل ہوگی کہ اب پچھائے کیا ہوت جب چڑیاں جگ
گئیں کھیت۔ سینکڑوں حکیم ڈاکٹر اور دیگر صاحبان اپنے مریضوں پر شہال کے نام
پدا کر رہے ہیں اور بذر میہ مار ڈال دیتے ہیں تاہی خطا و کتابت کے لئے صرف تجسری
بگا دہری لکھ دینا ہی کافی ہے قیمت اس طرح سے تجسری زبردست ابرو کے لئے جس
میں ساتھ ساتھ طاقت کو بڑھانے کے لئے موزا ہوتی۔ ایک وغیرہ کے قیمتی کشتہ جات ہیں
ڈالے جاتے ہیں تجسری بڑا جس میں صرف قیمتی جڑی بوٹیاں ہیں مکمل چالیس ہند کا
کورس جس میں دوپے۔ نمونہ دس روز صرف چھ دوپے۔ بھول وغیرہ ملے ہوئے ہے۔ آدھ
یہ دوا اخبار نیز نرسری باغیچہ ضرور تحریر فرمائیں دس روز میں حیرت انگیز اضافہ ہوگا۔

ایک ہی

راہ صاحب کے ایل شہر انڈیا سنو میں بیکرس (۲۶)
شیلانگ (آسام) یا پنجاب آفس جگا دہری

محمد لکھنؤ ۲۔ سید العلماء مولانا سید علی نقی صاحب مجتہد لکھنؤ ۳۔ مولانا سید
جعفر حسین صاحب مجتہد گوجرانوالہ ۴۔ علامہ ہندی مولانا سید احمد نقوی
لکھنؤ ۵۔ نصیر اللہ مولانا سید محمد نصیر صاحب لکھنؤ ۶۔ مولانا سید
محمد عابد الشیر صاحب سلم یونیورسٹی علی گڑھ۔ ۷۔ خلیفہ اعظم مولانا سید
محمد صاحب دہلی۔ ۸۔ علامہ العلماء مولانا سید محمد رضی صاحب لکھنؤ۔
(۹) مولانا مفتی سید محمد احمد صاحب سونی تپری ہولہ مولانا سید محمد سبطین
صاحب لدھیانہ ۱۱۔ مولانا سید ظفر محمدی نقوی صاحب لاہور۔
۱۲۔ مولانا سید عبدل اختر صاحب پرنسپل مدرسہ الوداعین لکھنؤ۔
۱۳۔ مولانا سید ابن حسن صاحب جادوچی۔ ۱۴۔ مولانا مرزا احمد علی صاحب
امرتسری۔ ۱۵۔ مولانا محمد تقار علی حیدری صاحب بدایوں۔ ۱۶۔ مولانا خواجہ
محمد لطیف صاحب انصاری پروفیسر ڈی۔ ایم کالج موگہ۔ ۱۷۔ مولانا سید
نجم الحسن صاحب کرار دی پشاور۔ ۱۸۔ جناب آغا سید محمد شاہ صاحب
پیش نماز شملہ۔ ۱۹۔ نواب سر ظفر علی خان صاحب قزلباش دیونویش نچا
۲۰۔ خان بہادر شیخ کرامت علی صاحب المیم۔ ایل۔ اے پنجاب۔ ۲۱۔
عالی جناب ملک الرحمن صاحب کیانی رئیس صوبہ سرحد ۲۲۔ کاج
سیٹھ غلام حسین میٹھا گوگل رئیس اعظم راجی ۲۳۔ خان بہادر راجہ میر
اکبر علی خاں بیرات کوٹاہہ راجہ سمجھ۔ عالی جناب میجر سید مبارک علی
شاہ رئیس جھنگ۔ ۲۵۔ خان بہادر سید کلب عباس سکریٹری آل انڈیا
شہید کاغز نش۔ ۲۶۔ کاج راجہ سید محمد مسعود الحسن خاں رضی آف
اصغر آباد۔ ۲۷۔ کاج سید جلال الدین حیدر صدر انجمن لطیفہ سادات
المومنین ۲۸۔ آغا محمد سلطان مرزا ڈسٹرکٹ دشمن نچ دیشاؤڑ۔ ۲۹۔
آغا تارا احمد انیری جھڑیٹ ڈائری سکریٹری امایہ تیم خانہ دہلی۔
۳۰۔ نواب سید احمد مرزا موسوی دہلی ۳۱۔ جناب سید مصطفیٰ صاحب
رضوی جنرل سکریٹری فریڈریشیہ شہن پشاور ۳۲۔ سردار کریم بخش
حیدری علی پوری ۳۳۔ جناب شیخ محمد صدیق صاحب ایڈیٹر رضا کار
لاہور ۳۴۔ جناب ملک صادق علی عرفانی ایڈیٹر شیعہ لاہور
۳۵۔ جناب سید اعظم حسین صاحب ایڈیٹر سرفراز لکھنؤ۔
۳۶۔ خان بہادر مرزا بدر الدین صاحب رئیس اعظم شملہ۔
۳۷۔ عالی جناب شکور علی صاحب گورنمنٹ کنٹرولر شملہ۔

پیشکامیرونگاسکول

یکم مئی ۱۹۵۷ء کو جناب علامہ اقبال علیہ السلام نے لاہور میں ایک جلسہ منعقد فرمایا جس میں علامہ صاحب نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ میں نے انہما کے ساتھ اس اسکول کا افتتاح فرمایا تھا جس میں ایک اردو دان معلم کی نگرانی میں ٹوٹی ہوئی چٹائی پر چند غریب بچے پڑھاتے تھے۔ ٹھوس کام، بیکہ کہ طلبہ کا اضافہ ہونے لگا آخر مجبوراً اسکول کو دوسرے مقام پر منتقل کرنا پڑا اور اشاعت میں اضافہ کیا گیا اب ایک سو بیس سال کے اندر اسی اسکول میں بائیس ریٹا سٹر اور ایک سو پچیس ہندو مسلم طلبہ زیر تعلیم ہیں اور اب انہما کے کئی طرح پانچ سو روپیہ سے کم نہیں ہیں۔

اپنے اس کی کسی جگہ سے کوئی مستقل آمدنی نہیں مقرر ہوئی ہے۔ بعض قوم کی دیالی اور مذاکے بعد دوسرے پر اس کو چلا جاتا ہے۔ اس کے اہم اغراض یہ ہیں۔
 ۱۔ تفریق مذہب زدہ و ملازمت پیشہ افراد کو ختم کے وقت جب کہ وہ اپنے کام سے فارغ ہو جائیں نیز اچھوت اقوام کو تعلیمی و صنعتی کام میں ترقیاں حاصل کرنے کا موقع دینا۔ اسکول میں کسی معین تعداد کے غریبوں سے کوئی فیس نہیں لی جاتی بلکہ ان کو مفت سامان تعلیم بھی دیا جاتا ہے۔ گورنر یوپی۔ گورنر سندھ۔ وزیر اعظم بنگال۔ صدر عظم حیدر آباد دکن، سر آغا خاں۔ الیم۔ اے اصفہانی۔
 راجہ صاحب۔ محمود آباد۔ حجازیہ ابراہیم پور۔ ہنریٹس آف سرسور۔ پنڈت جواہر لال نہرو اور دیگر نامبروں نے مرکز اتحاد کو اس اقدام پر مبارکباد دی ہے۔ سر درست انگلش جیسے کلاس تک تعلیم دی جاتی ہے۔ افراد قوم کو اس اہم ترین تحریک کی طرف جلد متوجہ ہونے کی ضرورت ہے۔

مرزا ذکی محمد بی۔ اے بی کلام

آنویری جوائنٹ سکریٹری بیلک ایونگ اسکول شاہپور الہین
 ڈسٹرکٹ لکھنؤ

سفر نواز محرم مہنسہ

اس سال بھی سالہا مے مابقی کی طرح نہایت آج
 مابے اعلیٰ بیاض پڑی الجھ کی آخری تاریخوں میں شائع ہو گا جس کی غور
 ہر ضیہ کا قومی فریضہ ہے

چورالٹین

شمس الہدایہ خطیب اعظم مولوی اسید محمد صاحب قبلہ مدظلہ دہلوی تحریر فرماتے ہیں

چور لائین است ناموٹوں کے متعلق ہے جو ملکہ فرما اور حکمران غارتہ تھے خانہ نبوت کی بربادی ان لوگوں کی رہن منت ہے چور لائین نے ان ہستیوں کو بے نقاب کیا ہے جن کے ستارہ یوب کے کلام نے منافقین کہہ کر چھوڑ دیا تھا چور اس لائین کے بھانے کی کوشش کریں گے ذرا اس سے پہلے اس کی روشنی میں ان کی صورتیں تو دیکھ لیجئے۔ یہ لائین چور سے بچائے گی اور وہ بھی اس کے خوف سے چوری نہیں کریں گے اس میں نختہ کاروں کا کچھ چھاپہ اور موجود ہے۔ قیمت ص ۴

خاموش سوگند یا اورگو یا کو صبح مغرب بقاتی ہے فنِ تقریر
 فلسفہ تقریر پر آج تک ایسی کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی سیاسی مقررین
 واکرین و داعشین کے لئے فلسفہ تقریر کا مطالعہ شد ضروری ہے قیمت مجلد غیر

شاعری سیکھنے والے توفیقین کیلئے قرۃ کا سیلابی اور محسن
محبوب الشعرا کیلئے نادر تحفہ ہر ہفتی شعر آج ہی ایک جلد۔

طلب کری قیمت مجلد ہمہ ہدیہ انا عشری از حضرت شہید رابع جواب انا عشری از شاہ عبدالحق دہلوی سترہ قسم کی نوے، مرثیہ اور بیاضیں ملنے کا پتہ

سُخَا پَاشَنگ دِل و س کُشْمیر گِیٹ دہلی

شیعہ مرکز تبلیغ پنجاب کا تیسرا سال
کاغذیوں کو حسینی سبق

حضرت سرکارِ علامہ ہندی صاحبِ مظلہ مجدد العصر کفریہ طبع ہے۔ انہوں نے قبل
چھپ جانے کا قیمت ہزار سوہِ عینی ہر ملاوہ محمولہ لڑاکا جو حضرات ہر حکام میں
تقسیم کرنے کے لئے منگوائیں گے انہیں یہ رسائل چھوڑ دیئے سیکرہ دیدئے جائیں گے
بزرگ تبلیغ کے مہلن کو یہ رسائل بلا قیمت ارسال کئے جاتے ہیں آپ بھی اس ادارہ
کے ممبر بنکر تبلیغی کاموں میں حصہ لیں شرع چندہ مہلن خصوصی سے ہر
مہلن خصوصی سے ہر لاکھ مہلن سے ہر

ماظم ادارہ عالیہ شیعہ مرکز تبلیغ پنجاب محلہ شیعہ لاہور

مفت عظم سے مردے زندہ اور
مفت اہم پتھر کیے ہو سکتے ہیں

اس کا تعویذ حسب بغض۔ مقدمہ امتحان میں کامیابی قید سے رہائی اور ہر مقصد میں کامرانی کے لئے تیر مہرت ہے ہدیہ عظیم بلا مکمل 784 اس عمل ہر سوال کا جواب دے سکتا ہے نام سائنس نام دائرہ ہر سائنس میں ہر سچے جو کہ تلاش کے لئے شکوک افراد کے نام فی نام ہر بیکر جدید معلوم کریں۔ اور وق و سل ایسے نوزاد مرض کا سوسیفیدی کامیاب علاج مع عمل اور دوا سات رو پر خفا زیر (نجران) اس سے اس علاج بجا گئی ہے جس طرح گدے کے سر سے نیک ہر اظہار خواہ کتنا ہی پرانا ہو اس سے شرط یہ صحت ہوگی ہر پتھر (درد گردہ) اس سے سر پہر خوارج اور درد کا فور ہو جاتا ہے سو یہ ہر سوزاک قرحہ کتنا ہی پرانا ہو اس سے پہلے ہی روز پیپ اور جلی کا فور ہو کر تین دن میں کمل کلام ہوتا ہے۔ ۳ رو یہ آٹھ آنے۔

نوٹ۔ ہر مرض و غرض کی مجرب دوائیں زود اثر عملیت و تعویذات اور زمانہ اور روانہ اور ہر قسم کے امراض کی مجرب دوائیں تجربہ ہم سے منگائیں حصول معہ حار و قیمت پیشگی جواب کے لئے کلکٹ بھیجے نوٹ ہر خریدار کو مذہبی دسائے مفت ملیں گے۔ غیر خریدار یہ نظم دفتر کے منجانی مجبوتے چھ آنے بھیج کر مفت طلب کریں۔

منیجر روحانی و یونانی دو خانہ چیمپادی براستہ انبالہ ضلع امرتسر

صحیّت لایزال و ملت ہمدرد

مفت منگوائے گلا

بددوال فارسیی نمبر ۱۲

بدروال لودیانه

عطر نکہت چمن ایجاد

یوں تو سعد اقسام کے عطر ملک میں رائج ہیں اور مختلف
طبعیتیں مختلف عطروں کو پسند کرتی ہیں لیکن ہم نے جدید
قسم کا ایک عطر نکھت چمن تیار کیا ہے جو ہر طبعیت کے موافق
ہے اس کے استعمال سے معلوم ہو گا کہ گویا آپ ایسے
ترتیباً چمن میں داخل ہو گئے ہیں جو طرح طرح کے پھولوں
کی خوشبو سے منک ہو اطراف ملک میں اس کی
بہت مانگ ہے قیمت فی تولہ چھ روپیہ

نوط!

قسم کے مصلیٰ عطر و تیل تب کو خوردنی ہی اگر پان
ہم سے یہ کفایت طلب فرمائیے

لکھنؤ پرفیو مری اسٹورنگینہ یو۔ پی

۴۰۰
آپا کو فرض
فی خیرات
مجاہد
ہو۔

১৭৬৫

الحمد لله

۱۰۰



مجلس

وہی ہے جس نے

五

جاء

سبحان الله العظيم

جافا

برای این کار

امامیہ خاندان اہل بیت و جامع مسجد شیعہ ان دہلی

نیرسریستی علمائے کرام و ذریعہ انصرام شیعہ الصفا پراؤ نفل شیعہ کا نفر نس صوبہ دہلی

یہ تیم خانہ عرصہ چودہ سال سے بنویشان کے یا یہ تختہ ہو یہ دہلی میں نہایت کامیابی سے جاری ہے۔ اس میں قوم کے نو مالان اپنے والدین کے دست شفقت سے مجرم ہو کر نیرنگاری عالم دین پرورش پا رہے ہیں۔ اور دینی و دنیوی تعلیم و صنعت و حرفت سے بہرہ ور ہو رہے ہیں۔ آپ سے استدعا ہے کہ براہ کرم اپنی مستقل قیدہ ممبری عید الفطر کے فطرہ و عقیقہ و قربانی کی کھالوں کی قیمت و خیر کی رقومات سے ایام بڑا کی امداد فرمائیں اور اپنے احباب کو بھی ترغیب دلا کر ثواب دارین حاصل کریں۔ (۲۱) تیم خانہ کی شان کردہ کتب (۱) ذوالعقبیٰ اور ترجمہ العرۃ الوثقیٰ حصہ اول زیر طبع (۲) جامع ترین کتب سائل فقہ مطابق فتاویٰ آقا ابوالحسن صاحب محمد اعظمی سے تعقیبات نماز پیکانہ مترجمہ (۵) دعائے نور ترجمہ (۶) اعمال ماہ محرم ترجمہ (۷) اعمال ماہ رمضان المبارک وغیرہ ترجمہ اور جلد کتب مذہبی مطابق دہلی تیم خانہ پراخرا فرما کر ایام کی امداد فرمائیں۔

حاجی آغا شاعر احمد ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر و آنریری مجسٹریٹ و آنریری جنرل سکریٹری امامیہ تیم خانہ دہلی

معدہ جگر انتڑیاں

ان میں سے کوئی ایک اعضا بھی کمزور تو لاکھ کوشش کرنے پر بھی تندرستی قائم نہیں ہو سکتی چہرے پر رونق و خوبصورتی نہیں آسکتی خوشی و بہت و قوت نہیں رہتی ہے۔

لوچو LOCHU

یہ دوا جگر کی کمزوری، جگر، انتڑیاں و دیگر اعضا کے دور کرتا ہے تمام اعضا کو مضبوط بناتا ہے، بعضی کھٹے ذکار، جلن، اچھاڑ، پیٹ درد، شول، قبض، وکی، پیش، قیرم، خفہ سے رال، پٹکنا، زیادتی، پیاس، تھکاوٹ، گویا کر پیٹ کی بیماری کا ککل علاج ہے، اپریشن کو ضرورت نہیں رہتی، ہیشہ کو فوراً روکتا ہے باقاعدہ استعمال سے سچی بھوس چاکل اٹھتی ہے اور سخت سے سخت غذا جو بدن بنتی ہے نیا خون پیدا ہو کر قوت باہ بڑھ جاتی ہے ہر وقت گھر میں

لوچو LOCHU

رکتا دانتندی ہے مسافری میں

کو دوست بنائیے تب ہی آپ دوا ہوسم کے اثر سے محفوظ رکھتا ہے۔ قیمت ہم خورداک پانچ روپے (5/-) ۲۵/۵۰ ایکٹوں کی ضرورت ہے۔

The Badlo wal Pharmacy P.O. Badlo
Wale (Ludhiana)

تحفہ نایاب شیعہ پاکٹ اب المعرون براہین شیعہ

شیعہ پاکٹ اب جس کے لئے یہ دوا ہر شیعہ ہے جن کا مقصد ہے کہ تمام کتابیں پنجاب کی کادشوں اور سرگرمیوں سے ان خط قرطرا کے زمانہ میں نہایت آس و آس کے ساتھ طبع ہو گئی اس کتاب میں تمام شیعہ کے متعلق چیز بہا معلومات درج ہیں اس میں تمام مذہبی ضرورتوں کو پورا کر لیجئے اگر کوئی اعتراض کرے تو اس کا جواب آپ ذرا اسی کتاب سے دیکھ کر دیدیجئے۔

یہ کتاب علمی و مذہبی معلومات کا ذخیرہ ہے اور سرکار علامہ صاحب غلامی کی تمام عمر کی محنت کا نتیجہ ہے۔ حجم ۲۰۰ صفحات پاکٹ سائز خوبصورت شہری جلد قیمت عام

تاریخی افسانے عرفیہ مذہبی کہانیاں

مصنفہ بیابا ابلی حصہ اول علیہ حصہ دوم عام

مکتبہ شیعہ نزل ایک ایجنسی محلہ شیعہ لاہور

خدا اور رسول کی لعنت جھوٹے شہتار بازوں پر

اگر خدا کو درمیان میں دیکر لکھو گے کہ ہوا دیات سے فائدہ نہیں ہوا تو تمام قیمت واپس

طلسمِ نازِ سیاہ ز جھوٹ | یہ نہایت عجیب چیز ہے۔ خدا کی قدرت اور اتفاق سے اس نازِ سیاہ کو ایک وقتِ بیک وقت کی ہوئی ہے۔ یہ ایک نادر چیز ہے۔ جس پر دوا خانہ کو فخر ہے۔ اب آپ صرف ایک مرتبہ دیکھ کر اس کی عظمت اور طاقت کا اندازہ لگائیں گے۔ یہ طلسم کی تمام غلامیوں کی غری سستی کے لئے عجیب چیز ہے۔ پہلے ہی روز اثرات ظاہر ہوں گے۔ طلسم دار کو یہ طلسم فریبی کوئی مقوی باہ۔ اس کو اس کی قیمت متینوں دواؤں کے صرف پانچ روپے۔ ہر موسم میں استعمال کر سکتے ہیں۔

قائِمِ بربان | یہ قسم ہے کہ اس قدر سرعت ازال کثرت اقدام کے لئے اکہرے عزموں سے مرضِ سلطانِ ارحم مفید ہوتی ہے۔ یہ محراب ہے۔ عورتوں اور مردوں کے لئے کہ اس مفید ہے۔ سفوف اور گدا کی قیمت تین روپے ہے۔

روغنِ نازِ حل | اگر حضرت اولاد کی ۲۰ سے عورت کی جوانی برباد ہو رہی ہے۔ دوا کے اولاد پیدا کرنے کے قابل نہ رہا ہو تو اس کو استعمال سے عورت کے لئے مفید ہے۔ یہ طلسم نازِ حل کے واسطے خاص ایجاد ہے۔ یہ رطل کا آئینہ نہیں ہے صرف وقت ضرورت پر تین چار قطرہ استعمال کئے جاتے ہیں۔ عقل مند لوگوں کے لئے بڑی کام کی چیز ہے۔ قیمت تین روپے آٹھ آنے ہے۔

مجنونِ شبابِ جوانی | دوا کو آٹھ آنے دیتے ہیں۔ تو یہ خون کے لئے بہترین دوا ہے۔ بہترین دوا ہے جو قیمتی ادویات سے ملے ہوئے ہے۔ ہر حال میں پانچ روپے۔

خاص تحفہ | عورتوں کو گودیدہ بانٹ کے لئے بڑا دوست دوا ہے۔ ہر مرتبہ کے لئے قیمت فی شیشی ایک روپے مفت کتاب ایک روپہ نامہ ایک

دوائِ مساک | اس کو استعمال کرنے سے سرعت کی بیماری روکاٹ سے لئے بہترین چیز ہے۔ شرمندگی سے بچاتی ہے۔ قیمت ۲۰ گولی ڈھائی روپے (پیسے)

حینِ زیبا | بچوں کو زیادہ دودھ پلانے یا بے اختیار کی وجہ سے عورت کے پستان بے زیب ہو کر رک گئے ہوں اس کے استعمال سے پستانوں کو گیند کی طرح سڈول اور تھیر کی طرح سخت کرتا ہے۔ عورت کی کھوئی ہوئی جوانی از سر نو واپس لانا بہت دوست ایجاد ہے۔ آٹھ آنے کے قابل ہے قیمت تین روپے بارہ آنے۔

کیفِ دوشیزہ | یہ بھی ایک عجیب شے ہے۔ وقت ضرورت استعمال سے دوسری شادی کی تمنا نہیں رہے گی۔ اندوتی طور پر بالکل شل دوشیزگی ہو جائے گی۔ قیمت دو روپے آٹھ آنے جو کئی ایک کافی ہوگی۔

غازہ حینِ افزا | یہ کریم چہرے کے بہت نازک دھو دھوے۔ جھانپاں یا سیاہی اور کرکے لامحیت اور دلکش پیدا کرتا ہے۔ چہرے کے رنگ میں تبدیلی پیدا کر کے حسن کو نکھارتا ہے۔ کافی مقبولیت حاصل کر چکا ہے۔ دوشیزگی کو پس کی قیمت تین روپے آٹھ آنے ہے۔

کی پہلی رات کس طرح نازم تین ہے کے گٹ سبکدوشت۔ حال کریں

نوٹ: یہ دوا خانہ کے درجہ بیک ہر دوا کا یہ مددگار ہو گا۔

مفت تحفہ

حکیم سید آفتاب علی ہاشمی ناظم دوا خانہ شباب و جوانی (پن ایس ایس ڈی) حیدرآباد دکن

امامیہ پبلک انگلش سکول کے متعلق علماء کرام کے اشد گمراہی
باسمہ سبحانہ

جناب اشرفیہ صاحبین نے نئی شکل سے ایک اسکول چھک انگلش اسکول کے نام سے جاری کیا تھا جو اب امیرہ انگلش اسکول کے نام سے موسوم ہے اور جاری ہو کر
 جاں اب تمام شہد کے انگریزی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیا کی اور دنیا کی بھی تعلیم دل کر رہے ہیں۔ جناب اشرف صاحب موصوف کو تعلیمی تجربہ قابل تعریف عنوان ہے اور
 میرے جو ملے جانی رہے ہیں ان میں سے ایک اشرف صاحب ہی صاحب ہیں جس نے مجھے بھی اس اشرف صاحب موصوف کی تعلیمی مہارت کا علم ہے اب اس اسکول کی موصوف آٹھویں کلاس تک جاری کرنا چاہتا
 ہیں اور دینی تعلیم کے ساتھ دنیا کی تعلیم کا بھی انتظام کیا ہے خواہ یہ کہ کھنوا ایسے شہر میں شیعوں کی آبادی دیکھتے ہوئے ایسے اسکول کی سخت ضرورت ہے ہر سال پندرہ
 ہفت کے بچے جگہ نہ ملنے کی وجہ سے پریشان ہوتے ہیں اور ان کا کہیں ٹھکانا نہیں ہوتا خصوصیت سے مجھے اسکول سے پورا عہدہ ہے کہ دنیا کی و قرآن کے تعلیم کی اشرف موصوف
 نے کافی ذمہ داری ہے۔ نہ اسے بچوں کو جو اسکول میں تعلیم پاتے ہیں۔ اس کی شدت یہ ضرورت ہے لہذا میں خود بھی اس اسکول سے ہمدردی دکھتا ہوں اور حضرت مولانا
 سے بھی تمس جوں کہ وہ موصوف کی محنت افزائی فرمائیں اور میں طریقہ سے اس کا ذخیرہ میں بچے کے ان کی اعانت و امداد فرمائیں انشاء اللہ موجب اجر ہو گا۔ مولانا امیر محمد مرین صاحب
 قبلہ صہبہ اللہ۔ یا سمعہ سبحانہ میں جناب ہرادر محمد مرین مولانا امیر محمد موصوف بہرین صاحب قبلہ کے مندرجہ بالا تحریر کا حوت بہ حوت موید ہوں یقیناً ایسے مفید ادارہ کا قائم ہونا
 اور جاری رہنا بہت ضروری ہے تمام موصوفین کو رہیں کی خاص طور سے اعانت فرمانا چاہئے عہدۃ اعمار مولانا امیر کلب حسین صاحب قبلہ صہبہ اللہ (امام جمعہ)

شراب الصباکین صوبی

دہ شراب ہے زاہد ہے نرم ہیں

جین کا نسخہ

سلطنت عباسیہ کے شہنشاہ اعظم خلیفہ ہارون الرشید کی

فرمائش پر تیار

وارث علوم ربانی طیب حانی خانوادہ رسالت حضرت امام رضا

ترتیب دیا۔ یہ دوا امت العرشہ مذکور کے شہماں ہی۔ اور

حسبیت اس کا نسخہ اور ان ہر لکھنؤ شاہی میں محفوظ کیا گیا۔

عصائے پیر ہو تیغ جوان ہو از طفلان ہو

جاکر وہ عیال کے افعال کو درست کر کے خون صاف پیدا کرتی ہو، سورہ الفیضہ نفع کبریٰ

جلد ہر قسم کے ہتھکڑا کو دور کرتی ہو، امراض بادرہ عرق النسا وغیرہ

درج مفاسد گھٹیا، فاجعہ، بھدہ و سرخا کو کھوتی ہو، اس کی مروت امراض بلائے محفوظ

رکھتی ہو، داعیہ منی و مشائہ گدہ کو قوی کر کے قوت خاص میں بیش بہا اضافہ کرتی ہو

قلب و دماغ کو تفریق بخشتی ہو اور شراب کے اثرات و دھڑکنے میں کسر صفت ہو

بوڑھوں کو لطیف جانی اور جوانوں کو لطیف زندگی بخشتی ہو، بچوں کے لیے شیرینی ہو،

عورتوں کے پوشیدہ امراض اور بے قاعدگیوں کو دور کرتی ہے

جوان، بوڑھا، بچہ، عورت، مرد اب کے لیے یکساں مفید ہے

قیمت فی بوتل شراب الصباکین گنہ چھ روپیہ

دارالحم عزیزی دوا آتش

مقوی کوم، تازہ و شیریں بہا میوہ جات، نادر و شیراز

مشک، عنبر، زعفران کا ایک نیکو مجموعہ

جناب بیج الملک شہزادہ الملک مظفر کی خاندانی بیاضی کا

خاص نسخہ

جود

شامان او داور الیان ملک کے لیے

تیار ہوتا تھا

مقوی اعضائے زیرہ دل و دماغ کو تفریح و قوت بخشتے، میں نیکو مسدود و بکری

اصلاح کرتے ہیں بے حدیل، قوت ہضم کو بڑھا کر کچی جھوک پیدا کرتا ہو، اہلی و عیال کا

مصفی خون، سرخ و گلابی خون پیدا کر کے جسم میں اس طرح دھناتا ہو کہ خواروں

سے بھرت نکلتا ہو، گردہ و مشائہ اور اعضائے توالدہ تاسل کو ایسی طاقت بخشتا ہو کہ

بوڑھوں کو کیف شباب و جوانوں کو لطیف زندگی حاصل ہوتا ہو، شدید کمزوری اور کسی

خطرناک مرض سے نازانی لاحق ہوگئی ہو، اس کی چند ہی خداک سے شان عیالی ظاہر

ہوتی ہو۔ بیمار، ناتوان، بوڑھوں، بچوں، حاملہ، کمزاریوں، اور

شادی شدہ عورتوں کے لیے یکساں مفید ہے

دارالحم عزیزی دوا آتش فی بوتل چھ روپیہ (سے)

دارالحم گویا دوا آتش فی بوتل تین روپیہ (سے)

میانجی دوا خانہ معدن الادویہ و کتبہ سٹریٹ لکھنؤ

جو کتابیں آج آپ کو آسانی سے مل رہی ہیں ممکن کل تلاش پر بھی نہیں

تبلیغی جد رنگ کے

مرثیے

مرثیہ زائریتا پوری

(۱) "دنیا کو ایک پہا کی تلاش" ۸

(۲) "حین عالم انسانیت کا رہبر" ۸

فتح مبین نجم آفندی ۸

مرثیہ جناب اصحاب دوریہ

شہادت کے پہلے شہادت کے بعد ۸

شہداء وفا مولانا دقلمک پوری ۸

منحناہ خلد یا بوستان رشید

جناب رشید نبیر میر نہیں کے مرثیہ ۸

نظم نفیس جناب میر خورشید علی نقی

کے انتخاب مرثیہ کی جلد ۸

عروج سخن جناب صاحب عروج کے

کے نکل مرثیہ ۸

ریحان غم جناب وحید کے

۸ مرثیہ کی جلد

خورشید خاوری جناب قازید پوری

ارشاد علامہ جناب نہیں کے مرثیہ کی جلد

دہی میں کی زبان دہی رزم دہی بزم ۸

مرثیہ مرزا قمر دفتر نام جلد دوم ۸

دفتر نام جلد ہفتم ۸

مرثیہ میر نوری جلد ہفتم ۸

مجموعہ سلاخ میر مونس ۸

نوحہ جات

فریاد بسا ض نوحہ جات جناب لانا سید حسن جٹ ۸

ماہستکہ (تازہ مطبوعہ) جناب زائریتا پوری ۸

حقائق غم جناب زائریتا پوری کے تبلیغی نوحہ ۸

قتیل فرات تبلیغی نوحہ جات بشیر حسن صاحب قتل کھنوی ۸

شہید کربلا جناب اختر بی بی بی بی ۸

موج فرات حصاد جناب فضل ایڈیٹر نظام ۸

موج فرات حصہ دوم حسینی شاعر فضل کھنوی ۸

موج فرات حصہ سوم ۸

حیات ماتم فضل کھنوی ۸

چراغ معرفت فضل کھنوی ۸

مولانا محمد عادل جذبات ۸

اشارات غم (نجم آفندی) حصہ اول دوم ۸

اشارات غم حصہ سوم (نجم آفندی) ۸

نصوت غم (نجم آفندی) ۸

آیات ماتم (نجم آفندی) ۸

دستان شکی ۸

ہدیہ عقیدت ۸

آہ و بکا ۸

وقار غم ۸

رمز شہادت ۸

پیکر وفا ۸

غم حین ۸

شہید ماتم ۸

شہید ماتم ۸

حدیث خوانی کی کتابیں

مولانا ابوالیان اکبر علی صاحب قبلہ

مفتاح البیان حصاد ۸

مفتاح البیان حصہ دوم ۸

مفتاح البیان حصہ سوم ۸

ریاض الصفا مولانا ابوالیان ۸

ریاض الصفا حصہ دوم ۸

ریاض المجالس ۸

گنجینہ مصاب ۸

مجالس اعارفین ۸

نروج مختار ۸

مع الوصفا ۸

آل الطہار ۸

سوز خوانی کے مرثیے

۳۲ قسم کے

تیار ہیں ۸

۸

۸

۸

۸

۸

۸

۸

۸

۸

۸

شاہکار انیس (صرف چند جلدیں باقی ہیں)

نبرول ۵۵۰ منبر دوم ۵۳۶

ملنے کا پتہ نظامی پریس لکھنؤ

۵۳۶

فہرست کتب مفت لگائیے

۸

۸

